

صنایع زرگری مشرق

RARE BOOK  
NOT TO BE ISSUED

CHECKED

جلد سوم

# ہندو اخلاق

عالی جناب عالیہ اسلم خٹک مولوی محمد چرخ علی خاں صاحب

1995  
RECEIVED

مجموعہ محفوظ

پنشنل سیکرٹری یاسر سید آباد دکن

تمام مضامین از ابتداء ۱۸۷۸ء لغایت ۱۹۲۷ء مندرجہ ہندو اخلاق مع بیانیہ

مرتبہ

نما فضل الدین ملک چٹن الدین ماسٹاج الدین گلزئی تاجران کتب قومی

کوچہ گلہ زریا مکتول نقشبندیہ باناراشیری

لاہور

نو لکھنؤ دہلی لاہور میں پرنٹ ہوا

تحتوی



# ذیباچہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## تہذیب الاخلاق کی اشاعت کی ضرورت

جن لوگوں نے خواجہ نصیر الدین طوسی کی کتاب اخلاق ناصری پڑھی ہے وہ اس بات کو خوب جانتے ہیں کہ تہذیب الاخلاق کیا کتاب ہے اور حکمائے کرام و علمائے عظام کی مجلس میں وہ کس عزت اور عظمت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے لیکن جن لوگوں کو اخلاق ناصری کے دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا ہم اُن کو بتائے دیتے ہیں۔ کہ آج سے قریباً نو سو برس پیشتر ترکستان کے شہر تاشکند میں جو ایک حکیم فاضل اور استاد کامل ابوعلی مسکویہ خازن رازی گزرا ہے یہ اُس کی تصنیف ہے۔ اس کتاب نے مضامین کی عمدگی۔ بیان کی خوبی۔ زبان کی اسلوبی کی وجہ سے ایسا حسن قبول حاصل کیا تھا کہ خواجہ نصیر جیسے شخص نے جو اپنے زمانہ کا ایک نامور عالم و مشہور فاضل تھا۔ جب ترکستان کے حاکم امیر ناصر الدین عبدالرحیم کی پاس خاطر کتاب اخلاق ناصری مرتب کی تو فن اخلاق کے شائق صرف اسی کتاب کے ترجمہ پر اکتفا کیا۔ اور کسی جدید کتاب کے تصنیف کرنے کی ضرورت سمجھی نہ۔ جس زمانہ میں یہ کتاب تصنیف ہوئی اسلامی سلطنت کا آفتاب ترقی کے نصف النہار پر چمک رہا تھا۔ گھر گھر علم و فضل کا چرچا تھا۔ رعایا اُس کو ترقی دارن کا ذریعہ سمجھتی تھی۔ محکام اپنی سلطنت کی زینت و زینت کا باعث تصور کرتے تھے۔ اور تو اور۔ صرف ابوعلی سینا اور ابوریحان بیرونی اس حکیم کے ہم عصروں میں دو ایسے بالکمال ہونے سے ہیں جن کا نام ایشیا اور افریقہ کی

اسلامی قوموں میں عموماً اور یوں پ کے تہذیب یافتہ ملکوں میں خصوصاً نہایت عزت اور توقیر کے ساتھ لیا جاتا ہے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ فاتح اور مفتوح قوم کی زبان۔ تمدن۔ معاشرت۔ علوم و فنون۔ حرقت و صنعت میں کسی قسم کی مغائرت نہ تھی۔ اس واسطے حکیم مذکور نے اس امر کو کافی سمجھا کہ وہ اپنی کتاب میں صرف نفس ناطقہ کی صفات سے بحث کیا۔

رذائل کے بیان سے اُس کو مکمل کرے۔ لیکن اگر ابوعلی ہمارے زمانہ میں ہوتا اور دیکھ کر کہ اس کا نتیجہ مفتوح قوم کی زبان میں اختلاف۔ دونوں قوموں کے تمدن اور معاشرت کا طریق جدا۔ ایک قوم کے علوم و فنون دوسری قوم کے علوم و فنون کے مقابلہ میں مثل تقویم پارینہ۔ حرقت اور صنعت کا یہ حال کہ تکلفات کی چیزیں تو بجائے خود رہیں۔ چاقو۔ قینچی بلکہ سوئی دھاگہ تک جو ہمارے روزمرہ کے استعمال کی چیزیں ہیں ہم اُس میں غیر قوموں کے محتاج۔ تو کیا ان حالات پر یہ ممکن تھا۔ کہ علاوہ مضامین مذکورہ بالا کے ایسے مضامین درج نہ کرتا جو قوم کو تاریکی و جہالت کے تنگ گوشے سے نکلنے اور ترقی کے نورانی میدان میں قدم رکھنے کا ذریعہ ہوتے +

خدا کا شکر ہے کہ جب ایسی کتاب کی ضرورت پیش آئی تو اُس نے اپنے فضل و کرم سے ہمارے زمانہ کے مناسب حال ایک اُور ابوعلی کو پیدا کر دیا جو رسائی عقل اور صفائی ذہن کے باعث قوم کی ضروریات سے۔ زمانہ کی رفتار سے۔ ترقی کے موانعات اور اُس کے اصلاح کی تجاویز سے ایسا ہی آگاہ۔ ہم جو ایک مصلح قوم اور بہی خواہ ملک کو ہونا چاہتے۔ وہ کون ؟ آنریبل ڈاکٹر سر سید احمد خاں بہادر کے۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ ایل۔ ایل۔ ٹی۔ اس مرد خدا نے جب سے دنیاوی زندگی میں قدم رکھا اور قوم کی موجودہ حالت کو دیکھ کر معلوم کیا کہ یہی قوم ہے کہ ایک زمانہ میں علم و فضل۔ حرقت و صنعت۔ تجارت و حکمرانی میں ترقی کے اعلیٰ درجہ پر پہنچی ہوئی تھی۔ یا اب وہی قوم ہے کہ ترقیات کو اُس سے ایسی مغائرت ہے جو ایمان کو کفر سے۔ یا نور کو ظلمت سے۔ یا آبادی کو دیرانہ سے۔ تو ان حالات سے اُس کا جی بھرا آیا۔ اور ہمتن اُس کی حل مشکلات میں مصروف ہو گیا۔ اور جو کچھ ہو سکتا تھا برسوں اُس پر سوچا کیا۔ دل اور دماغ سے۔ قلم اور زبان سے۔ مال اور جان سے جو مدد مل سکتی تھی وہ ساری اُس پر صرف کر دی۔ اور آخر کو ایک سوسٹنی قائم کی۔ اخبار جاری کیا۔ علمی کتابوں کے ترجمے کر کر شامل کئے۔ مگر جب تھوڑے عرصہ کے تجربہ سے اُس کو معلوم ہو گیا۔ کہ یہ تدبیریں موجودہ حالات کے لحاظ سے غیر تسلی بخش اور ناکافی ہیں تو فاتح قوم کے عروج اور اقبال مندی کا زندہ نمونہ دیکھنے کے واسطے لندن تک کا سفر اختیار کیا۔ اُس کے حالات کو نظر عبرت سے دیکھا۔ اُس کی ترقی کے اسباب کو جانچا۔ پھر ان سب اسباب کا موازنہ اپنی قوم کے حالات سے کیا۔



و اس تمام تر سفر کا نتیجہ یہ نکالا۔ کہ جو قوم دوسری قوم کے ماتحت رہ کر ترقی کرنا چاہو عزت اور آرام سے زندگی بسر کرنے کی خواہشمند ہو۔ غیر قوموں کے سامنے اولوالعزمی کا پتھر را بلند کرنا اُس کے مد نظر ہو۔ اُس کو لازم ہے کہ قوم کی زبان اور ان علوم کو سیکھے جو دنیا میں مفید اور بکار آمد ہوں۔ اور ایک قومی دارالعلوم قائم کرے جو اس ضرورت کے انصرام کا ثقیل ہو۔

اب اس بزرگوار نے ہندوستان میں واپس آکر چاہا کہ جو تجارت غلیہ اس لیے چڑھے بڑے سفر میں چل گئے ہیں قوم کو اُن سے آگاہ کرے۔ مگر قوم کو دیکھا کہ قومی سلطنت کا پایہ اٹھ جانے سے۔ علوم و فنون کی تحصیل چھوڑ بیٹھنے سے اُس پر ادبار چھا گیا ہے۔ خواب غفلت میں پڑی آئندہ رہی ہے۔ دوسری پکار سے اُس کی آنکھ کھلتی ہے۔ اور یہ معمولی چھوڑ سے کروٹ بدلتی ہے۔ تب ایک شیریں کلام۔ بلند آواز۔ اُن تھک طبیعت کو اُس مرتبت پر اس کی سیریلی آواز میں وہ غضب کی طاقت تھی کہ جس دل میں گئی جادو کی طرح اثر کرتی تھی گھر میں پہنچی مقتناطیس کا کام کر دکھایا۔ سوتوں کو جگا دیا۔ مستوں کو ہوشیار کر دیا۔ روہتوں میں روح پھونک دی۔ زندہ دلوں کو روح القدس کا اثر عطا کیا۔ وہ شیریں کلام بن تھا، مقدس تہذیب الاخلاق جس کی اشاعت کا انتظام درپیش ہے۔

!! یہ وہی تہذیب الاخلاق ہے :-

جس نے مسلمانوں کی حسن معاشرت کا بیڑا اٹھایا +  
جس نے اسلامیوں کے اصلاح تمدن کا بارگراں اپنے ذمہ لیا +  
جس نے پاک مذہب سے رسم و رواج کے ادھام باطلہ کو دور کر دیا +  
جس نے دنیا کو بتا دیا۔ کہ سچا اسلام ہر قسم کی دینی و دنیاوی ترقیات کرنے کو بہرہ و جودہ ہے +

جس نے غیر مذہب والوں پر ثابت کر دیا۔ کہ اسلام ہی وہ مذہب ہے جو انسانی فطرت کے مطابق ہے +

جس نے عام و خاص پر ظاہر کر دیا۔ کہ مصلحان بنی آدم میں سے جس کی شریعت دنیا زندگی کے ساتھ وابستہ ہے۔ وہ نبی عرب محمد صلم کی ذات بابرکات ہے +  
اُن کتاب تو ایسی ہی ہے مگر اب کہاں۔ کچھ تو پہلے ہی گنتی کے نسخے چھپا کرتے تھے اب بیس برس کی مدت نے اُس کو اور ناپید کر دیا۔ اگر کہیں اتفاقیہ بکتی ہوئی مل بھی جائے

تو پھر عام کو اس کی خریداری اور نفیس طبلۃ کو اس کی گرانباری - متعذر - غریب !  
 کہاں سے لائے - اور امیر آدمی اس کی سات جندوں کی ورق گردانی کا کس طرح  
 پس سہولت اس کی مقتضی ہوئی ہے - کہ کل اولڈ اڈیشن (عہد عتیق) چار حصوں  
 کیا جائے - اور ہر حصہ کی قیمت دو روپے قرار پائے - ترتیب مضامین کے لحاظ سے  
 حصص یوں ہے :-

پہلے حصہ میں نواب محسن الملک محسن الدولہ مولوی سید ہمدی علی خاں صاحب بہادر  
 نواز جنگ کے مضامین قیمت دو روپیہ (ع) +  
 دوسرے حصہ میں عالی جناب آغیہ بل ڈاکٹر سید محمد خاں صاحب بہادر لکے -  
 آئیں - آئی کے کل مضامین - قیمت تین روپے (سے) +  
 تیسرے حصہ میں نواب اعظم یار جنگ مولوی محمد چراغ علی خاں صاحب بہادر مرزا  
 کے مضامین - قیمت (عہد) +  
 چوتھے حصہ میں نواب انتصار جنگ مولوی مشتاق حسین - مولوی الطاف  
 حالی - شمس العلماء مولوی ذکا اللہ - مولوی ہمدی حسن - سید محمود وغیرہ صاحبان  
 مضامین - قیمت (عہد) +

قوم

خدم

فاکسار فلک فضل الدین کے زئی - نقشبند مینزل

تاجرتب قومی و مالک اخبار اشاعت

کوچہ گلے زئیاں بازار کشمیری

لاہور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِحْسَانِ عَام

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًا غَلِظَ الْقَلْبُ  
لَا لَفَضُوا مِنْ حَوْلِكَ

۱۔ اپنے بھجنسوں سے شفقت اور نرمی برتنی تائی بنی نوع سے خیر اندیشی کرنی۔ اُن کا بھنا چاہنا بلکہ اپنی منفعت پر غیر کی منفعت کو مقدم رکھنا۔ اپنے دشمنوں۔ مخالفوں اور بدخواہوں سے احسان و مروت اور عموماً دوستی کرنا بلکہ اپنے مخالفوں کی خطاؤں سے درگزر کرنا۔ اپنے دشمنوں کی بدخواہیوں کو معاف کرنا اُن کی عداوت اور رنج دہی پر صبر کرنا اور بُرائی کے عوض ہمیشہ بھلائی کرنا۔ یہ عمدہ اور فضل محاسن اخلاق ہیں جو ہمارے اسلام اور قرآن نے ہم کو سکھلائے ہیں۔ ہر چند کہ حکمائے سابقین کئی زمانوں کے تجربہ اور عرض و روانی کی فکر و غور سے ایسے محاسن اخلاق کے قریب قریب پہنچے تھے۔ اور نہ کوئی ایک ہی حکیم تھا جس نے یہ سب عمدہ مکارم اخلاق کی باتیں سکھلائی ہوں بلکہ مختلف اور متعدد حکیموں اور فیلسوفوں نے بہت کچھ سرد و گرم زمانہ دیکھ کر اُن میں سے بعض بعض باتیں محاسن اخلاق کی بیان کیں۔ لہٰذا چونکہ انسانی خیالات تھے۔ جن کا ٹھیک ٹھیک ہر ملک و مروج کی مختلف طبیعتوں کے اندازہ کے موافق ہونا اُن حکیموں کی عقل کی دور اندیشی سے باہر تھا اور خیالات انسانی افراط و تفریط سے بھی خالی نہ تھے۔ لہٰذا اُن پر وثوق کلی اور اعتماد قطعی بغیر وحی کے انکشاف کے ممکن نہ تھا۔ چنانچہ وہ وحی الہی جس کا انکشاف تمام عالم پر قرآن کے ذریعہ سے ہوا اس وحی کامل نے ان سب اخلاق حسنہ کو تمام و مکمل ہر ایک زمانہ اور ملک کے مناسب حال اور اندازہ کے موافق ہم لوگوں پر ظاہر و منکشف کیا۔

۲۔ اس بارہ میں جو احکام ہم کو قرآن شریف کے ذریعہ سے ملے ہیں وہ ایسی و نفع اور صورت میں نہیں ہیں۔ کہ کسی خاص صورت یا رکوع میں بہ حیثیت مجموعی جمع کر کے رکھا ہو جو کہ تفصیل اور تکلف سے خالی نہ ہوتا اور جس سے کہ ایک طرح کے دکھلاوے کی ترکیب اور نظاہری

بندش پائی جاتی بلکہ تمام مصحف میں ان پاک احکام اور عمدہ اخلاق کو ہر ایک قسم کے ذکر میں ایسی سچی مصاصت سے تفرق بیان کیا ہے کہ پڑھنے اور سُننے والوں کو ہر وقت اور ہر مضمون کے ساتھ ان نیکیوں اور اخلاق کی تنبیہ اور یاد دہانی ہوتی رہی اور اس وحی کے جس مقام کو بلا قصد و بلا تعین پڑھا جاوے وہیں پر ان میں سے کوئی دُکوئی نصیحت ضرور پائی جاوے +

۳۔ ہم کو قرآن مجید یہ بات سکھاتا ہے کہ ہم کو لازم ہے کہ بدی کے عوض میں نیکی کریں اور خدا کا یہ حکم حکم ہے کہ ہم اپنے دشمنوں سے برائی کے عوض میں بھلائی کریں +

(۱) وید دؤن بالکھسنۃ السیتۃ اولئک لہم عقبی الدار (سعد - ۲۰) +

جو لوگ بُرائی کے عوض میں بھلائی کرتے ہیں اُنہی لوگوں کے لئے دار آخرت ہے +

(۲) اولئک یؤتون اجرہم مرتین بما صبروا - وید ساؤن بالکھسنۃ

السیتۃ (قصص - ۵۴) +

اُن لوگوں کو دوہرا اجر ملیگا اس لئے کہ اُنہوں نے صبر کیا اور بھلائی کرتے ہیں بُرائی کے بدلے +

(۳) اِدفع بالتی ہی احسن (مومنون - ۴۸) +

بُری بات کا جواب وہ کہ جو کہ بہتر ہے +

یہ صاف سی بات ہے کہ قرآن مجید نے ہم کو محض حکماً یہ بات سکھلا دی یا ہم اُس کو بلا تصدیق محض ایمان کی راہ سے تسلیم کر لیں - نہیں بلکہ ایسی نیکی کرنے کی بدیہی دلیل اور صریح نتیجہ بھی بتا دیا +

ولا تستوی الحسنة ولا السيئة ادفع بالتي هي احسن فاذا الذي بينك وبينه عداوة كانه ولي حميد وما يلقاها الا الذين صبروا وما يلقاها الا ذو حظ عظيم (حمد سجدہ ۴) +

برابر نہیں نیکی اور نہ بدی جواب میں تو کہہ اس سے بہتر پھر تو دیکھے کہ جس میں تجھ میں دشمنی تھی جیسے دوست دار بناتے والا اور یہ بات ملتی ہے اُنہیں کو جو صبر کرتے ہیں اور یہ بات ملتی ہے اُن کو جس کی بُری قسمت ہے +

(۴) پھر قرآن ہم کو یہ بھی سکھاتا ہے کہ بدلہ لینا کو معروف یا مقصداً عداوت ہو اور ایسا کرنا سہل بھی ہے مگر اس کے کرنا نہ اخلاق کا یہی حکم ہے کہ مخالفوں کی خطاؤں اور بُرائیوں کو معاف کر دو اور عفو یا درگزر کرو +

وجزاء سيئة سيئة مثلها فمن عفي واصلم فاجرا لا على الله (شوری - ۴۸) +

برائی کا بدلہ بُرائی ویسی ہے پھر جو کوئی معاف کرے اور سنوارے تو اُس کا ثواب ہے  
اللہ کے ذمہ +

وان عاقبتکم فاقبوا بمثل ما عوتبتہم بدولتہ صبرتمہ لبوخیبر  
للتائبین (نحل) +  
اگر بدلہ لو تو بدلہ وہی قدر جتنی تم کو تکلیف پہنچے اور اگر صبر کرو تو یہ بہتر ہے صبر کرنے والوں  
کے لئے +

ولمن صبر وغفر ان ذلک من عنہ الا موسیٰ (شوریٰ) +  
اور البتہ جس نے صبر کیا اور معاف کیا بیشک یہ بہت کے کام ہیں +  
فاعفوا واصفحوا حتیٰ یأتی اللہ بامرہ (بقرہ) +  
سو معاف کرو اور درگزر کرو جب تک بھیجے اللہ اپنا حکم +  
فاعف عنہم واصفح ان اللہ یحب المحسنین (مائدا) +  
سو معاف کرو اور درگزر کرو اُن سے اللہ بیشک دوست رکھتا ہے نیکی والوں کو +  
فاعف عنہم وقل سلام (زخرف) +  
سو تو درگزر کرو اُن کی طرف سے اور کہہ سلام +  
ان آیاتِ محکمات میں قرآن نے کئی طرح پر ہم کو نصیحت کی کہ بُرائی کرنے والوں کو معاف کرو  
بدلہ نہ لو بلکہ صبر کرو بخشنہ و درگزر کرو اور مخالفوں سے نیکی کرو اُن پر احسان رکھو +  
(۵) اور اس سے زیادہ اُوپر بھی صاف صاف کہہ دیا ہے +  
یا ایہا الذین امنوا ان من ازواجکم واولادکم عدو لکم فاحذروہم وان تعفوا  
ونصفحوا تغفوا فان اللہ یعقود رجولکم (تقابن) +  
اے ایمان والو! بعض تمہاری جوروں اور اولاد دشمن ہیں تمہاری سوان سے بچتے رہو +  
اگر معاف کرو اور درگزر کرو اور بخشو تو اللہ ہے بخشنے والا مہربان +  
دیکھئے اس میں دشمنوں کے حق میں بھلائی اور احسان کے واسطے کیسی تاکید سے الفاظ  
فرمائے ہیں۔ معاف کرنا۔ درگزر کرنا۔ بخش دینا۔ اور اُس پر بھی اخیر میں اشارہ کیا ہے کہ خدا غفور و رحیم  
ہے پس تم بھی اپنے دشمنوں سے ایسی خصلت بخشش اور رحم کی اختیار کرو +  
(۶)۔ قرآن نے ہم کو یہ بات بھی اچھی طرح سے واضح کر دی کہ ہماری یہ خصلت کہ ہم اپنے  
دشمنوں سے مہربانی کریں اُنکی بُرائیوں سے درگزر کریں کیوں پسندیدہ ہے اور ہم کیوں ایسی باتیں  
اور عنایتیں اپنے مخالفوں سے کریں۔ چنانچہ لکھا ہے +

ويعفووا ليصفوا لا يتجبنون ان يعفوا الله لكفر (نفس-۶۳) \*

اور چاہئے کہ معاف کریں اور درگزر کریں کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ معاف کرے تم کو؟  
اس میں صاف سمجھا دیا کہ چونکہ تم اپنے گنہگاروں - خطاکاروں - دشمنوں اور مخالفوں سے  
ایسا شیوہ عفو و غفران کا اختیار کرو گے تو خدا بھی تمہاری خطاؤں سے درگزر کریگا \*

اس فقرہ میں لا يتجبنون ان يعفوا الله لکفر بڑی حکمت بھری ہے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ  
خدا ہماری خطاؤں کو معاف کرے تو لازم ہے کہ ہم بھی اپنے خطاکاروں کی تقصیریں معاف کریں  
اگر ہم توقع رکھتے ہیں کہ خدا ہم کو بخش دے تو ضرور ہے کہ ہم بھی آذروں کی خطائیں بخش دیں۔ آیت  
ہم کو صاف یہ سکھاتی ہے کہ ہم ہمیشہ خدا سے یہ دعا کریں کہ جیسے ہم اپنے نصیرواروں کو معاف  
کرتے ہیں ویسے ہی خدا بھی ہماری تقصیریں معاف کرے \*

(۷) : ہم کی معاشرت میں (خواہ ہمارے اہل معاشرت مسلمان ہوں یا غیر مسلمان -  
دوست ہوں یا مخالف) عدل اور احسان برتنا اور انصاف مد نظر رکھنا ایک حکم حکم اور امر  
لازم ہے \*

ان الله يامر بالعدل والاحسان (نحل) \*

اللہ حکم کرتا ہے انصاف کرنے کو اور بھلائی کرنے کو \*

وتعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الاثم والعدوان (مائدہ) \*

آپس میں مدد و نیک کام پر اور پرہیزگاری پر اور نہ مدد و گناہ پر اور نہ عداوت پر  
پھر اس سے بھی واضح کر کے صاف سمجھا دیا کہ کسی قوم کی عداوت تم کو عدل کرنے سے  
نہ باز رکھے اور کسی جماعت کی دشمنی تم کو انصاف کرنے سے نہ روکے۔ تم سب اپنے دوستوں  
سے اور دشمنوں سے عدل اور احسان اور انصاف برابر قائم رکھو \*

يا ايها الذين امنوا كونوا قوامين لله شهداء بالقسط ولا يجرمنكم شنآن

للعفو والصغم من المسيئين حسن مندوب فربما وجب ذالك - ولو لم يجب عليه  
الاهذه الاية لکنى - لا تنزلى الى قوله لا يتجبنون ان يعفوا الله اكد فطلق العفران  
بالعفو والصغم - وعنه عليه السلام من لم يقبل عذر المتقسط كاذباً كان اوصادقاً  
لم يرد علي حوضي يوم القيامة - وعنه عليه السلام افضل اخلاق المسايين العفو  
والصغم وعنه ايضا نأدي مناد يوم القيامة الامن كان له على الله اجر فليقيم الا اهل  
العفو تبتلا من عفى واصلم فاجزه على الله - وعنه عليه السلام ايضا لا يكون العبد في فضل  
حتى يصل من قطعه ويعفو من ظلمه ويعطي من حرمه - تفسير كبير \*

قوم علیٰ ان لا تعدن لواءہا قرب للفقوی (مائڈ ۴) \*

اے ایمان والو! کھڑے ہو جا یا کرو اللہ کے لئے گواہی دینے کو انصاف کی اور ایک قوم کی دشمنی کے باعث عدل نہ چھوڑو عدل کر دیہی بات لگتی ہے تقولے سے \*

(۸) بعض نکتہ چین ظاہرین مخالفان اسلام نے ان ظاہر اور روشن احکام سے تغافل کر کے ایسا گمان کر لیا کہ گویا قرآن ایسے احکام عفو عام بخشش تمام اور محسن اخلاق سے خالی ہے اور نہ اسی قدر پر انہوں نے اکتفا بلکہ اور بھی ترقی کر کے یہ سمجھے کہ قرآن میں بعض احکام ان نیکیوں کے برخلاف ہیں۔ کبریت کلمۃ تخرج من افواہہم ان یقولون الا کذباً \*

تمام محسن اخلاق کے پیشوا اور سب نیکیوں کے نمونے ہمارے پیغمبر خدا ہیں۔ ولکہ فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ اور ہم کو ان کے انخال کا کیا اچھا نمونہ ملا ہے کہ وہ اپنے سب دوستوں اور دشمنوں سے کمال نرمی شفقت اور رحمت سے پیش آتے ہیں اور یہ صرف دعویٰ ہی نہیں ہے بلکہ اسکی دلیل بھی بدیہی موجود ہے کہ اگر پیغمبر خدا کے اخلاق ایسے نہ ہوتے تو یہ جتنے لوگ ان کے ساتھ جمع ہوئے تھے اور مخالفین تھے ان سے ٹوٹ کر آئے تھے ان میں سے ایک بھی نہ آتا کسی بدراج خشونت کر نہیالے کے پاس کوئی نہیں آتا بلکہ یہ شفقت اور اخلاق نرم دلی اور لینت ہے جو سب کو اپنا ہو یا بیگناہ کھینچ لاتی ہے۔ دیکھو وہ آیت قرآن جو ہمارے مضمون کی زیندہ عنوان ہے اس پر پھر نظر کرو اور پڑھو کہ خدا پیغمبر سے فرماتا ہے \*

فما دحمتہ من اللہ لنت لہم ولہ اکنت فظاً غلیظ القلب لا نفصوا من حولک فاعف عنہم واستغفر لہم \*

یہ کچھ خدا ہی کی مہر سے ہے کہ تو ان کو نرم دل ملا اور اگر تو سخت اور سگدل ہوتا تو وہ تیرے پاس سے بھاگ جاتے سو تو ان کو معاف کر اور ان کے لئے غلطی معفرت کر \*

پس ہم کو قرآن کے احکام اور پیغمبر کے نمونے سے بھی واجب و لازم ہے کہ ہم اپنے دشمنوں اور مخالفوں سے بھی یہ نرمی و محبت پیش آویں ان سے بھی نیکی اور بھلائی کریں اور باہم برادرانہ برتاؤ کریں تاکہ بگناہوں کی غلط فہمی ہمارے قول اور فعل سے دور ہو جاوے \*

(۹) مگر اس میں شک نہیں کہ فرق مراتب ضرور ہے گو ہم کو عام محبت کا حکم ملا ہے مگر یہ مراد نہیں کہ جو اخلاص اور محبت خاص اہل ایمان سے کی جاتی ہے اور جس کا مرتبہ عام محبت سے زیادہ ہے ویسی ہی محبت اور اخلاق غیر ایمان والوں سے بھی برتے جاویں۔ چنانچہ جو شدت کفار کی سرزنش اور تنبیہ میں ان کے عصیان نافرمانی فساد اور ناخدا ترسی کی وجہ سے درگرو و بچو نرمی اور سلامتی کے ساتھ ان سے برتی جاتی ہے اور جو محبت ایمانی اور خاص دوستی جس کے

ایمان کی حیثیت سے مومنین مستحق ہیں (علاوہ اُس عام دوستی کے جو مقتضائے فطرت الہی ہر ایک انسان کو کرنی چاہئے) ان دونوں باتوں کی تفاوت پر اس آیت میں اشارہ ہوا ہے +

محمد رسول اللہ والذین معہ اشدا علی اللفظ ارحماء بینہم +

محمد رسول اللہ کا جو اُسکے ساتھ ہیں زوراً اور ہیں کافروں پر اور نرم دل ہیں آپس میں +

پس یہی فرق اور امتیاز ہے جو اب مندرجہ بالا اور اُسکے ہم منعمون آیتوں میں بیان ہوا ہے اور اسی فرق اور امتیاز کے اعتبار پر قواعد جنگ و قتال کے متعلق مخالفین مخالفین کی نسبت یہ حکم ہوا کہ جو لوگ مسلمانوں سے دین کی بابت لڑتے ہیں اور مسلمانوں کو اذیتیں اور تکلیفیں پہنچاتے ہیں اُن سے ایسی حالت میں دوستی نہ کی جائے کیونکہ حالت جنگ اور قتال میں نامناسب ہے کہ مسلمانوں کے گروہ کے آدمی مخالفین اور مخالفین سے محبت کر کے اپنے ضعف اور شکست کا باعث ہوں مگر صاف صاف کہہ دیا کہ جو دشمن اور مخالفت تم سے دین کی بابت قتال نہیں کرتے اُن سے نیکی اور انصاف کرنے کو خدا منع نہیں کرتا بلکہ حکم دیتا ہے مخالفین سے نیکی اور انصاف کرو کیونکہ خدا نیکی کرنے والوں اور انصاف کرنے والوں کو دوستی رکھتا ہے صرف انہیں لوگوں سے ایسی حالت میں دوستی منع کی گئی ہے جو کہ دین کی بابت مسلمانوں سے لڑتے تھے اور جنہوں نے مسلمانوں کو گھر سے نکالا اور اس پر ایک دوسرے کی مدد کی +

لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ - اِنَّمَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ قَاتَلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَأَخْرَجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ وَظَاهَرُوا عَلَىٰ إِخْرَاجِكُمْ أَنْ تَوَلَّوْهُمْ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَوَلَّيْكُمْ هُمْ الظَّالِمُونَ (ممتحنہ)

اللہ تم کو منع نہیں کرتا اُن سے جو لڑے نہیں تم سے دین پر اور نکالا نہیں تم کو تمہارے گھروں سے کہ اُن سے کرو بھلائی اور انصاف کا سلوک اللہ چاہتا ہے انصاف والوں کو اللہ صرف منع کرتا ہے تم کو اُن سے جو لڑے تم سے دین پر اور نکالا تم کو تمہارے گھروں سے اور مدد کی تمہارے نکالنے پر کہ اُن سے کرو دوستی اور جو کوئی اُن سے دوستی کرے تو وہ لوگ ہیں گنہگار +

پس جنگ و قتال کی حالت کا ایک خاص قاعدہ ہماری معاشرت کا دستور العمل نہیں ہے بلکہ ہماری حسن معاشرت کا حکم عام یہی ہے +

”لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ“ +

(۱۰) یہ بات کہ منافقوں اور کافروں سے اُن کی شرارت اور فساد کی وجہ سے اُن کی سرزنش اور تنبیہ اور غلط فہمی انہیں کرنے میں وہ رعایت عام دوستی اور صلح و آشتی کی ہونی چاہئے اور یہ سرزنش عثری و سلامتی کے ساتھ کرنی چاہئے۔ اس کے ثبوت میں قرآن کے یہ احکام ہیں :-



۱۔ فاصفر عنہم وقل سلام +

سودرگزر ان سے اور کہ سلام ہے +

۲۔ اذا خالطہم الجاہلون قالوا سلاما۔ (فرقان) +

اور جب بات کرنے لگیں ان سے بے سمجھ لوگ تو کہیں صاحب سلامت +

۳۔ ادع الی سبیل ربک بالکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلہم بالتی ہی احسن (نحل) +

مجاہد اپنے رب کی راہ پر کئی بات سمجھا کر اور نصیحت کر کہ کھلی طرح اور بحث کر اس طرح جو احسن ہو +

۴۔ ولا تتجادلوا اهل الکتاب الا بالتی ہی احسن +

نہ جھگڑو تم اہل کتاب کے گراس طرح سے جو سب سے بہتر ہو +

۵۔ واعرض عنہم وعظمتہم وقل لہم فی انفسہم قولا بلیغا۔ (نساء) +

اور ان سے دگر ذرا اور ان کو نصیحت کر اور ان کے حق میں کئی بات کہہ +

ان آیتوں کے حکم سے ہم کو لازم ہے کہ جب ہم اہل معاصی اور کفار سے سرزنش کریں اور

ان کے فساد اور نا خدا ترسی پر ملامت کریں تو اس کو نیک طریقہ سے نرمی کے ساتھ یکمال اخلاق

سمجھا دیں +

(۱۱)۔ اس مقام پر ہم کو مسئلہ اکراہ کا بیان بھی ضرور ہے کہ آیات قرآن مجید میں تو نجا نسوں سے

ایسی نیکیاں اور نیک سلوک کرنے کا حکم ہے اور فحائش اور سرزنش میں بھی اخلاق کی رعایت پر ضرور

ہے تو ایسی صورت میں مسلمان ہونے پر مجبور کرنا کیونکر جائز ہو سکتا ہے۔ مگر ہمارے پاس ایک فبیہ

عدم اکراہ کے احکام کا موجود ہے جس سے یہ شبہ ہو ہی نہیں سکتا کہ مذہب کے باب میں زبردستی کا حکم

ہو یا کبھی جبر کیا گیا ہو +

۱۔ فن کذلک انت مذکر لست علیہم بمضیط (غاشیہ) +

پس تو سمجھا تیرا کام سمجھانا ہے تو ان پر کڑا نہیں +

۲۔ قل اطيعوا اللہ واطيعوا الرسول فان تولوا فاما علیہم ما حمل وعليکم ما حملتم وان

تطيعوا تھتدوا وما علی الرسول الا البلاغ المبین (نور) +

تو کہ حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا پھر اگر تم نہ پھیرو گے تو اس کا ذمہ ہے جو اس پر رکھا اور

تمہارا ذمہ ہے جو تم پر رکھا اگر اس کا کما مال تو تو راہ پاؤ اور پیغام واسے کا ذمہ نہیں مگر پہنچا دینا +

۳۔ فان تولوا فاما علیک البلاغ +

پھر اگر وہ پھر چا دیں تو تیرا ذمہ صرف پہنچا دینا ہے +

۴۔ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ ومن تولیٰ فاما اسئلناک علیہم حفیظاً (نساء) +

جس نے حکم مانا رسول کا اُس نے حکم مانا اللہ کا اور جو الٹا پھرا تو ہم نے تجھ کو نہیں بھیجا  
اُن پر نگہبان \*

۵۔ اتبع ما احی الیک من ربک لا الہ الا هو واعرض عن المشرکین (الغافر) \*  
"تا بعد اسی کر تو خدا کے بھیجے ہوئے حکم کی جس کا کوئی شریک نہیں ہے اور مت التفات کر  
مشرکوں کی طرف \*

۶۔ انما انت نذکرہ الناس حتی یقولوا ہومنین (یونس) \*  
آج کیا زور کرے گا تو لوگوں پر کہ ہو جاویں یا ایمان \*  
۷۔ وما انت علیہم بحیاد فذکر بالقلوب من یجات وعید (ق) \*  
اور تو نہیں اُن پر زور کر نیوالا سو تو ذکر قرآن سے اُس کو جو ڈرامیرے وعید سے \*  
۸۔ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول فان تولیتہ فاما علی رسولنا البلاغ المبین (تغابن) \*  
کہا مانو اللہ کا اور رسول کا پس اگر وہ پھر جاویں تو ہمارے رسول کا ذمہ صرف پیغام پہنچا  
دینا ہے \*

۹۔ ان ہذا تذکرۃ من شاء اتخذ الی ربہ سبیلاً (دھرا) \*  
یہ ایک نصیحت ہے پس جو کوئی چاہے اپنے رب کی راہ اختیار کرے \*  
۱۰۔ لکد دینکد ولی دین (کافرون) \*

تمہیں تمہارا دین اور مجھے میرا دین \*

۱۱۔ لا اکمل فی الدین \*

دین میں کچھ زبردستی نہیں۔ (بقرہ) \*

۱۲۔ یہ سب آیات حکمت ہیں جو کہ اور دین میں ظاہر ہوئیں یعنی اُس زمانہ کے لئے ہیں جب  
اسلام میں ضعف تھا اور اُس وقت کی بھی ہیں جب اسلام کو تمکنت اور شوکت حاصل ہوئی۔ مگر چونکہ  
کسی حالت میں جبر و اکراہ جائز نہیں رکھا گیا اس لئے وہی ایک بات ہر جگہ صاف صاف بیان کی گئی  
اور ایسا ہی برتا بھی گیا چنانچہ عین جدال و قتال کی حالت میں بھی باوجود طرفین کی مخالفت کے جو  
مشرک طلبگار امن ہو کر جماعت اسلام کی طرف چلا آتا تو اُس کو صرف قرآن کے پاک احکام اور نصاب  
سننا دینے کا حکم تھا اور جب وہ سن چکے تو اُس کو وہیں پہنچا دیں جہاں اُس کے امن کی جگہ ہے۔ حالانکہ  
یہ موقع اکراہ و جبر کا تھا مگر ایسی بات تو کبھی قرآن میں روانہ نہیں رکھی گئی \*

وان لحد من المشرکین استجدادک فاجر لا حتی یسمع کلام اللہ ثم ابلاغہ ما مہذولک

باتم فوہ لا یعلمون (براقہ۔ ۵) \*

اگر کوئی مشرک تجھ سے پناہ مانگے تو اُس کو پناہ دے جب تک وہ کلمہ شہادۃ کا پھر نہ بچائے  
اُس کو جہاں وہ بڑھ چکا ہے اس واسطے کہ وہ لوگ جانتے نہیں \*

یہ آخری فقرہ صاف دلالت کرتا ہے کہ اُن لوگوں کو اسلام کے محاسن اور قرآن کے مکارم  
اخلاق کی خبر نہیں اس لئے وہ جانتے نہیں ہیں کہ اسلام کیا چیز ہے پس اُن کو مسلمان کر نیکابی و ریت  
کہ اُن کو قرآن سنایا جاوے اور اُسکی فضیل تعلیم اور عمدہ نصائح سننے والے کے دل میں اثر کریں \*

۱۳۔ یہاں ذکر مقامات اسلامی کا آگیا اور ہم کو اُسکے ضمن میں یک لکھنا مناسب معلوم ہوگا -  
مقامات اسلامی کی منشا صرف مافعت تھی اور یہی غرض تھی کہ مشرکین کے ظلم و عداوت سے ضعیف  
مسلمین کو نجات ملے اور اُن کو بے روک ٹوک خدا کی عبادت کا موقع ملے اور مخالفوں کی زیادتی اور  
مؤدی کفار کا ظلم و ستم دور کیا جاوے اور اُن کی لڑائی بند ہو جاوے۔ یہ غرض نہیں ہے کہ وہ جبراً  
مسلمان ہو جاویں \*

لو کلا دفع اللہ الناس بعضہم ببعض لھمت صوامع و بیع و صلوة و مساجد رجم  
اگر نہ ہٹایا کرتا اللہ لوگوں کو ایک کو ایک سے تڑھ جائے جاتے سب تیکے اور مدرسے اور  
عبادت خانے اور مسجدیں \*

ما لکم الا تقانون فی سبیل اللہ والمستضعفین من الرجال والنساء والولدان  
یقولون ربنا اخرجنا من ہذا القریت الظالمہ اھلہا النساء \*

کیا وجہ کہ تم خدا کی راہ میں نہ لڑو حالانکہ کمزور مرد اور عورتیں اور بچے کہتے ہیں کہ یا رب ہم کو اس  
شہر سے جس کے لوگ ظالم ہیں نکال لے \*

غسی ان یکت باس الذین کفروا۔ (نساء) \*

قریب ہے کہ اللہ بندہ کی لڑائی کا فروں کی \*

اس بات کے کہنے کی ضرورت نہیں کہ مافعت کی لڑائی میں ابتدا مخالفوں کی طرف سے  
ہونی چاہئے کیونکہ انہیں کے ظلم و عداوت پر بننا چاری مافعت کی ضرورت پڑی اور یہی بات قرآن  
میں بھی منصوص ہے \*

ہم ہاں کہہ چکے ہیں کہ اللہ نے قرآن کو حکم ہوا تھا کہ تم ہرگز ابتداء نہ کرو ولا تقعدوا (بقرا) \*

۱۴۔ مخالفوں سے تو علی العموم قرآن میں ایسی نیکیاں اور احسان کر نیک حکم دیا گیا ہے اور  
عین حالت جنگ و جدال کی وہ شفقت اور کریمانہ برتاؤ ہے جو سورۃ براءۃ کی پانچویں آیت سے نقل  
کیا گیا کہ جو مشرک مسلمانوں کی پناہ میں آوے اُس کو قرآن کے احکام و نصائح سنا کر یہاں تک  
اُس سے رعایت کی جائے کہ جہاں اُس کی امن کا مقام ہو وہاں اُسے بغیر و عافیت پہنچا دیا جاوے

اب لڑائی کے بعد مغلوب اور مقید و فغانفوں کے واسطے عام حکم دے دیا کہ یہاں نہیں احسان رکھ کر مفت چھوڑ دیا فدیہ لیکر چھوڑ دو +

حتیٰ اذا ائخذتموہم فقتلوا وفاق فاما ما بعد واما فدا وحقی نضع الحرب وازارہا ذلک ولو لیشاء اللہ لاتنصر منہم و لکن لیبلو بعضکم ببعض (محمد) +

پھر جب خوب قتال کر چکو تو قید کر لو اور بعد اسکے یا احسان رکھ کر چھوڑ دیا فدیہ لیکر چھوڑ دو۔

جب تک کہ لڑائی بند ہو جاوے پھر خدا چاہے تو بدلا لے اُن سے مگر وہ تم کو جانچتا ہے +

غرض کہ مقید کر لینے کے بعد کا معاملہ منحصر ہے احسان رکھ کر چھوڑ دینے میں یا فدیہ لیکر چھوڑ دینے

میں اس کے سوا اور کوئی صورت نہیں اُن کو غلام بنا کر رکھنا اُن کو قتل کرنا۔ چنانچہ ضمیمہ آیت

اسی نکتہ پر اشارہ کرتا ہے کہ اگر خدا چاہے تو اُن قیدیوں سے بدلہ لے لے یعنی اُنہیں قتل کر دیے جانیکا

حکم دیوے مگر ترک مکافات پر ہم جگہ ترغیب دی گئی ہے اس لئے وہ تم کو اسی معاملہ میں آزماتا ہے کہ

کون احسان رکھ کر چھوڑتا ہے اور کون فدیہ لیکر چھوڑتا ہے +

بعض علمائے اہل بیت میں یہ دو زندگی کی کئی قیدیوں کو اگر چھوڑ دیں تو وہ پھر جا کر وہی مفسد پر داری

اور مسلمانوں کی اذیت شروع کرینگے اس لئے اُنہیں قتل ہی کیا جاوے مگر یہ رائے تو صاف اس حکم

کے خلاف ہے اور اس اندیشہ سے یہ تدبیر بھی مناسب نہیں ہے بلکہ اس کا علاج تو پہلے ہی قرآن میں

فرمایا ہے۔ وان تعودوا فلعد (انفال) یعنی اگر تم پھر وہی ظلم و زیادتی شروع کرو گے تو ہم پھر اپنا پچاؤ

کرنے کو تمہاری زیادتی دفع کریں گے اور نہیں روکیں گے +

غرض کہ قرآن کا اخلاق تمام اور احسان عظیم ہر ایک شخص سے عفو اور بخشش اور درگزر کرنا ہے

اور خصوصاً فغانفوں کو معاف کرنا علی الخصوص حالت جنگ میں بھی رعایت اور بعد جنگ بھی کمال عتات

اسلام کا طریقہ پسندیدہ ہے۔ اور ایسی الہامیہ تعلیم اور انسان کی ہر حالت اور حاجت کی مقدار اور اندازہ

کے موافق اس تفصیل سے اسی شریعت کا ملیں ہیں اور بس +

## اسلام کی دنیوی برکتیں

FOR OBVIOUS EFFECTS WHICH ISLAM HAS PRODUCED  
UPON THE WELFARE OF MANKIND.

ہم اس مقام پر اسلام کی دنیوی برکتیں بیان کرتے ہیں اور دکھلاتے ہیں کہ قرآن نے انسان کی اصلاح معاش کی باتیں کیونکر سکھلائیں اور یہ کہ ہم کو اپنے مجنسون سے کس طرح سلوک کرنا چاہئے اور یا ہم کے معاملات میں کس طرح پرہیز و عمل میں لانا چاہئے اور جن معاشرت کی ترقی کیونکر اسلام کی

درجہ سے ظہور میں آئی اور بنی نوع کی یہودی اور سلامتی اور کافرانہ نام کی جان و مال کی حفاظت کی کیا وصیتیں فرمائیں اور بادشاہ سے لیکر فقیر تک کیسے سب کو آزاد قرار دیا اور جلد بنی آدم کے امن و امان سے رہنے اور خدا کی برکتوں سے فائدہ مند ہونے کی کیا کیا سبیل ہوئی۔ اس مضمون کو ہم پہلے حفاظت اطفال سے شروع کرتے ہیں +

۲۔ دختر کشی کی بد رسم تو قدیم زمانہ سے تقریباً تمام جہان میں پھیلی ہوئی تھی یونان اور روم کبیر Abolished Infanticide. میں جہاں بڑے بڑے حکیم اور اہل ناموس گزرے ہیں یہ رسم پسندیدہ اور معروف تھی۔ مگر ملک عرب میں خصوصاً اور اور ملکوں میں عموماً قرآن نے ہی لڑکیوں کی جان بچائی اور تمام جہان میں جہاں تک اسلام کی دسترس ہوئی اُسی نے اُن بے رحم والدین کو جو لڑکی کو مار ڈالتے تھے خدا کے غضب اور قیامت کے عذاب سے ڈرایا۔ اسلام ہی کی تعلیم کے اثر سے دختر کشی کی رسم اسلامی ملکوں سے مٹ گئی۔ اسی کی پُر تاثیر اور خوف خدا دلانے والی تقریر سے قتل موؤدہ کی بج گئی ہوئی۔ اور جہاں اب اسلام پھیلتا جاتا ہے وہاں یہ رسم نسیاً نسیاً ہوتی جاتی ہے۔ شروع ہی سے قرآن نے اس مملکت رسم کے دفعیہ کا وعظ کیا +

”اذا الموءدة سئلت بائی ذنب قتلت“ (۱۵ رتکویں) +

۳۔ عرب میں جہالت اور حیثیت کے غلبہ سے لڑکیوں کا رکھنا ایک سخت ذلت اور اہانت تھی وہ کبھت اُن لڑکیوں کو یا تو ہوتے ہی مار ڈالتے تھے یا پال پر وس کے جیتا گاڑ دیتے تھے +

”اذا بشر احدہم بالانثی ظل وجہہ مسوداً وھو کظیمہ یتوا سرى من القوم من سوء ما ینبؤ بھا یمسکھ علی ھون امید سہ فی التراب“ (نخل) +

علامہ رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں واعلم انھم کانوا مختلفین فی قتل البنات فمنھم من یحفر بحفرة ویدفعھا فیھا الی ان یموت۔ ومنھم من ترمیھا من شاق جبل ومنھم من تعوقھا۔ ومنھم من یدن بھمکاً۔ وھم کانوا یفعلون ذلک تارۃ للغيرة والحمة وتارۃ خوفا من الفقر والفاقة ولزوم النفقة +

۴۔ یہ تو ایک خاص صورت لڑکیوں کے قتل کی تھی الا عموماً قتل اولاد بھی قدیم زمانہ سے ہوتا چلا آیا۔ افلاطون اور ارسطو یہ دونوں نامی حکیم قتل اولاد کے حامی تھے! ارسطو کا قول ہے کہ لنگڑے لڑکوں کا پرورش پا جانا کا فائدہ کمنا چاہئے اور جب کثرت بنی آدم کو کم کرنا منظور ہو تو تین میں جان

۱۵ اور جب بیٹی بیٹی گاٹھی کو پوچھے کس گناہ پر ماری گئی +

۱۶ اور جب خوشخبری ملے ایسے کسی کو بیٹی کی سلسلے دن ہے منہ اُس کا سیاہ اور جی میں گھٹ راپا چھتا پھرے لوگوں سے باہر بُرائی اس خوشخبری کے جو سنی اور اُس کو پہننے فے ذلت قبول کر لیا اُس کو داب دے مٹی میں +

پڑنے سے پیشتر استقاطِ حمل کرنا چاہئے۔ ملک اسپارٹا (یونان) میں یہ قانون تھا کہ جب کسی کے یہاں لڑکا پیدا ہوتا تو وہ شخص اس کو قوم کے وجود و ایمان کے پاس بیجا تا وہ لوگ اس کو ملاحظہ کر کے دیکھتے کہ وہ تمام اخلاقت اور تندرست ہے تو اسے حکم دیتے کہ اس کی پرورش کرے اور اگر اس میں کوئی عیوب دیکھتے تو کہہ بیجیتوس کے قریب گرا دیتے تھے۔ اہل روم میں بھی ایسا ہی دستور تھا کہ بچے کی پرورش اس کے باپ کی رائے پر موقوف تھی۔ قوم لورس میں بھی ایسا ہی دستور تھا کہ اگر بچے کا باپ چاہے تو اسے پرورش کرے ورنہ اگر اس میں ضعف و نقص پاوے تو جنگلی جانوروں کو کھلا دے بیجی قوموں میں بھی یہ ہنوز ایک رسم عام ہے۔ ایک سیلح نے بیان کیا کہ ملک دانوالیود کے بعض اضلاع میں تو قتل اولاد کی تعدد کل باشندوں کی ایک نصف سے بڑھ کر وراثت تک پہنچتی ہے۔ چین اور ہند میں اس کا عام رواج تھا اور ہنوز باقی ہے۔ قرآن نے اس رسم قبیح کی اصل و بنیاد پر گرفت کی اور فرمایا: "لا تقتلوا اولادکم خشيةً اِسلاماً یحزن فذہمہ دایا کذا قتلہم کان خطاً کبیراً" (اسی)۔ ۲۳

اولاد کی جان کو ایک اور آفت یہ تھی کہ بے رحم باپ اپنے عزیز نچھے بچوں کو بتوں کی نذر چڑھا دیتے اور قربان کرتے تھے۔ علاوہ اؤر ملکوں کے (مثل انگلستان، ہندوستان وغیرہ) جہاں انسانی قربانی عمل میں آتی تھی عرب میں بھی ایسے حادثات

Human sacrifices  
superseded

پائے جاتے ہیں۔ پروکوپیوس (مورخ ستہ ۴) لکھتا ہے کہ المنذر شقیق بادشاہ حرانی۔ (جس کو یونانی لہجہ میں المندروس ہوسکیلی کہتے ہیں) بادشاہ عثمان کی ایک بیٹی کو قید کر کے لات یا غزے کی قربانی چڑھا دیا تھا۔ اور پلوکرک (مورخ ستہ ۶) نے اسی بادشاہ کی ایک کیفیت لکھی ہے کہ وہ اپنے دو دوستوں کے قتل کے کفارہ میں ہر سال یومِ نحس کو آدمیوں کی قربانی کیا کرتا تھا۔ اسی مورخ اور نیزالو اگر یوس (ستہ ۶) نے ایک نعمان کا ذکر کیا ہے کہ وہ اپنے ہاتھ سے آدمیوں کو بتوں کی قربانی کیا کرتا تھا اور پور فرمی نے (ستہ ۶) مقام دینتہ میں جسے وقتہ الجندل قیاس کیا جاتا ہے۔ ایسی ہی قربانی کا ذکر کیا ہے۔ اور دور کیوں جاؤ۔ عبدالمطلب کا حضرت عبد اللہ کو قربانی چڑھائے جانے کی نذر کلاہلامی تاریخوں میں پایا جاتا ہے اور غالباً بالکل بے اصل نہیں ہے۔ اس قسم کی نذریمودے عرب میں آئی ہوگی ان میں یہ دستور تھا کہ بعض اولاد کو صرف دینی کام کے لئے مخصوص کر دیتے تھے حضرت مرثم بھی اسی قسم سے تھیں۔ "قالت امراۃ لعمران سب الی نذرت لک ما فی بطنی محمد" (۳۴) اگر عرب تو اس نذر میں کام ہی تمام کر دیتے تھے۔ اور غالباً اس آیت میں

لک ما فی بطنی محمد نے پچاسویں باب میں لکھا ہے (ص ۲۱۳ ستہ ۶) کہ انسان کی جان کسی عام آفت کے دفعہ کے لئے جب عہد قربانی ہے۔ غریفا اور مصر اور روم اور قحطائے کے تلخ انسانی غم سے آلودہ رہتے تھے اور عربوں میں بھی یہی رسم عام رہتی تھی اور تیسری صدی میں ہر سال ایک لڑکا قید و مہارت کا قربان ہوا کرتا تھا۔ الخ

اسی رسم پر پشاور ہے۔ کذا لک زین کلتیر من المشرکین قتل اولادہم شرکائہم لیردواہم ولیلبسوا علیہم دینہم ۱۷ (انعام - ۱۳۸) +

۶۔ جب اس طرح لڑکوں کی جان بچانے کا سامان کر دیا تو اب اسلام نے ان کے مال کی حفاظت اور یتیموں کی جائیداد ان کے متولیوں کی خورد و برد سے محفوظ رکھنے کے لئے یہ احکام صادر کئے اور عموماً ان سے شفقت

injustice.

اور اکرام کرنے کا حکم دیا +

۱۔ "کَلَّا بَلْ لَا تَكْرُمُونَ الْيَتِيمَ" ۱۷ (نحی) +

ب۔ "فَالَا يَتَذَكَّرُ أَلَّا تَعْلَمُ" (ضحی) +

ج۔ "وَاتُوا الْيَتَامَىٰ أَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا الْحَبِیْثَ بِالطَّيْبِ وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَهُمُ إِلَىٰ أَمْوَالِكُمْ إِنَّكَ كَانَ حَبِیْبًا" (نساء) +

د۔ "أَنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالِ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا" (نساء) +

ه۔ "وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّىٰ يَبْلُغَ أَشُدَّهُ" (انعام) +

و۔ "وَابْتَغُوا الْيَتَامَىٰ حَتَّىٰ إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ فَإِنْ آنَسْتُمْ مِنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوا إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا أَمْوَالَهُمْ فَأُولَٰئِكَ سَاءُ حَقِيقَةً" (نساء) +

ز۔ "وَمَا يَتْلُو عَلَيْكَ فِي الْكِتَابِ فِي يَتَا مِی النَّسَاءِ الَّتِي لَا تَوْفَقُ لهنَّ مَا كَتَبَ لهنَّ وَتَرَعَبْنَ" (نساء) +

۱۷۔ اس اسی طرح پہلی دھلائی تھی مشرکوں کو اولاد داری ان کے شرکیوں نے کہ ان کو ہاک کریں۔ اور ان کا دین غلط کریں +

۱۷۔ ۱۔ پر تم عزت نہیں کرتے یتیم کی +

ب۔ سو جو یتیم ہوا اس پر تہرہ کر +

ج۔ اور دے جاؤ یتیموں کو ان کے مال اور نہ بد لوگندہ متھری سے اور نہ کھاؤ ان کے مال اپنے مالوں

کے ساتھ یہ ہے بہت بڑا وبال +

د۔ جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھا۔ تہ ہیں وہ اپنے پیش میں آگ کھاتے ہیں +

ه۔ اور پاس نہ جاؤ مال یتیم کے مگر جس طرح بہتر ہو جب تک وہ پیچھے اپنی قوت کو +

و۔ اور سناٹے رہو یتیموں کو جب تک نہیں نکاح کی عمر کو پہنچا دیکھو ان میں ہوشیاری تو دیا کرو ان کے مال اور کھادیا

ان کو اور اگر اور گھر کر دیا سچ نہ ہو جاویں اور جو کوئی غنی ہے تو چاہے پھرتا ہے اور جو کوئی محتاج ہے تو کھائے موافق دستور کے +

ز۔ اور جو تم کو سناتے ہیں کتاب میں سو حکم ہے یتیم خورد توں کا زچہ تو تم نہیں دیتے جو ان کا مقرر ہے اور چاہتے ہو

کہ نکاح میں ہوں اور مخلوب لڑکوں کا اور یہ کہ قائم رہو یتیموں کے حق میں انصاف پر +

ان تشكوهن والمستضعفين من الرجال والنساء والولدان وان تقوموا الليتاني بالفسط (نساء-۱۹)

۱- اس جھلی آیت سے یہ پایا گیا کہ جو لوگ نابالغ اور یتیم لڑکے اور لڑکیوں کے دلی ہوتے تھے وہ  
Guardians interdicted to marry their minors. اُن سے اور اور طرح سے توجرو ظلم کرتے ہی تھے مگر ایک صحت  
نابالغی کے زمانہ میں نکاح بھی کر لیتے تھے اور اُس میں ان یتیموں کی کئی طرح سے حق تلفی ہوتی تھی اور  
جبکہ اُن سے مقصود صرف اُن کا مال لے لینا ہوتا تھا۔ تو حقوق زوجیت کی بھی رعایت نہیں کرتے  
تھے لہذا اُن لوگوں کو جن کی ولایت میں یتیم لڑکیاں تھیں منع کر دیا تھا کہ جن کے دلی ہوں اُن سے  
نکاح نہ کریں چنانچہ جن مقام پر اہل حق کے حوالہ اس آیت کے الفاظ ”وما یبئ علیکم فی الکتاب“ میں ہے  
”ان خفتم ان لا تقسطوا فی الیتامی فانکحوا ما طاب لکم من النساء من قبل وثلاث واربعا فان خفتم  
الا تعدوا فواحد“ (نساء) +

یعنی اگر تم کو اندیشہ ہو کہ یتیم لڑکیوں سے نکاح کر لینے سے ان میں انصاف نہ کرو گے تو نکاح کرو  
بالغ عورتوں سے دو دو تین تین چار چار پھر اگر ڈرو کہ برابر نہ رکھو گے تو ایک ہی یا جن کے (یعنی جن  
یتیموں کے) تمہارے ہاتھ مالک ہو چکے (نکاح سے) +

چونکہ یہ ایک صاحب شریعت و ناموس اہل قانون کا دستور ہے کہ قانون کے خلاف جو چیزیں  
ظہور میں آچکی ہیں اُن کو اکثر تو جمال و برقرار رکھا جاتا ہے اسی طرح گو اُن کو یتیموں یا نابالغوں سے نکاح کرنا  
(ان قباحتوں کے ظہور کی وجہ سے جن کا بیان ہو رہا ہے) منع کیا مگر جو یتیم لڑکیاں ان کی ملک مکمل  
میں آچکی تھیں اُن کو ویسے رہنے دیا اور اسی آیت کے آخر میں علاوہ اور تفسیروں کے پھر بھی ان

۱۰ وان کان الرجل منہم یضیم الیتیمۃ الی نفسه وما لہما وان کانت جمیلۃ تزوجھا واکل المال  
وان کانت ذمیتۃ عظمیٰ عن التزوج حتی تموت فانزہا (مدادک التفسیر) +

صاحب تفسیر عالم التنزیل نے اپنی سند سے روایت کی ہے اخبرنا عبد الواحد الملیحی نا احمد  
بن عبد اللہ النعمی نا محمد بن یوسف نا محمد بن اسمعیل نا ابوالیمان نا شعیب  
عن الزہری قال کان عمر و لا بن الزبیر یحدثانہ سال عایشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا  
وان خفتم ان لا تقسطوا فی الیتامی فانکحوا ما طاب لکم من النساء قالت ہی الیتیمۃ  
یکون فی حجرہا ویسأ فی عیب فی جمالہا واولیٰ یرید ان یتزوجھا بادی من سنۃ ناسھا فہو  
عن نکاحہن الا لان تقسطوا لہن فی المال الصدق وادھوا بکاس من سواہن من النساء الخ +

۲ وقیل ان خفتم الا تقسطوا فی نکاح الیتامی فانکحوا من البالغات یقال طابت الثمرۃ  
ای اور کت (مدادک) +



ملک نکاح میں آئی ہوئیں یتیم لڑکیوں کے حق میں انصاف کی وصیت فرمائی۔ وَاَنْ تَقْوُمُوْا  
لِّیْسَتَاھِلَ بِالْقِسْطِ +

اب یہاں پر عموماً دو اعتراض وارد ہونگے (۱) یہ کہ ماملکت ایمانکھ سے لونڈیاں مراد ہیں  
(۲) یہ کہ اس تقریب سے جیسے ہم نے معنی لئے ہیں اور بمعنی الّا ہوا جاتا ہے +

پہلے شبہ کا جواب تو ہم یہ دیتے ہیں کہ جبکہ ملک یمن کا اطلاق نکاح پر بھی ہوتا ہے اور نساء کے  
لفظ میں لونڈیاں بھی تو آگئیں اس لئے اب مکرر اس لفظ سے لونڈیاں یعنی فضول ہیں۔ اور توبہ عقلی  
کی بات ہے کہ حرف ماصرف غیر ذوی العقول کے لئے آتا ہے اور لونڈیاں کچھ انوثیت کی وجہ سے  
اور کچھ خرید و فروخت ہونیکے وجہ سے بہائم کی قسم میں ہیں کیونکہ اسی جگہ نسا پر بھی ما کا حرف آیا ہے  
”مأطاب لکد من النساء“ اور اس کے علاوہ خدا پر بھی یہی لفظ آیا ہے چنانچہ فرمایا ہے ”وَلَا اَنْذَرُ  
عَابِدُوْنَ مَا عْبَدُوْا“

اور دوسرے شبہ کا یہ جواب ہے کہ اولاً یہاں پر لفظ بطریق تخیل بین المعطوفین ہے جیسک اؤر  
جگہ بھی قرآن میں اسی صورت سے آیا ہے چنانچہ ”فقد یتدمن صیام او صدقة او فسق“ پس ایسے  
ہی اُن لوگوں کو جو اپنی ولایت کی یتیم لڑکیوں سے نکاح کر چکے تھے اختیار تھا کہ یا اُن کو رہنے دیتے  
اور آئندہ کو پرہیز کرتے یا چاہتے تو انہیں سے کنارہ کرتے اور ثانیاً اگر استثنائی صورت میں بھی تو آتا ہے  
چنانچہ بقراءت ۳۴ ع میں ”ولا جناح علیکم ان تطلقتم النساء مالم یقتضوهن او تقرضوا لھن فولیضۃ“

۸۔ ہر چند کہ کثرت ازواج قانون قدرت اور نظام الہی کے خلاف نہیں اور بعض ملکوں کی

آپ و سہا کی تاثیر اور وہاں کے رہنے والوں کی طبیعت کا  
Polygamy curtailed and  
restricted not on one side  
but on many sides.  
مقتضا اسکے جواز کا باعث ہے مگر عرب میں یہ اکثر رہی

بہت بے موقع اور حد کے درجہ پر تھا۔ اور چونکہ ازواج کا معاملہ انسان کی تہذیب معاش اور حسن معاشرہ  
میں بہت کچھ دخل رکھتا ہے لہذا اسلام نے اُس میں بھی اصلاح ضروری تصور کی اور کلام الہی میں  
بڑی حکمت سے ”فانکھو ما طاب لکد من النساء مثنی وثلث وارباع“ میں کثرت ازواج کے عدد کو  
بہت کم کر کے گھٹا دیا۔ اور نیز فان خلفد الا نعل لوا فواحدۃ“ میں عدالت کی ایسی سخت اور مضبوط  
قید لگا دی جو درحقیقت ہر ایک کو کثرت ازواج پر جرات نہ کرنے دے گی اور بعد اسکے خود تنزیل میں  
ایسی عدالت کے قایم نہ رکھ سکے اور اسکے قایم کرنیکی حرص کرنے پر بھی قاصر رہے گا نہ کہ فرمایا ہے  
”ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء ولو حصد ولا تمیلوا کل المیل فتننہا کما لحلقۃ (نساء)

۱۰۔ اور تم ہرگز عدالت یعنی برابری نہ رکھ سکو گے عورتوں میں اگرچہ اس کا شوق بھی کرو سونے پھر بھی نہ جاؤ کہ  
ذال رکھو ایک کو دوسرے اور صریح مکتی +

اور آیت ”ذٰلِكَ اَدْنٰی اَنْ لَا تَعْلُوْا“ میں اسی ممانعت کثرت ازواج پر حسب تفسیر امام شافعی  
 Polygamy discouraged. اشارہ پایا جاتا ہے تفسیر بیضاوی میں ہے ”فربان لایکثروا لکد  
 وعل المراد بالعیال الا ذواج۔ اسی صوت میں اس آیت کے معنی یہ ہونگے کہ تمہاری بیبیاں بہت  
 نہ ہو جاویں چنانچہ جس شخص کی عورتیں زیادہ ہوں تو کہتے ہیں اعال الرجل مگر اس محاورہ پر باب اعال  
 یعل سے تیلوا ہونا چاہئے۔ کہتے ہیں کہ حمیر کی زبان میں ایسا ہی بولتے ہیں یعنی تعولوا بمعنی تیلوا۔  
 یہی تفسیر امام شافعی نے اختیار کی ہے اور طلحہ بن المطرف نے بھی اس آیت کو تفسیر کے طور پر  
 تیلوا بیان کیا ہے اور ایسے ہی طاؤس نے بھی ۴

تفسیر معالم التنزیل میں ہے قال الشافعی ان لایکثروا لکد دما قالہ احد انما ینقال اعال  
 یعل عالة اذا کثروا لہ۔ وقال ابو حاتم کان الشافعی رضی اللہ عنہ اعلم بلسان العرب منّا فلعلہ لغة  
 وینقال ہی لغت حمیر قرعہ طلحہ بن المطرف ان لا تیلوا وحی حجة لقول الشافعی رضوان اللہ ۴  
 اور تفسیر کبیر میں ہے نقل عن الشافعی رضی اللہ عنہ انہ قال ”ذٰلِكَ اَدْنٰی اَنْ لَا تَعْلُوْا“ معنای  
 ان لایکثروا لکد۔ ومن المشہود ان طاؤس کان یقول ذٰلِكَ اَنْ لَا تَعْلُوْا۔ اور نیز امام فخر الدین انزہی نے  
 اچھی طرح پر رد کیا ہے ان اعتراضوں کو جو بعض مقلدین نے اس بحث میں امام شافعیؒ پر کئے تھے  
 ردیکھو تفسیر سورہ نساو آیت ۳ ۴

مسلمانوں ہی میں ایسے لوگ بہت کم ہونگے جو سمجھتے ہونگے کہ اسلام نے کثرت ازواج میں ایسی صلاح قرار دی ۴  
 ساواری جو ایک فرانسیسی مترجم قرآن ہے سورہ نسا کے ذیل میں لکھتا ہے کہ جب یہ آیت  
 ”فان خفتم ان لا تعدلوا فواحدہ“ نازل ہوئی تو عرب کے لوگوں میں اکثر پاس آٹھ آٹھ اور دس دس  
 عورتیں تھیں اور وہ ان سے بدسلوکی سے پیش آتے تھے۔ کثرت ازواج کا مالک مشرقی میں ہمیشہ  
 دستور رہا ہے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اسے گھٹا کر بہت کم کر دیا۔ انتہی۔ اور ہمارے یہاں کی چیزیں  
 بھی اسی کی موید ہیں۔ احمد اور ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کی ہے۔ ان غیلان بن سلمۃ الثقفی  
 لہا اسلحدلہ عشر نسوة فی الجاہلیۃ فاسلمن معہ فقال النبی صلعم اسلمت اربعا وفارق ساکونھن  
 اور ثمرع السنتی میں روایت ہے عن نوفل بن معاویۃ قال اسلمت وتفتی خمسة نسوة ففارق  
 النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال فارق واحدۃ وامسک اربعا ۴

۱۵ یہ روایتیں شکاکہ میں ہیں۔ ابن کار طلب یہ ہے کہ غیلان کے پاس دس عورتیں تھیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کچھ دیکھو  
 باقی کو جو اگر دارنوفل کے پاس پانچ تھیں ان سے بھی ایسا ہی کہا گیا ۴

نخیا اور غزنیوں نے بھی اس قسم کے حکم دینے چنانچہ جن یہودیوں نے خلافت توبریت ابنی عورتوں سے نکاح  
 کر لے لئے تھے وہ چھڑا دیئے (صحیحہ عزرا باب ۱۰ درس ۱۱ و ۱۲ و ۱۹) ۴

طامس کل لایل ایک مشہور عالم محقق کا قول اس مقام پر نقل کرنا بے موقع نہ ہوگا وہ لکھتے ہیں اسلام کی میل الی الشہوات کی نسبت بہت کچھ تقریریں اور تحریریں ہوئی ہیں اور یہ اعتراضات انصاف کی حد سے بڑھکر ہیں۔ وہ پروا نگیاں جو ہم کو قبیح معلوم ہوتی ہیں اور جن کی اجازت انہوں نے دی وہ خاص اُن کی ایجاد نہ تھیں انہوں نے ان باتوں کو عرب میں قدیم الایام سے مروج اور غیر معیوب پایا مگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ کیا وہ یہ کیا کہ اُن کو روک دیا نہ صرف ایک ہی طرف سے بلکہ کئی پہلو سے (کچھ ۲ صفحہ ۴۴۰ مطبوعہ ۱۳۲۷ھ) +

۹۔ سورہ نسا کی ۳۰ آیت جو کچھ صلی وفعیہ نقل ہوئی اور جس کی بحث، دفعہ میں ہو چکی ہے چار عورتوں تک کے حکم میں بہت صاف ہے۔ اور (Concubinage discouraged.) عورتوں میں آزاد اور غیر آزاد دونوں داخل ہیں۔

اور ہر ایک شخص جس کو یہود کے مسائل مختصرہ اور ایام جاہلیت کی رسم کی تقلید اور سبق ظن نہ ہو وہ قرآن کے لفظوں سے تو ایسا ہی سمجھے گا۔ چنانچہ جارج سیل مترجم قرآن (مات ۳۲۷) نے مقدمہ کتاب اور ذیل سورہ نسا میں ایسا ہی بیان کیا ہے کہ ازواج اور عماری یعنی بیبیاں اور لونڈیاں یہ دونوں اس قیدارِ حج میں محدود ہیں فقط مگر اب رسم تو یہ بڑی کہ لونڈیوں کے واسطے کوئی تعداد ہی نہیں! تاہم ہم کو فقہاء اور اہل الرائے کا اس قدر شکر گزار ہونا چاہئے۔ کہ انہوں نے آزاد عورت پر لونڈی کو جمع کرنا جائز نہیں کیا۔ امام ابو حنیفہ اسی کے قائل تھے چونکہ اجتہادی بات قرار پائی اس لئے اور علماء شیعہ و سنی نے کچھ انکار کچھ اقرار کیا مگر اوہم قرآن کو تو دیکھیں اُس میں کیا ہے۔ پانچویں پارہ کے شروع میں لکھا ہے +

ومن لم یستظم منکم طولا ان ینکم الحصنات المومنات فمن ما ملکت ایمانکم من فیتاتکم المومنات ذلک لمن خشی العنت منکم وان تصبروا خیر لکم +

اس میں فیتات مومنات سے نکاح کی اجازت تو ہے مگر تین شرطوں سے (۱) جبکہ

۱۰۔ ان الایۃ صریحہ فی انحصار سبب الایاحتہ فی القسمین الذکورین وہما الزواج و ملک الیمین علی سبیل انفصال الحقیقی ای اما زواج و ملک یمین بحیث لا یجتمعان ولا یرتفعان +  
کذا لالدقائق تفسیر آیات الاحکام۔ کتاب النکاح  
(ذیل آیت والدین ہم لغوجہم حافظون) +

۱۱۔ یعنی جس کو مقدور نہ ہو آزاد بیبیوں سے نکاح کرنے کا تو مسلمان لونڈیوں کو ملک نکاح میں لے آدے یا اس کے واسطے جو کوئی ڈربے تکلیف میں پڑنے سے اور اگر صبر کرے تو بہتر ہے تمہارے حق میں +



وصبرکم عن نکاح الاماء متعقبن خیر لکم لات فیہ اذقاق الولد ولا منها خراجة ولا جنة ممیتة مبتدلة وذلك كله نقصان یرجع الی الناکم ومجانته والعزلة من صفات المومنین وفي الحديث الحوا یرصلاح البیت والاماء عدا لئ البیت \*

۱۰۔ یہاں پر یہ اعتراض پیش ہو چکے کہ جب لونڈیوں کی اولاد میں ایسی ذلت اور اہانت ہے تو کیا لگایا گیا جاوے اُن بزرگوں کے حق میں مثلاً حضرت اسمعیل جو باجرہ سے تھے حضرت ابراہیم بن النبی جو ماریہ قطیبہ سے تھے یا محمد بن صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا شہر بن اور رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ائمہ اہلبیت تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت باجرہ کو لونڈی سمجھنا بے وجہ ہے وہ کسی طرح پر لونڈی نہیں ہو سکتیں۔ عوام یہود تو ضرور اس امر میں تعصب کرتے ہیں اور مسلمانوں کی روایتیں اس امر خاص میں اس وجہ سے اعتبار کے قابل نہیں کہ اصل لفظ اصحاب یا ائمہ نے باجرہ رضی اللہ عنہا کی نسبت کچھ ہی فرمایا ہو مگر چونکہ راویوں کی عقل اور دل میں ملک یمن سہا رہا ہے اور یہود نے بھی ایسا مشہور کر رکھا ہے پس وہ خواہ مخواہ روایت بالمعنی میں لفظ جاریہ یا ملک یمن ہی کہیں گے۔ مگر یاد رہے کہ ربانین یہودی روایتیں اس مضمون کی ہیں کہ باجرہ فرعون کی بیٹی تھیں اور اُس نے ابراہیم علیہ السلام کی کرامت اور بزرگی دیکھ کر اُن کو انہیں دیا تھا دیکھو کتاب بریثیت تباہ - ۵۱) علاوہ انہیں جن عورتوں کی نسبت کتب حدیث میں لکھا ہے کہ حرم تھیں (جیسے باجرہ) تو وہ لفظ فقہ کی اصطلاحی ملک یمن کے ہم معنی نہیں ہے۔ وہ تو شرعی بیبیاں تھیں جو حقوق زوجیت میں پہلی بی بی کے برابر ہوا کرتی تھیں۔ فرق اتنا ہی تھا کہ انتظام خانہ داری میں پہلی بی بی کو دخل رہا کرتا تھا۔ اور اگر یہ دوسری بی بی جو حرم کلمائی پہلے خادمہ تھی تو بعد نکاح بھی بدستور خدمت کرتی رہتی تھی (دیکھو تفسیر مارن جلد ۲ صفحہ ۴۳) \*

اور ماریہ قطیبہ سے ابراہیم بن النبی کا پیدا ہونا ایسا تاریخی واقعہ اور قطعی مثال نہیں ہے جس سے

Maria the coptic was not a concubine-rather an imaginary personage.

وہ ذلت اور خرابی لازم آوے جو اولادِ ولید میں لازم آتی ہے کیونکہ (۱) ماریہ تین عورتوں کا نام روایتوں میں ہے تو

یہ تینوں یا دونوں خادمہ النبی کلمائی ہیں ابن حجر عسقلانی نے تین نام لکھے ہیں۔ ابن مندہ نے ایک ماریہ جسکی کینت ام الربیعہ اور دوسرے ایک اور ماریہ خادمہ النبی الگ الگ لکھی ہیں اور ان سے روایت کی ہے مگر ابو نعیم نے دونوں کو ایک کر دیا ہے اور ماریہ قطیبہ ہنوز علیحدہ ہیں۔ ایسے اختلافوں سے ٹھیک نہیں معلوم ہوتا کہ کیا تھا (۲) یہ بھی قطعی نہیں کہ ماریہ کے پیڑ سے ابراہیم بن النبی پیدا ہوئے ہوں علی ابن الحسین حنفیہ الرازی نے اپنی تاریخ میں ابراہیم کو بطین خدیجہ سے لکھا ہے اور ماریہ کا ذکر بھی نہیں کیا اور ابن مندہ نے لکھا ہے: "واستسری جادیتہ قریظیتہ فولدت لہ ابراہیم" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابراہیم کسی قیدی کی لونڈی یہود قریظیہ سے پیدا ہوئے تھے (۳) ماریہ کی بعض

مخصوص رعایتیں از قسم ضرب حجاب وغیرہ جو روایتوں میں ہے اُس سے پایا جاتا ہے کہ ماریہ سے لڑائیوں کی طرح پیش نہیں آیا جاتا تھا بلکہ بیبیوں کی طرح (۴) ایک عیسائی بادشاہ کا ایک نبی کو دو چھوکیاں تحفہ میں بھیجی محض خلاف قیاس اور تعجب انگیز ہے (۵) ماریہ قبطیہ از قبیل عامہ امار نہیں ہو سکتی نہ کسی لڑائی میں قید نہیں ہوئی اور نہ وہ خرید یا فروخت ہوئی بلکہ مدینہ میں آنے سے پیشتر مسلمان ہو چکی تھیں (دیکھو ابن سعد کی روایت کتاب الاصابہ میں) ان وجوہ پر نظر کرنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کچھ بعید نہیں ہے کہ ماریہ ایک خادمہ ہو گئی اور انہیں کی کینت بھی ام الرباب ہو گئی اور اسی کو ابن سعد وغیرہ نے اپنے خیال سے کہہ دیا کان یطاہا بملک یمین +

زیادہ تعجب کی چند وہ غیر صحیح روایتیں ہیں جن کو اصحاب صحاح نے روایت نہیں کیا مگر آؤں  
 That a Chapter of the Koran was revealed in the affair of maria the coptic is utterly wrong.  
 ماریہ قبطیہ کو ایک مرتبہ حرام کر لینا تھا +

یہ روایت جیسا کہ ظاہر ہے سخاوت اور اسارت ادب سے خالی نہیں ہے۔ مگر ہم کو نقل بھی اُس کی صحت میں کلام ہے (۱) اس وجہ سے کہ علیہ اہل محل مثل بخاری و مسلم صاحب الصحیحین نے اس قصہ کی روایت نہیں کی اور اُن کا باوجود ضرورت اور حاجت کے اس قصہ کو طرح دینا اُس کی بے اعتباری کی دلیل ہو سکتا ہے۔ (۲) انہیں اہل صحاح نے اسی سوہ تحریم کی شان نزول میں نہ صرف یہی کیا کہ اس قصہ کو باوجود احتیاج چھوڑ دیا ہو بلکہ اسکے معارضیہ میں ایک آؤری سبب یعنی تحریم غسل کی روایت کی ہے (۳) تحریم ماریہ کی سبب روایتیں اخبار آحاد ہیں۔ (۴) مُضعف ہیں (۵) بعضی مرسل بھی ہیں (۶) کوئی بھی ان میں سے مرفوع نہیں۔ اور اسی لڑائیوں سے گو قہنی احکام کا استنباط ہوا کرے مگر قطعیت واقعہ اور تاریخی حالات کے ثبوت میں یہ اخبار بالکل غیر مفید عام ہیں +

آپ ہم اس میں تھوڑی سی قح تفصیلی بھی کرتے ہیں (۱) انسائی نے جو انس سے روایت کی ہے اُس میں ماریہ کا نام نہیں نکالتا لہذا متطہا فلہ یزل بہ حفصة وعایشۃ حتی حرهما پس کچھ مفید نہیں (۲) طبری نے زید بن اسلم تابعی سے روایت کی ہے مگر اُس روایت میں قطع نظر اس سے کہ ام ابراہیم کی کینت میں اختلاف ہے ایک بڑا نقص یہ ہے کہ وہ روایت مرسل ہے اور اسی لئے ضعیف ہے۔ علامہ سیوطی نے تذریب الراوی شرح تفریق الراوی میں لکھا ہے۔ ثم المرسل حدیث ضعیف لا یختتم بہ عند جماہیر الحدیثین کہا حکم کا منہد و مسلم فی صدیحہ وابن عبد البر فی التمهید و حکم کا حاکم بن مسیب و مالک و الشافعی و کثیر من الفقہاء و اصحاب الرسول والنظر لیل بحال الحدیث و لا ینہ یجمل ان یریکون غیر صحابی و اذا کان کذلک فیحتمل

ان يكون ضعیفا وان اتفق ان يكون المرسل لا یروی عن ثقة فالتوثیق مع الایہام غیر کامت  
 کہا سیاقی۔ ولان اذا کان الجہول المستثنی لا یقبل فالجہول عینا وحا لا اولی (۳) طبرانی نے  
 اور ابن مردودہ نے ابو ہریرہ سے معنعن روایت کی ہے جس میں تحریم ماریہ کا ذکر ہے مگر وہ خبر معنعن ہے  
 اور وہ ویسی ہی غیر معتبر ہے جیسی مرسل (۴) طبرانی کی ایک اور روایت جس طریق الضحاک عن  
 ابن عباس الخ ہے اور ضحاک کثیرا لارسال ہے اور اس کی روایت ابن عباس سے بلا واسطہ  
 نہیں ہے قال الزین العواقی والضحاک لیسیم مع من ابن عباس اور علامہ سیوطی نے اتفاق  
 فی علوم القرآن میں لکھا ہے وطریق ضحاک بن مزاحم عن ابن عباس سقطت فان الضحاک  
 لم یلقہ پس روایت منقطہ غیر صحیح ہے (۵) سعید بن منصور نے ابی مسروق اور حضرت عمرؓ سے  
 جو روایت کی ہے اس میں ماریہ بضمیمہ کا نام نہیں اور وہ روایتیں معنعن ہیں پس ضعیف ٹھہرتیگی  
 اور نیز اصل راویوں نے اپنا ماخذ نہیں بیان کیا \*

ایک تالیف جدید میں قصہ تحریم ماریہ کے ثبوت میں بڑا اہتمام کیا گیا مگر اصل کچھ نہیں ہوا۔  
 صفحہ ۱۳۱ میں لکھتے ہیں۔ صحیح بخاری میں ہے باب لم یحرم ما احل اللہ لک عن سعید بن جبیر  
 انه اخبرنا انه سمع ابن عباس یقول اذا حرما امراته لیس بشیئ وقال لک فی مرسل اللہ اسوة  
 حسنة۔ قال الشادح واما رد ذلك الی فضة ماریہ انتھی۔ مگر اس میں سارا زور و شور استدلال کا  
 شارح کے قول پر ہے مگر وہ شارح کا صرف خیال ہے ممکن ہے کہ تحریم عمل کی طرف اشارہ ہو \*  
 دوسری روایت انہوں نے نقل کی ردی النسائی عن سعید بن جبیر ان رجلا سال ابن  
 عباس فقال انی جعلت امواتی علی حراما فقال کذب لیست علیک الحرام ثم تدلی یا ایہا التبی  
 لم تحرم ما احل اللہ لک \*

مگر اس میں تو قصہ ماریہ کا کہیں سان و گمان بھی نہیں۔ ظاہر ہے کہ ابن عباس نے اس میں  
 عموم لفظ قرآن سے استدلال کیا۔ یہ کچھ ضرور نہیں کہ سبب بھی خاص وہی ایک ہو۔ علامہ سیوطی  
 لکھتے ہیں اختلاف اہل الاصول هل العبرة لعموم اللفظ او بخصوص السبب والا صم عندنا  
 الا قول وقد تولت آیات فی اسباب واتفقوا علی تعدیتها الی غیر اسبابھا الخ \*  
 اب ان روایتوں کے سوا اگر کوئی سند اس قصہ باطل کی پیش ہوگی تو اس میں بھی  
 انہیں ضوابط اور قواعد سے نظر کی جاوے گی \*

اور والدہ محمد بن حنفیہ کی مثال بھی بالکل غلط ہے کیونکہ وہ لونڈی نہ تھیں اور نہ ان پر حضرت  
 علیؓ نے لونڈی کے طور پر تصرف کیا چنانچہ سید مرتضیٰ علم الہدیٰ نے اپنی تصنیفات میں صاف لکھا  
 ہے۔ لم یستحبھا بالسببی بل لکھا ما و مہرھا \*

اور حضرت شہر بانو بھی ملک نہیں تھیں بلکہ وہ مدینہ میں آتے ہی قید سے رہا ہو گئیں  
تھیں دیکھو مناقب ابن شہر اشرب اور بچار الانوار کی ۱۲ جلد \*

(۱۱) عورتوں کے حق میں آزادی بہودی تہذیب اور عفت لباس میں احترام (سورہ نور)

اور اُن سے گفتگو میں ادب (ولا تواحدواھن سراً الا  
Islam elevated and improved the state of female sex.  
ان تقولوا قولا معروفا۔ ۲۴) کے احکام جاری کئے اور

ایسے احکام ان کی حالت کے موافق اور مناسب صادر کئے جو حکما رسا بعین سے نہ ہو سکے تھے اور  
ایسے ایسے احکام جن کو بجز اُس خالق حقیقی کے جو مرد اور عورت کی فطرت اصلی سے واقف اور اُن کا  
بنائو والا ہوا اور کوئی آگاہ نہیں ہو سکتا۔ جو بدر میں اوقیع رواج عورتوں کی نسبت تھے اور جو کچھ  
اُن کے حق میں ظلم و زیادتی مردوں کی طرف سے ہوا کرتی تھی ان سب باتوں کی اصلاح کی۔ جاہلیت  
کی بد رسموں میں سے ایک یہ رسم عام تھی کہ باپ کے مرئیے کے بعد بیٹا اُس کی سب بیبیوں کا جبراً اور کرہاً  
ہوا کرتا تھا اور اُن سے نکاح بھی کر لیتا تھا مگر ان سب قبیح اور کرہ دستوروں کو قطعاً موقوف کیا \*

”یا ایہا الذین امنوا لا یحل لکم ان ترثوا النساء کورھا“ اور ”ولا تتخلوا ما انکم ابااء کم من  
النساء الا ما قد سلف انہ کان فاحشۃ بفتا وساء سبیلاً“ (نساء) \*

ایک مقام پر انجیل ولیم صیو صاحب اپنی سیرت محمدی (جلد ۲ صفحہ ۳۰۳) میں اس کا اعتراف  
کرتے ہیں کہ ایک امر خاص میں محمد صلعم نے عورتوں کو ایک سخت اور ناگوار قباحت سے چھڑایا وہ یہ تھی کہ  
بیٹا اپنے باپ کی بیبیوں کا وارث ہوا کرتا تھا \*

یہ رسم جیسے کہ قدیم سے ہوتی آئی تھی اُس وقت میں بھی اس کی ایک مثال ہے یعنی زید بن امر  
بن نفیل اور حضرت عمر ابن خطاب بن نفیل باہم چمپرے بھائی اور ایک حساب سے چچا بھتیجے تھے یعنی  
امر نے اپنے باپ کی بیوہ حیدہ سے نکاح کیا اور اُس سے زید ہوا جو امر کا بیٹا اور نفیل کی بیوی کا بھی  
بیٹا ہوا (ایضاً جلد ۲ صفحہ ۵۲) جو ایسی صورتیں ہوئیں اور جو اُن بھی اُس وقت موجود ہو گئی وہ الگ اُٹا  
قد سلف کے حکم میں ہیں بنی اسرائیل بھی ایسا کر بیٹھے تھے (۲۔ صموئیل ۱۶) \*

(۱۲) عورت کو قرآن نے جملہ حقوق اور اختیارات میں مرد کے ہم مرتبہ اور تمام قابلیتوں میں  
مردوں کے مساوی قرار دیا ہے \*

”لھن مثل الذی علیھن بالمعروفۃ“ (جلد ۲) \*

”للرجال نصیب مما الکتسب وللنساء نصیب مما الکتسبن“ (نساء ۷) \*

۱۔ عورتوں کا بھی حق ہے جیسا اُن پر حق ہے موافق دستور کے (بقرہ ۲۲) \*

۲۔ مردوں کو حصہ ہے اپنی کمائی سے اور عورتوں کو حصہ ہے اپنی کمائی سے (ح ۵) \*



بجراں ایک قدرتی فوقیت کے جو صانع مطلق نے مرد کو عورت پر دی ہے +

”الرجال قوامون على النساء“ (۳۵ ج ۳ ع ۲)

”والرجال یعلیٰہن درمختہ“ (بقدر ۲۸ ج ۳ ع ۲)

عورتوں کے حقوق کے باب میں قدیم رسوم سے قطع نظر کہ صرف انگلستان کے قانون کو دیکھا جاوے کہ ان لوگوں نے بائینہ اصلاح و تہذیب عورتوں کے حق میں کیسے جو راہ حیف کو جائز رکھا ہے اور مردوں کی خود رائی کے تابع کر دیا ہے۔ نکاح کے بعد بہت سے احکام میں عورت کی ذات ہی نہیں قائم رہتی وہ گویا اپنے شوہر میں مستملک ہو گئی وہ اپنے نام سے کوئی معاہدہ نہیں کر سکتی اور اُس کی ذاتی جائیداد جو قبل نکاح سے چل کی ہو وہ بھی شوہر کی ملک میں آتی ہے اور اُسے اختیار ہوتا ہے جیسے چاہے اُسے صرف کر دے عورت کو اتنا بھی حق نہیں ہوتا کہ وہ اپنے نام سے یا اپنی ذات خاص کے لئے ضروریات خرید کرے یا سنگوا بھیجے۔ گو مرد پر نان نفقہ عورت کا واجب ہے مگر رسم انگلستان میں اس کی تعمیل کرنا بیکار کوئی صاف ذریعہ نہیں ہے اور نہ عورت کو روٹی کپڑے کی نالاش کر سکنے کا حق ہے گو کچھ ضمنی صورتیں نکال گئی ہیں۔ اور نیز بہت سے مارج برسلو کی اور اذیت کے ایسے ہیں جن کا کچھ چارہ نہیں نہ عورت کی کوئی فریاد مستجاب ہے نہ عدالت کچھ کر سکتی ہے گو عورت اپنے شوہر سے مفارقت کر کے عرصہ سے الگ رہے مگر جو کچھ جائیداد وہ حاصل کرے گی وہ شوہر ہی کی ہوگی اگر عورت پیشتر سے کچھ بندوبست نہ کر لے تو عورت کا وہ مال و اسباب جو اُس نے ایام مفارقت میں حاصل کیا ہے اُسکے شوہر کے قرض خواہ اُسے لے سکتے ہیں۔ مرد کو اپنی کل جائیداد کا اختیار حاصل ہے چاہے وہ اپنے سین حیات غیروں کو دے دے یا عرصہ سے رہتا ہو کچھ نہیں رہا ہو سکتا۔ جب ایسے دستور جاری ہوں اور مرد تنگ مزاج اور موم کی ناک ہو تو عورت کی بڑی حق تلفی ہوتی ہے۔ علاوہ ان بعض باتوں میں عورتوں کی رعایت اور مردوں کی حق تلفی بھی ہے۔ جرائم سنگین میں نہیں مگر آف جرموں میں اگر عورت اور مرد دونوں اُسکے مرتکب ہوئے ہوں تو عورت سزا یافتہ ہوگی جہاں کی وجہ سے عورت کو یہاں تک پردہ انگلی ہے کہ زنا کی سزا سے بھی محفوظ ہے!! اور اگر عورت اپنے شوہر کا کلیسا ہی مانے متاع لیا جائے تو اکثر صورتوں میں مردوں سے ایک بھی سزا پائے بغرض یہ سب افراط و تفریط کے پیروی قانون ہیں جن کی منہج میں پابندی نہیں گوارا کیے ابطال کیلئے بہت کچھ زور داتی ہیں اور اُسکی شاعت اور قباحت رفع کرنے کو جیل بھی پیدا کیے ہیں مگر وہ امیروں کے لئے۔ اوسط اور اعلیٰ درجہ کی قومیں اُن سے محروم ہیں البتہ اسکاٹ لینڈ کے قانون بعض باتوں میں کچھ معقول ہیں مگر پھر بھی

۱۵ مرد عاکم ہیں عورت پر +

۱۶ مردوں کو عورتوں پر برہمہ ہے +

سب کے سب احکام آئی اور وحی کی اصلاح کے محتاج ہیں +  
 (۱۳) تمام ممالک ایشیا میں خصوصاً ہندوؤں اور یونانیوں میں نکاح ایک قسم کی تہیذ و تزکیہ کا معاملہ ہوتا تھا کہ بیاہ کرنے والا لڑکی کے باپ کو ایک رقم معین دیتا تھا اریہ الیش ۳۴ و ۱۲ -  
 اصول ۱۸ و ۲۵ - اور ہوسلیج جی نے اپنی بیوی پندرہ روپیہ اور ڈیڑھ ستر جو خریدی تھی (۳) اور اب تک بھی یہ رسم دروس ترک اور ملک ہاوران کے عیسائیوں اور بعض اعراب میں ہے مگر قرآن نے نکاح ایک عقد قرار دیا جو طرفین کے اختیار اور رضا مندی سے ہوتا ہے اور نہ ہر عورت کے باپ کو نہیں ملتا بلکہ خود عورت کا حق ہوتا ہے +

”فَاَتُوا النِّسَاءَ صِدْقًا فَهِنَّ نَجَفَةٌ“ (نساء ۶۱) +

”فَاَسْتَتَعْلَمُهُ سَنَهَنَ فَاَتُوا هُنَّ اجُورَ مَن فَرِيضَةٍ“ (نساء ۴) +  
 بعض نے اعتراض کرنے والوں نے لفظ اجور پر اک گونہ تفسیر کی ہے گویا اُس کو نامناسب لفظ سمجھے مگر اصل اُس میں اشارہ ہے اس پر کہ زمرہ عورت کا اجر ہے جس کی وہ مستحق ہے نہ کہ اُس کی قیمت جو اُس کا باپ لے لے +

قرآن نے عورت اور مرد کی باہمی گزران میں کمال عدالت اور محبت کو برابر قائم رکھا ضرور  
 Social affection and comfort of domestic life. قرار دیا ہے اور نکاح تقرر اور نکاح فسخ ہونے کی صورت میں واجب الادا اور ناقابل نقصان ہونے کی وجہ سے عورت کو

خوش دل مطمئن رہنے اور مرد کو اُس کا نیاز مند اور محتاج ایسا ہونے اور ہمیشہ کو ملے رہنے کی تدبیر کر دی۔ اتحاد و چین کی برکت اور مسرت اور اُس کے نتیجہ میں حسن معاشرت کی حالت سے قرآن خوب واقف ہے +

”وَمَا خَلَقَكُمْ مِنْ اَنْفُسِكُمْ اِذْ اَجَا لْتَسْكُنُوا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً“ (روم ۲۱) +  
 اور پھر اسی طمانیت اور محبت نرم دلی کو جو باہم زوجین میں ہونی چاہئے ایک دائمی اور غیر قابل امتزاع اور لازوال اور غیر لایق انفصام تشبیہ میں بیان فرمایا +

”هُنَّ الْبَاسُ لَكُمْ اِنَّكُمْ لَبَاسٌ لِّهِنَّ“ (نساء ۱۸۲) +

اور چونکہ اسی غرض تجویز نکاح سے قائمہ تدبیر منزل اور تعاون باہمی انتظام خانہ داری اور

صلح اور مسند الہ عورتوں کو اُن کے مہر خوشی سے +

صلح پھر چونکہ کام میں لائے اُن عورتوں میں سے اُن کو وہ اُن کے حق میں جو مغر ہوئے +

صلح بناری تم کو تمہاری قسم سے جو تیری کہیں کیڑ و اُن کے پاس اور رکھا تھا کہ بے بیچ پیار اور مہر +

صلح وہ پوشاک ہیں تمہاری اور تم پوشاک جو اُن کی +

تخصیص فرج ہے اور یہ باتیں بغیر دائمی نکاح اور آپس میں مثل لباس ایک دوسرے کے متعلق رہنے اور ملے رہنے کے نہیں ہوتیں اس لئے ضرور ہٹو کہ فطرت کی راہ سے اُن میں باہم مودت اور رافقہ خلق کی جاوے اور یہ سب مصلحتیں جو نکاح کے دائمی قائم رکھنے میں خیال میں آسکتی ہیں ان دو لفظوں میں بیان کر دیں \*

”محسنین غیومسافحین“ (نساء) \*

اس جملہ کی پہلی خبر محسنین میں تمام حکمتیں اور بھلائییں جو نکاح سے تصور میں داخل ہیں اور جزو دوم غیر مسافحین میں تمام قباحتیں جو چند روزہ نکاح اور غیر مضبوط طریق سے باہم معاشرت کرنے سے پیدا ہوتی ہیں منع کر دی گئیں۔ و حقیقت یہ فقرہ عجب جامع و صاف ہے اور اس میں ثبات اور نفی سے تمام حکمت منتری کے مصالح اور مفاسد سکھلائے گئے ہیں \*

۱۵۔ جبکہ اس بیان سے نکاح کی مصلحتیں معلوم ہوئیں تو اسکی مقتضا سے طلاق کی ممانعت

Divorce discouraged. بھی (الابعض ناگزیر حالتوں میں) ثابت ہوئی کیونکہ برابر نکاح

اور طلاق کی رسوم جاری رکھنے میں صرف عورتوں سے لذت حاصل کرنی ہے حالانکہ اسلام نے نکاح کی اصل علت محسنین قرار دی، نہ کہ مسافحین۔ پھر جبکہ نکاح کی بنا تعاون پر ہے۔ اور مرد و عورت باہم باعث الطینان اور ایک دوسرے کے مددگار دینی اور دنیاوی باتوں کے ہوئے (جیسا کہ لباس کی تشبیہ سے ظاہر ہے) تو پھر جب طلاق کی رسم نکلی تو یہ بات جاتی رہی۔ علاوہ انہیں اس رسم سے دونوں کے دلوں پر اس عقد اور نظم کی عظمت بھی جاتی رہتی ہے ایک کو دوسرے پر اطمینان اور اعتماد نہیں رہتا باہم کا اخلاص اور نیا زجا نا رہتا ہے۔ دلوں میں نفاق پیدا ہو جاتا ہے اور طلاق کے اندیشہ میں خیانت اور اضطراب اور تربیت اولاد میں بائکل بے تربیتی اور اصلاح منزل میں تبری پڑ جاتی ہے۔ اور جہاں جہاں قرآن مجید میں نکاح کا ذکر اور زنا سے ممانعت ہے انہیں مقامات میں ان سب قباحتوں پر بھی اشارہ ہے \*

شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ الہ النہ میں لکھتے ہیں (صفحہ ۳۲۵) \*

اعلم ان فی الآثار من الطلاق وبتدیان الرسم بعد المبالاۃ بہ مفاسد کثیرۃ وذلک ان ناساً ینقادون لشہوۃ الفرج ولا یقصدون اقامۃ تدبیر المنزل ولا التعاون فی الامور تفاقات ولا تخصیص الفرج۔ وانما مطمح ابصارہم التلذذ بالنساء وذوق لذۃ کل امرأۃ فیہم جمہم ذلک الی ان یکثروا الطلاق والنکاح۔ ولا فرق بینہم و بین الزنا۔ لا من حیۃ ما یرجع الی نفوسہم ولا تمیز واعنہم باقامۃ النکاح والموافقۃ لسیاستہ المدینۃ۔ وهو قولہ صلی اللہ علیہ وسلم لعن الذنابقین والذناقات

لہ قیدیں آنے کو نہ معنی نکاح کو \*

وايضاً ففي جريان الرسم بذات اھمال لتوطین النفس علی المعونة الدائمة وشبهة الدائمة وعنه ان فتم هذا الباب ان يضيق صدره لا صدرها في شئ من محقرات الامور فيندفع ان الى الغراق - واین ذلک من احتمال اعياء الصعبة والاجماع علی ادامة هذا النظر وايضاً في اعتيادھن بذات وعدم مبا لاة الناس به وعدن وخرجهن علیہ یفتح باب الوقاخذ - وان لا یجعل کل منھما ضوذاً لآخر خود نفسه وان یحزن کل واحد الاخر - یجھد لنفسه ان یتم الافتراق وفذلک لا یخفی (۱۶) طلاق کی رسم تو یہودیوں میں عام اور کثرت تھی اور موسوی شریعت میں اُس کو شاید مطلقاً جائز کر دیا تھا - حتیٰ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اُس کا عذر کرنا پڑا (متی ۱۹) حضرت مسیحؑ کے کچھ پیشتر نکاح کے باب میں فقہاء یہودیوں و مذہب ہو گئے تھے شماعی اور اُس کے مقلدوں کی یہ رائے تھی کہ صرف فعل فوج کے ارتکاب پر یا فاحشہ مبتنیہ پر طلاق و بچاؤ اور اُس کے مقلدین کا یہ مذہب تھا کہ اُسے کسی خطا پر بھی عورت کو طلاق دیدینی چاہئے - ان لوگوں کا یہ قول تھا کہ اگر کسی کو اپنی عورت بُری معلوم ہو تو اُسے نکال ڈالے (استثنیات ۱۲۴) ربی عقبہ کہتا ہے کہ اگر کوئی مرد کسی عورت کو اپنی عورت سے خوبصورت پافے تو اپنی عورت کو نکال دے کیونکہ لکھا ہے کہ اگر وہ اُسکی نظریں اچھی نہ معلوم ہوا لہٰذا قرآن صریح اُسکے خلاف کہتا ہے "فان کرھتموھن فمسی ان تکرھوا شیئاً ویجعل اللہ فیہ خیراً کثیراً" (نساء ۳۷) معلوم مل کہتا ہے کہ اگر کسی کی عورت اپنے شوہر کا کھانا بہت کم ڈال کے خراب پکاوے یا کسے زیادہ بھونکے تو وہ عورت طلاق دیدی جاوے مگر قرآن کہتا ہے "لا تدرا می لعل اللہ یحدث بعد ذلک امراً" (طلاق) +

پورے ملکوں میں رومن کی تھلاک مذہب کی رُو سے تو عیسائیوں کو مل آف ٹریٹ ۶۶ء میں قرار پایا زنا کے بعد بھی طلاق نہیں ہو سکتی - انگلستان وغیرہ ملکوں میں جبکہ اصلاح ہوئی ہے تب قاعدہ طلاق میں کچھ تبدیل ہوئی نیویارک میں صرف زنا پر طلاق ہوتی ہے اور اور ملکوں میں زنا پر اور نہایت ظلم سے بدسلوکی پر اور قصداً مفارقت اختیار کرنے پر اور عرصہ دراز سے بچہ گروہ کو نہ بچاویں تو شاید کم گوئے بھامے ایک چیز اور اشارہ کئے اُس میں بہت خوبی +

المعنی فان کرھتموھن فلا تفارقوھن بکراھتہ الا لنفس وجدھما سہما کرھت النفس ماھوا صلح فی الدین واولی الی الخیر واحب ماھو یصد ذلک ولكن النظر فی اسباب الصلاح وانما صلح قواہ فمسی ان تکرھوا جزاً للشرط لان المعنی فان کرھتموھن فاصبوھا علیھن مع الکراھتہ ففعل لکھ فیما تکرھون خیراً کثیراً لیس فیما تجھون - مد اولک التذلیل لہٰذا +

۱۷ اُس کو خیر نہیں شاید نکالے اللہ اسے پیچھے کوئی کام +

تک نامعلوم غائب رہنے پر بھی طلاق ہوتی ہے۔ اور انگلینڈ میں طلاق کا باعث نا اور ایلا رسائی ہی ہوتا ہے اور اسکاٹ لینڈ میں زنا یا قصداً چھوڑ کر چلے جانے سے طلاق ہو جاتی ہے انگلستان میں قانون وکٹوریا جاری ہونے سے پہلے ایسی عورت کے لئے جسے اُس کے خاوند نے قصداً چھوڑ دیا ہو چارہ جوئی اور داورس کی سبیل نہ تھی۔ اب ایسی صورت میں عدالت سے طلاق ہو جاتا ہے اور اگر مفارقت کے ساتھ زنا بھی ہو ولیف ہو تو طلاق بھی ممکن ہے +

(۷) القرآن نے مرد کو بھی اختیار نہیں دیا کہ بلا وجہ شدید اور بغیر پیشتر کی اطلاع کے دفعہ Texts of the Koran discouraging divorce. اور معاشرت اور تمدن کی خوبی اور خوشی و برکت کو اپنی تنک مزاجی یا شکر رنجی سے کھو ڈالے اور برباد کر دے۔ میں یہاں پچھدا اشارے کا مہریت طلاق کی مانعت پر نقل کرتا ہوں +

(۱) اِنَّوَعَا شَوْهَن بِالْمَعْرِوْفَتِ فَاِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَصٰی اِنْ تَكَرَّرُوا شِدًّا فَيَجْعَلُ اللّٰهُ فِیْہِمْ خُبْرًا كَثِیْرًا (نساء ۳۷) +

یعنی اگر ان کو عورتوں کے ساتھ اخلاق سے پھر اگر تم کو وہ بُری معلوم ہوں تو اس پر صبر کرو اور ان کو جُدا نہ کرو شاید تم کو نہ پسند آئے کوئی چیز اگر خدا نے اسی میں اصلاح اور خیر اور برکت رکھی ہو۔ دیکھو تفسیر دارک مندرجہ دفعہ سابق +

(۲) وَیَبْعُو لَہِیْنِ احْقَیْرَہُنَّ فِیْ ذٰلِکَ اِنْ اَرَادُوْا اَصْلَاحًا (بقرہ ۶۸) +

یعنی عدت کے زمانہ میں اُن کے خاوندوں کا حق ہے اُن کا پھیر لینا اگر چاہے صلح کرنی اس میں ترغیب ہے اس پر کہ ملے رہنے میں اصلاح ہے اور الگ ہو جانے میں فساد +

(۳) لَا یَحِلُّ لَکُمَا تَاَخُلٌ وَاَمَّا اِیْتَمَدَہُنَّ تَبْنٰ اِلَیْہِ (بقرہ ۶۹) +

یعنی تم کو حلال نہیں کہ لے لو کچھ اپنا دیا جزا عورتوں کو الخ اس کو ملاؤ اُس آیت کے جہاں مہر کو قطار کے لفظ سے تعبیر کیا ہے یعنی ڈیمورل بلا تعدد پس اس میں بھی مصلحت ہے کہ جب زمر سے کچھ بھی لے لینا حرام ٹھہرے اور ادھر مہر کی کوئی حد نہیں تھی تو یہ اسی مانعت طلاق کا بُند بست ہے +

(۴) فَاِنْ طَلَقْتُمَا فَلَا تَحِلُّ لَہِیْ حَتّٰی تَنْکُحَا زَوْجًا غَیْرَہُ فَاِنْ طَلَقْتُمَا فَلَا جُنَاحَ عَلَیْہِمَا اَنْ یَّتَرَاجَعَا +

یعنی اگر کوئی تیسری بار بھی طلاق دیدے تو پھر وہ اس پر حلال نہیں ہو سکتی مگر اس صوّت میں کہ وہ عورت کسی اور سے نکاح کر لے اور پھر شاید وہاں سے ایسی ہی نا اتفاقی ہو کر طلاق تک نوبت آوے تب ہو سکتا ہے اس میں ہمیشہ حرام ہو جانے کی وجہ ایسی مانعت طلاق کی تدبیر ہے۔ اور جب ایسی ایسی تحریریں اور تدبیریں منع طلاق کی ہیں تو دوسری جگہ سے طلاق کیوں

ہونے لگی تھی +

(۵)۔ زید نے اپنی بی بی کو طلاق دینا چاہا جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے قطعاً منع فرمایا

’وامسك عليك زوجك واتق الله‘ (احزاب ۶۲ع) +

(۶)۔ ’والعلم خیر‘ (نساء ۱۹ع) +

یعنی عورت اور مرد میں باہم صلح کر لینا خوب چیز ہے +

(۷)۔ لا تدہی لعل اللہ یحدث بعد ذلک امراً (طلاق) +

یعنی کیا معلوم ہے کہ خدا اس کے بعد دنیا کام نکالے یعنی اُن میں صلح کی توفیق اور ترک راہ

طلاق کی سبیل کر دے +

۱۸۔ قرآن میں وہی تین موقع طلاق کے جائز ہو سکنے کے پائے جاتے ہیں اور وہ

Divorce permitted not to gratify the levity, caprice or profligacy of either party but only in the case of unfaithfulness of nuptial vow.

صورتیں وہی ہیں جو اصلی اور قدرتی عقد کی غرض اور

نکاح کے مقصود کے خلاف ہیں اور ایسی صورتوں

میں طلاق کو جائز رکھنا عین حکمت اور مصلحت ہے +

(۱۱) ایک صورت طلاق کو بے الزام جائز رکھنے کی یہ ہے کہ عقد کے بعد اور خلوت ہونے

سے پیشتر طلاق دیدیا جائے تو اس میں کوئی گناہ یا قیاحت غلطی نہیں ہے کیونکہ یہ نکاح کوئی لغوی

نکاح نہیں ہے بلکہ اصطلاحی نکاح ہے یعنی وہ ایک معاملہ ہے قول و قرار کا اور اس سے وہ غرض

جو فطرت الہی میں خلق ازدواج سے ہے حاصل نہیں ہوئی ہے +

’لا جناح علیکم ان طلقت النساء ما لم تفسوهن‘ (بقرہ ۲۱ع) +

یعنی اگر عورتوں کو جن سے عقد ہو یا ہوا تھ گمانے سے پہلے طلاق دیدو تو کچھ مضائقہ نہیں

ہے۔ ایسے ہی احزاب کی ۴۱۔ آیت ۴۰۔ ایسے اصطلاحی نکاح میں بھی عورت کے لئے بڑی نجات

اور احسان کیا ہے یعنی جب ایسی صورت میں ہرگز مقرر ہوا ہو تو دستور کے موافق اُس کو خراج دینا

چاہئے اور اگر مقرر ہو چکا ہو تو نصف مردنا چاہئے اس قدر تو ضروری ہے الا عورت سب چھوڑ دے

یا مرد سب ویسے تو اور بھی بہتر ہے۔ دیکھو اُسی آیت کے بعد کی آیتیں) +

(۲) دوسری صورت امکان طلاق کی یہ ہے کہ عورت نہ نکاح کے لئے نکاح کو تحصیل کا

ذریعہ بنایا ہے۔ اور ہر حکم محضین غیر مفسدین ولا متبدلی اخلاص کے لفظ فرمائے ہیں تو جب

اس کے خلاف کوئی فعل ہوگا وہ فطرت الہی وضع ربانی اور شرع اسلامی کے خلاف ہوگا۔ ولا

۱۹۔ نساء ۴ (دکر) اور آئندہ ۱۸ع +

۲۰۔ اُس کے پہلے کو ہا پر وقت موجود ہے اور یہ جملہ متافقہ اور جہد ہے +

تعضلوہن لئذہو ابیض ما لیتموہن الا ان یاتین بفاحشة مبینة (نساء ۶۳) یعنی جائز نہیں کہ تم اپنی بیبیوں کو بند رکھو تاکہ ان سے کچھ مہر میں چھڑا لو مگر اس حالت میں کہ جب وہ صریح بے حیائی کا کام کریں۔ عن الحسن الفاحشة الزانیان فقلت حل لزوج ان یسالہ الخلم (مدامک) یعنی حسن کہتا ہے کہ فاحشہ سے مراد زنا ہے اور جب عورت زنا کرے تو مرد کو جائز ہے کہ اُس سے خلع چاہے۔ اور یہی مضمون سورہ طلاق کی پہلی آیت میں بھی ہے۔ ولا تخرجوہن من بیوتھن ولا یخرجن الا ان یاتین بفاحشة مبینة یعنی مت نکالو انکے گھروں سے اور وہ بھی نہ نکلیں مگر جو کریں صریح بے حیائی +

(۳)۔ تیسری صورت امکان اور جواز طلاق کی مگر نہ خواہ مخواہ طلاق کی یہ ہے کہ نشوز اور ایذا اور بدخلقی عداوت نفاق سوء العشرة اور فساد منزل کی صورتیں پیش آویں اس کا علاج طلاق ہی نہیں بلکہ اس کی تدارک اس طرح پر چاہئے +

(۱)۔ وَاللّٰحٰی تَخَافُوْنَ نَشْوٰہِہُنَّ فَعُظُوْهُنَّ وَاهْجُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْلُوْهُنَّ  
فَاِنْ اطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَیْہُنَّ سَبِيْلًا (نساء ۶۴) +

یعنی جن عورتوں کی بدخوی کا تم کو ڈر ہو تو ان کو سمجھا دو اور جدا کر دو سونے میں اور اگر اس پر بھی نہ مائیں تو مارو (آہستہ سے تاویباً) پس اگر مان جاویں تو ان پر الزام نہ تلاش کرو (یعنی طلاق نہ دو) +  
(ب)۔ دَانْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَیْنِہُمَا فَاَبْعَثُوْهُمَا مِنْ اٰہْلَہٗ وَحَکَمًا مِّنْ اٰہْلِہَا اِنْ یَرِیدُ اِلَّا صِلَاحًا یُّوقِقُ اللّٰہُ +

یعنی اگر تم ڈرو کہ وہ دونوں آپس میں ضد کھتے ہیں تو کھڑا کرو ایک منصف مرد والوں میں سے اور ایک منصف عورت والوں میں سے اگر یہ دونوں (منصف) چاہیں گے صلاح تو خدا ملاپ کر دیگا ان میں +

(ج)۔ وَاِنْ اَمَّا اَخَافَتْ مِنْ بَعْلِہَا نُشُوْزًا وَاَعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَیْہَا اِنْ یَصْلَحَا بَیْنِہُمَا صِلَاحًا وَالصَّلٰمُ خَیْرٌ وَّاحْضَرْتَ الْاَنْفُسَ الشَّعْمَ وَاِنْ تَعَسَّوْا وَتَتَّقُوا فَاتِ اللّٰہُ کَانَ ہِمَا قَعْلُوْنَ تَجِیْرًا (نساء ۶۵) +

یعنی اگر کوئی عورت ڈرے اپنے خاوند کے لڑنے سے یا جی پھر جانے سے تو وہ دونوں آپس میں صلح کریں اور صلح خوب چیز ہے اور جیوں کے آگے دھری ہے حرص اور اگر تم نیکی کرو ان عورتوں سے (اس طرح پر کہ گودہ نہیں ناگوار ہوں) مگر تم صبر کئے رہو اور ان کی صحبت کی رعایت کرو اور بچو (لڑنے سے اور جی پھر جانے سے) تو خدا کو تمہارے سب کاموں کی خبر ہے +  
بعض اہل علم نے لکھا ہے کہ مسیح علیہ السلام نے صرف حرام کاری کی صورت میں طلاق

جائز رکھی ہے گرجس لفظ کا ترجمہ حرام کاری کیا جاتا ہے وہ صرف زنا ہی کے واسطے ہے بلکہ اس سے نشوز اور بیوقائی اور عذر جو عورت کی طرف سے ہو مراد ہے چنانچہ سٹن اور ملٹن نے رسالہ اگزورجبر اور اعتقادات عیسویہ میں بہت سی اسنادیں بنائیں یہود کے محاورے اور کتب مقدسہ کے حوالوں سے ثابت کیا ہے \*

۱۹۔ جبکہ مرد اور عورت میں جو ایک بڑی مضبوط زنجیر اور پکے عہد سے باندھی گئی اور فطرت الہی کے قانون کے محکوم ہیں کوئی وجہ شدید اور باعث قوی نہ بسر ہو سکے یا غرض اصلی کے نہ حاصل ہو سکے کا ہونا اتفاقی شدید اور بے لطفی ناقابل برداشت کی حالت میں یا زوج کے ترش مزاج یا قانون طبع ہونیکی صورت میں اس عہد موثق اور عہد دائمی کا ایسی آسانی سے دفعہ اور بقتہ ٹوٹ جاسکے کا حکم نہیں دیا بلکہ علاوہ ان تدارک اور تدبیروں کے جن کا بیان پچھلی دفعہ میں مفصل گذرا جب بنا چاری و مجبوری ارادہ طلاق اور قصد مفارقت کی نوبت آجائے تب بھی ایک مدت امتحان مہلت فکر اور غور کرنے کو دی گئی اور اس عرصہ میں بھی کئی ایک تدبیریں صلح کی قایم کر دیں \*

۱۰۔ اِذَا طَلَقَ الْمَرْءُ الْمَرْءَ فَلْيُفْلِحْ هُنَّ لِعَدَّتِهِنَّ وَأَحْصَاءِ الْعَدَّةِ وَالْقَوْلُ اللَّهُ (سورہ طلاق) عدت کے مقرر ہونے میں ایک خاص اور بڑی مصلحت یہی ہے کہ باہم صلح ہو جاوے۔ اور بعولتہن احق بدھن فی ذالک کا بیان اسی پچھلی دفعہ میں گذرا \*

(۲) پھر اس عدت میں عورت کو اپنے گھر سے نہ جانے دینا چاہئے اور نہ وہ عورت خود جاوے الا یہ کہ زنا کی صورت ہو \*

لا تَخْرُجُوهُنَّ مِنْ بَيْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَنَّ بَفَاحِشَةٍ مُبَيَّنَةٍ (طلاق) \*

(۳)۔ پھر جہاں مرد خود رہے وہیں عدت والی عورت کو بھی جگہ دے \*

”وَاسْكُنْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكُنْتُمْ مِنْ وِجْدٍ كَمَا وَلَا تَنْضَرُوهُنَّ لَتَفْضِيْعُوا عَلَيْهِنَّ“ (طلاق) \*

یہ سب تدبیریں اس مصلحت سے ہیں کہ ان کے باہم سے رنجش دور ہو اور باہم رغبت کریں اور ہر کوئی ناعاقبت اندیش وراسی سورمزاجی یا اختلاف پر طلاق نہ دے بیٹھے \*

(۴) بالآخر سورہ طلاق میں یہ بھی ہے کہ عدت پوری ہو جانے کے بعد یہ کچھ ضرور نہیں ہے کہ طلاق ہی دیا جاوے اور مفارقت ہی اختیار کیا جاوے بلکہ یہ حکم ہے \*

”فَاذْا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ فَارِقُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ“ \*

یعنی جب وہ پہنچیں اپنے وعدہ کو تو یاد رکھو دوستور سے یا جانے دو دوستور سے \*

۲۰۔ اکثر مخالفوں نے قرآن میں طلاق کے احکام کو روکیکھ سمجھا کہ صاحب قرآن کی نظر

۱۔ جب تم طلاق دو عورتوں کو تو طلاق دو ان کی عدت پر اور گنتے رہو عدت اور ڈرو اللہ سے \*



میں یہ ایک ایسی بات ہے اور عدم مبالغہ کی نظر سے دیکھ کر سمجھتے ہیں کہ قرآن نے عموماً طلاق کے جواز سے حسن معاشرت کی خرابی تذبذب منہزل کا فساد اور باہم آسائش کی گزران میں جذبی اور تربیت اولاد میں ابتری روا رکھی مگر ان لوگوں نے ان حکموں میں کبھی غور سے نظر نہیں کی کسی فقیہ سے احکام کو چھ لے یا احکام قرآنی کو اُس کی رائے پر حمل کر لیا اور ظاہر ہے کہ فقیہ کا منصب حمایت اسلام و دفع مطاعن نہیں ہے اس کو ہر ایک صورت اور ضرورت کے احکام جو احکام قرآنی اور سنئے اور قیاس سے نکل سکیں تہا دینے سے کام۔ البتہ متکلمین اسلام کا یہ کام ہے کہ طلاق کو ایسے ناگزیر اور سخت موقع پر جن کا ہم نے بیان کیا ہے جائز رکھنا انسان کے حق میں بڑی بیہودی اور احسان کا کام ہے ایسے ازدواج سے جن میں دونوں کی زندگی حرام اور عیش تنہ و غلصی و لانا عین حکمت ہے۔ جو لوگ طلاق کے باب میں بہت سخت ہیں وہ بھی ایک صورت طلاق کی جائز رکھتے ہیں۔ پھر جب کسی ضرورت شدید سے اُس کا جواز ماننا پڑا تو پھر اُس کے احکام قلمبند نہ کرنے بے عقلی ہیں اور نہ اُن احکام کے بیان سے طلاق کی اباحت ایسی بے پروائی آزادی اور مطلق العنانی سے ثابت ہو سکتی ہے۔ اگر ایام جاہلیت کی رسوم ازدواج و طلاق کو دیکھا جائے تو ثابت ہووے کہ جملہ احکام طلاق ان بد رتموں کی اصلاح اور تہذیب میں صادر ہوئے ہیں جن کی حرکتیں بہائم اور درندوں کی مانند تھیں یا ان شدید التعصب و ہم باطل کی درستی کے لئے تھے جو وقوع زنا پر بھی طلاق کو جائز نہ سمجھتے تھے پس ان سب افراط اور تفريط پر نظر کر کے اُس کی قیاحتیں کی گئیں اور برائیاں دفع کی گئیں نہ کہ از سر نو اجازت دی گئی ہو یا تہذیب جاری کیا ہو (۲۱) اب ہم پھر اُن احسانات اسلام کا بیان کرتے ہیں جو نئی نوع انسان پر مبذول

Beneficial ordinances in the

favor of female sex.

کرتے تھے مثلاً عورتوں کو جس میں کر رکھتے تھے یا معطل چھوڑ دیتے تھے تاکہ وہ زرمیں سے کچھ چھوڑ دیں یا طلاق کے بعد بھی اُن کو اس غرض سے روک رکھتے تھے کہ کسی اور سے نکاح نہ کریں تاکہ زوج سابق کی ذلت نہ ہو مگر قرآن نے ان سب باتوں کو منع کیا اور زن مطلقہ سے کچھ واپس لینا کیسا اُلٹا اسے کچھ دینا واجب ٹھہرایا \*

(۱) "وَلَا تَمْسُكُوهُنَّ مِنْهُنَّ دَالِكٌ فَعَلٌ ذَالِكٌ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ"۔ یعنی عورتوں کو

بند نہ کرو ستانے کے لئے اور جو کوئی ایسا کرے اُس نے اپنے حق میں برا کیا (بقرہ ۲۲۹) \*

(۲) "فَإِذَا طَلَّقَ الْمَرْءُ نِسَاءً فَلْيُعْنَ أَجْلَهُنَّ فَلَا تَعْضَلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ إِذَا تَرَاضُوا

بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُودِ"۔ یعنی جب طلاق دی تم نے عورتوں کو اور وہ پہنچ چکیں مدت کو تو اب نہ روکو انکو

کہ نکاح کر لیں اپنے خاوندوں سے جب راضی ہو جاویں موافق دستور کے (ایضاً ۳ ع) +  
 (۳) اس میں اس بات کا بھی اشارہ نکلتا ہے کہ عورت کے میکے کے لوگ اُس کو بعد عدت  
 اپنے شوہر سے پھر مل جانے کو نہ روکیں +

(۴) وَلِلْمُطْلَقَاتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ (بقرہ- ۲۳۰ ع) +

(۵)۔ اگر طلاق پانے والی عورت پیٹ سے بھی ہو تو جب تک وہ بچہ نہ جنے اُس کو کھانا کپڑا  
 اپنی حیثیت کے موافق دینا ضرور ہے۔ اور اگر بچے کو دو دودھ بھی دہی پلائے تو پھر اس کی اجرت جدا گانہ +  
 (۶) وَإِنْ كُنْ أُولَاتٍ حُلَّ فَا لْفَقْوَا عَلَيْهِمْ حَتَّى يَضَعْنَ جُلُودَهُنَّ فَإِنْ أَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاتَوْهَنْ  
 اجور ہوں (طلاق) +

یعنی اگر وہ عورتیں پیٹ سے ہوں تو اُن کو نفقہ دو جب تک بچہ ہو اور اگر دو دودھ پلا دیں سہاری  
 خاطر تو اُن کو دو اُن کے نیگ +

۲۲۔ بیووں کے نکاح اور لونڈی اور غلاموں کے نکاح کا عام حکم عرب کی رسم کے  
 خلاف اور رومن کی تھلک کے علی الرغم جاری کیا چنانچہ فرمایا  
 ہے: ”وَالْكُفْرَاءُ الْإِيَّامِيُّ مَكْرُوهٌ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِ كَرِّهِ وَأَمَّا كَرِّهِ إِنْ يَكُونُوا أَفْقَارًا يَفْنَاهُ اللَّهُ مِنْ  
 فضله“ (نور ۴ ع) +

اس آیت کا آخری فقرہ کہ اگر وہ لونڈی اور غلام محتاج ہونگے تو خدائے کو اپنے فضل سے  
 مالدار کر دیگا اس پر دلیل ہے کہ غلام بھی اپنے مال کے مالک ہوتے ہیں اگلے زمانہ میں اور اب بھی  
 غلاموں کی یہ خرابی ہے کہ وہ آپ کسی جائداد کے مالک نہیں تصور کئے جاتے اور اسی وجہ سے  
 غلاموں کے مالک اُن کو از دواج سے بھی محروم رکھتے تھے +

اہل عرب اپنے باپ کی جو ردوں کے نکاح میں مضائقہ کرتے تھے اس طرح کہ وارث خاندان  
 اپنی سوتیلی ماؤں کو روک رکھتا تھا تاکہ وہ دوسری شادی نہ کریں اور عیسائیوں میں ایک قسم ایسی  
 عورتوں کی تھی جو تمام عمر بے شوہر رہتی تھیں اور ایک فرقہ ایسے مردوں کا تھا جو نہ ہی امور کی  
 پابندی سے تمام عمر نکاح نہیں کرتے تھے اور پوپ اور کونسل کے فتوے اس باب میں بہت سی  
 قباحتوں کے باعث ہوئے اور اُن کی بنا نہ صرف پوپ کی بیعت اور رسوم پر تھی بلکہ پولوس  
 مقدس کی رائے کا حمان بھی باوجود طحاؤس ۱۱۱ کے اسی طرف تھا دیکھو اول کر تھیں وہ باب  
 ورس ۲۶۳۸ ۲۶۳۹ ۲۶۴۰ ۲۶۴۱ +

۱۵۔ ادبیاء و دانشمندان کو جو تم میں ہوں اور جو نیک ہوں تمہارے غلام اور لونڈیاں اگر وہ ہونگے مفلس اللہ اُن کو  
 غنی کرے گا اپنے فضل سے +

اور جو جو قباحتیں ان بد رسموں کے پیدا ہونے میں اور جو جو قاعدے کلیسیا میں بٹھے ہوئے  
 عمدے پانے والوں کے تجرد کے لئے مقرر ہوئے ان کی ایک بڑی تاریخ ہے۔ عیسوی مشائخ  
 میں سے جیروم (۳۴۶ء) اور امبروس (۳۸۰ء) اور رومانی اسقفوں میں سے داماسیوس  
 (۳۸۴ء) اور سری سیوس (۳۹۹ء) اس کے بڑے حامی تھے اور ۵۹۰ء کی کونسل البریس میں  
 ہریشپ اور ڈوگین اور پادریوں کو تجرد کا عام حکم ملا اور تولید کی کونسل ۵۹۰ء میں یہ حکم نکال کر کلچی  
 (پادری) کسی عورت سے مشتبہ پایا جاوے تو قاضی اس عورت کو بیچ ڈالے اور اس کی قیمت مسکینوں  
 کے صرف میں لاوے۔ اسقف جرجیس اگر تجرد کے مسئلہ کا بڑا حامی تھا اور ایک نقل مشہور ہے کہ  
 جب اُس نے اپنا تالاب صاف کرایا تو اُس میں چھ ہزار بچوں کی کھوپریاں نکلیں۔ نتیجہ اُس قانون  
 کا تھا جس میں اُس نے دینی عمدہ داروں کو مناکحت سے ممانعت کی تھی۔ اس نتیجہ میں جو جو خرابیاں  
 ہوئیں اُن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ پادریوں کے لڑکے جو باوجود اس تجرد کے ہوئے بغیر نہیں  
 رہتے تھے کالعدم قرار دیے گئے اور پیڈ کٹ ۸ نے کونسل نیویا ۱۲۰۰ء میں اُن لڑکوں کو کالعدم  
 قرار دیکے ہمیشہ کی غلامی میں دیدیا۔ اور شہنشاہ ہنری ثانی نے ان احکام کی تعمیل میں سیاست بھی  
 ہم دیت کر دی۔ آخر الامر سینکڑوں برس کے بعد ان خرابیوں کی اصلاح شروع ہوئی۔ اور تو تھو گوسٹ  
 اول تو نہیں مگر وہ بھی منجملہ منکرین مسئلہ تجرد تھے اور ۱۲۵۰ء میں کھنن دین پور سے جو دائمی تجرد  
 کی نذر کر چکے تھے گر پھر اس سے پھر گئے تھے نکاح کیا۔ قرآن میں اس رہبانیت کی اصلاح ان لوگوں  
 وغیرہ لوگوں سے صد ہا سال پیشتر ہو چکی تھی۔ اور جو ٹھیک ٹھیک اس کی منشاء اور کیفیت تھی  
 اس پر اشارہ ہوا ہے \*

”و رہبانیت ابتدعوها ما کتبنا علیہم الا ابتغاء درضوان اللہ فہا عوہا  
 حق رعایتھا“ (حدید ۲۷) \*

یعنی عیسائیوں نے دنیا چھوڑنا نیا نکالا ہم نے ان پر واجب نہیں کیا تھا یہ اُنہوں نے  
 خدا کی رضامندی کے لئے نکالا مگر جیسے نیا ہنا چاہے تھا نہ بنا ہا \*

اور لا رہبانیت فی اسلام بارہ سو برس سے مشہور ہے \*

۲۳- اس مقام پر چند اعتراضات متعلق مسائل نکاح و طلاق نقل کر کے اُن کا جواب  
 (Objections refuted) لکھنا بہت ضرور ہے گو میں دیکھتا ہوں کہ مضمون طول ہوا

جاتا ہے۔ مگر ان اعتراضوں سے یہ فائدہ ہے کہ عوام ملاؤں کی آنکھیں کھلیں اور جواب سے یہ فائدہ  
 ہے کہ اسلام یا قرآن پر سے بیجا تہمتیں رفع ہوں اور اُس کے احکام کی خوبیاں ظاہر ہوں اور نیز  
 جو کچھ خالص احکام قرآن اور رسوم باطلہ میں فرق ہے وہ بھی عیاں ہو جاوے \*

## اعتراض

لوٹیوں کی تعداد کی کوئی حد مقرر نہیں ہے۔ اُن سے ہر کوئی مسلمان بلا لحاظ اپنی چار عورتوں کے اور بغیر کسی رسم یا ضمانت کے بعد تصرف کر سکتا ہے اور لونڈیاں بنانے کی رسم اس نامحدود اجازت کے لئے ایک ضروری شرط ہے اور کوئی مسلمان اپنے دل سے یا خوشی سے اس کے بند ہونے پر راضی نہ ہوگا۔

## جواب

ہم نے اپنی نویں دفعہ میں بیان کیا ہے کہ قرآن مجید کے لفظ نسائیں آزاد اور غیر آزاد دونوں داخل ہیں پس چار کے عدد سے محدود ہیں۔ اور یہ بھی وہیں بیان ہو چکا ہے کہ لونڈیوں سے نکاح اُس صورت میں تھا جب کہ آزاد سے نکاح کا مقدور نہ ہو پس جبکہ ایک کا وجود دوسرے کی نفی پر موقوف ہے تو دونوں کے

جمع کرنے کی کوئی صورت نہیں۔ اور ہم نے بعض فقہاء کے قول کی طرف بھی اشارہ کیا ہے اذاکان تحتہ حرۃ لہ یعنی لہ نکاح الامۃ راہ صیغۃ امام۔ تفسیر کہیں پس یہ اعتراض قرآن پر بیجا ہے۔ اور بغیر کسی رسم کے اُن کا تصرف بھی میں تسلیم نہیں کرتا کیونکہ فائیکوہن باذن اہلین میں صاف نکاح کا حکم ہے اور پھر دوسرا فقرہ محضات غیر مسافحات اور ولا متخذی لخدان اور یہی صورتیں مدامت کی ہیں۔ اور ضمانت کے واسطے ہر کا تعین کینز کوں مٹے یا سہی ہے۔ جیسا کہ آزاد سے واثوہن بالعودت اور ویدوان کو اُن کے موافق دستور کے (نسا ۴۲ ح)۔ اور یہ بات کہ مسلمان کبھی اس رسم تک یہین کے بند ہونے پر راضی نہ ہونگے اس کا جواب فقہاء کے ذمہ ہے۔

## ۲۔ اعتراض

یہ اکثر کہا جاتا ہے کہ اسلام نے عورتوں کی حالت میں تہذیب اور اصلاح کی۔ مگر میں سمجھتا ہوں کہ اسلام نے ازدواج کی صورت میں بہ نسبت زمان جاہلیت کے عورت کی حالت زیادہ تر ذلیل اور پست کر دی ہے البتہ ایک امر خاص میں تو یعنی بیٹے کا اپنے باپ کی پیواؤ کا وارث ہونا اس میں تو اسلام نے عورت

## جواب

شریعت اسلام کی اصلاحوں کی خوبی اور خصوصاً منزلی تدبیروں کا حسن تب ہی خوب معلوم ہوتا ہے۔ جب جاہلیت کی رسوم اور آداب نکاح اور ملکوں کے بلکہ بلا و فرنگ کی اب تک کی رسوم ازدواج کو بلا سبق ظن او تعصب قرآن کے احکام سے مقابل کیا جائے۔ جو باتیں مقرر نے منکوحہ عورتوں کے

لہ یعنی وہ لونڈیاں قیدی میں آتیاں نہ مستی نکالیں اور نہ چھٹی بازی کرتیاں۔

حق میں قرآن سے منسوب کی ہیں وہ بے بنیاد ہیں۔ ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں کہ قرآن نے ازواج کی سپدائش مردوں کی تسکین اور محبت اور رافت کے واسطے کی ہے۔ اور پھر ان کو باہم ایک دوسرے کے لباس سے تشبیہ دی ہے اور اس میں ان کے عزیز اور گرامی اور بالکل محتاج ایسا ہونے پر اشارہ کیا ہے اور ان سے نیک طریق پر معاشرت کرنے اور صلح قائم رکھنے کی مکرر وصیت فرمائی ہے اور ان کے حقوق کو آزادی اور اختیار اور جملہ تصرفات میں مردوں کے مساوی قرار دیا ہے اور جہاں تک نیچر اور عرفان اجازت دی ہے جیسے عورتوں پر حق ہے ویسا ہی ان کا بھی حق ہے اور تعجب ہے کہ معترض نے طلاق کو ایسا سمجھا کہ بغیر ایک گھنٹے کی نوٹس کے بھی مطلقاً اور فوراً موثر ہو جاتی ہے یا کو تہ اندیشی اور خصہ کی حالت میں فوراً نافذ ہو جاتی ہے حالانکہ جو وجود اور اسباب نکاح کے قرآن میں لکھے ہیں وہ خود ہی طلع طلاق ہیں اور پھر صوت ناگزیر اور واقع لا علاج جو باعث فساد منزل اور موجب انفکاک نظم ہو اس میں سے ایک یا دو مرتبہ کی طلاق کو کافی نہیں سمجھا بلکہ ایک بڑی مدت فکر اور تامل کے واسطے مقرر فرمائی اور

کو ایک سخت اور شدید خراب حالت چھڑایا ہے اور کوئی آزاد عورت شریعت اسلام کی رو سے اپنی مرضی کے خلاف نکاح کرنے پر مجبور نہیں ہو سکتی۔ مگر ازواج کی صورت میں جو حیثیت عورتوں کی اسلام نے قرار دی ہے وہ ایک ایسی کمپنی اور ذلیل مخلوق ہے جو اپنے شوہر کی خدمت کے لئے مخلوق کی گئی ہے اور بغیر ایک گھنٹہ کے بیشتر سے خبر دینے کے نکال دیا جاتی ہے اور خاوند کو ایسا اختیار مطلقاً فوراً بے غور و تامل طلاق دینے کا دیا ہے مگر عورت کے لئے کوئی رعایت اس قسم کی نہیں رکھی وہ تو اپنی مرضی کے خلاف اور معطل ہمیشہ اپنے خاوند کی لونڈی بنی ہوئی اور معلق رہتی ہے۔ جب کہ درحقیقت طلاق ہو جاوے تو وہ اپنے ہر کا دعویٰ کر سکتی ہے گو اس بات کا علم کہ عورت ایسا دعویٰ کر سکتی ہے وقتاً مرد کی رائے نہ بننے کی ایک ناخوش روک تو ہے مگر لونڈیوں کے حق میں یہ ناقص قید بھی نہیں ہے اور مرد کو صرف طلاق ہی کا اختیار نہیں ہے بلکہ جس کرنے اور مارنے کا حکم بھی صاف صاف دیا گیا ہے۔ دیکھو سورہ نساء کی ۳۳۔ آیت ۴

دو مرتبہ کی طلاق کو کافی نہیں سمجھا بلکہ ایک بڑی مدت فکر اور تامل کے واسطے مقرر فرمائی اور

۱ سورہ دوم ۴۳ +

۲ سورہ بقرہ ۱۸۲ آیت +

۳ سورہ نساء ۴ +

۴ سورہ بقرہ ۲۸ +

۵ سورہ نساء ۴۳ +

اُس میں صلح کی ترغیب دی اور پھر عدت اور رجعت اور تیسرے مرتبہ میں اس بات کی تسخوف فان طلقا فلا تکل له حتی تنکح زوجا غیرہ سب تدبیریں طلاق کے حفظ اور ضبط کے واسطے ہیں۔ اور مرد کی رائے بدل جانیکا تدارک طلاق نہیں قرار دیا بلکہ جھگڑے اور ناخوشی کے رفع دفع کرنیکی تدبیریں آفریں جو ۱۸ دفعہ کی ۳ ضمن میں بیان ہوئی ہیں +

اور یہ بھی عجیب ہے کہ معترض نے اس بات سے انکار کیا کہ گویا طلب طلاق کا عورت کو اختیار نہیں دیا گیا حالانکہ فلا جناح علیہما فیما اقتدت بہ میں صاف مسئلہ خلع کا بیان ہے +

اور جو عورت کے معلق رہنے یا عموماً معروض علیہا ہونیں لکھتے ہیں کہ یہ بھی خلاف تفسیر قرآنی ہے کیونکہ ہر جگہ حسن معاشرت پر تاکید ہے فعاشرہ ہن بالمعروف (۴ ج ۱۷۷) اور بالتخصیص اسی مقدمہ میں یہ بھی فرمایا فلا تمیلوا کل الیل فتمذہدھا کا معلقہ اور یہ بھی عجیب ہے کہ نوڈیوں کے حق میں ادا دہر کی شرط نہیں حالانکہ ما تو ہن اجور ہن بالمعروف (۵ ج ۲۷) ہر کوئی قرآن میں پڑھ سکتا ہے +

اور نشوز کی حالت میں کمال حکمت اور مصلحت ہے پہلے نصیحت کر دینا اور اگر اس سے اصلاح نہ ہو سکے تو ہجرت کی فی المضاجع اور جب یہ تدبیر بھی فساد منزلی کی اصلاح کو کافی نہ ہو تو بتا چاری اور صلحتاً تا دیب بھی مناسب ہے اور یہ سب صورتیں طلاق کی تدبیر سے بہت ہی نرم اور کم ہیں نہ کہ غور وہ گیری کے لائق +

پس ایسا مارتا جس کی تفسیر ضرب غیر مبرج سے کی گئی ہے اور گویا طلاق کا بدل ہے عورتوں کی حالت کو نقصان اور مضرت نہیں پہنچا سکتا اور آجگہ قرآن میں عورتوں کو ضرر پہنچانے کی صاف ممانعت ہے چنانچہ۔

ولا تمسکوہن ضوا والتقتوا (بقرہ ۲۰۹) +

ولا تضارواہن لتضیقوا علیہن (طلاق) +

## جواب

ان اودتم استبدال زوج کو ایک حکم ابتدائی اور جواز استبدال کی پروا نہ تھی سمجھنا خلاف مراد کلام الہی ہے کیونکہ آیت کا مقصود یہ ہے کہ طلاق کی حالت میں زمرہ میں سے کچھ بھی لے لینا کسی طرح درست نہیں۔ اور

## ۳۔ اعتراض

استبدال زوج یعنی ایک عورت کو طلاق دینا اس غرض سے کہ دوسری سے نکاح کریں قرآن میں تسلیم کیا گیا ہے صرف اس شرط سے کہ ہر پورا داکیا جاوے پس جبکہ ما بہا السرور اس طرح پر مجبور اور مقہور اور مقیتدا اور مجبور

اس طرح کے واپس لینے کو امرنا حق اور بیحکمانہ قرار دیا اور نیز اسے خلاف عہد بھی بتلایا پس اس آیت میں جو ضناً جو از طلاق کو تسلیم کیا مگر مقصود طاعت طلاق ہے کیونکہ عجب ہر کامل ادا کرنا اور اس میں سے کچھ بھی نہ لینا ایک حکم حکم قرار دیا اور ادھر صریح کوئی حد نہیں رکھی بلکہ مطلقہ کے

اور فی الفور دفعۃً غصہ میں یا اضطراباً نکال دی جاوے تو یہ کیونکر کیا جاوے کہ شریعت اسلامی نے عورتوں کے حق میں بہودی کی۔ مجھے اس کہنے میں کچھ تاثر نہیں کہ زمان جاہلیت میں عورت کو زیادہ آزادی بڑی صحت و عذرستی زیادہ عفت سے اختیار حاصل تھا۔

لفظ سے اس کی تعداد کلبے شمار ہونا ظاہر کیا تو ایسی صورت میں طلاق کے مقدمے بہت ہی کم نکلیں گے گویا کہ طلاق کو ایک بڑی مشکل شرط پر موقوف رکھتا تو اس کا مقصود منع طلاق بظہرانہ کہ جواز اور ایک لطف یہ ہے کہ اردد تمد کا لفظ فرمایا ہے جس سے وقوع طلاق کی تسلیم و تجویز نہیں نکلتی۔ خلاصہ یہ کہ اس آیت سے جواز طلاق (اور وہ بھی ناپسندیدہ) اور قبیح طریقے سے) میں پیش کرنا ایک ناقص شہادت ہے۔ اور اس آیت کو اس طرح بیان کرنا کہ اس سے طلاق کو تردیح دی ایک بڑی بیباکی ہے کیونکہ اس کا مقصد یہ نہیں کہ تم طلاق دیا کرو بلکہ محل کلام یہ ہے کہ زہر میں سے کچھ نہ لیا کرو۔ گویا موقع انہی وقت پیش آویگا جبکہ طلاق ہوگی۔ مگر اس حکم کی منشا دیکھنی چاہئے کہ طلاق کے جواز کو صرف ضناً تسلیم کر لیا ہے نہ یہ کہ اس سے اس کو بالماستقبال جائز کیا ہو اور اسی لئے اردد تمد کا لفظ بھی کہا اور محاورات میں بسا اوقات ایسا بول جاتے ہیں کہ تجویز گفتگو کرنی منظور ہوتی ہے تو سبب کا ذکر فرض و تسلیم کی صورت میں ہو جاتا ہے مگر اس سبب جائز یا ناجائز ہونے کا ذکر مقصود نہیں ہوتا۔

اور درحقیقت اس آیت میں اس متلون مزاج نا عاقبت اندیش کی چھپھوری حرکت پر جو گھڑی میں گھرنے والے اور گھڑی میں بگاڑے تنبیہ کر دی ہے تاکہ وہ بلا سبب اور بغیر ضرورت محض لذت حاصل کرنے کے لئے استبدال زوج چاہتا ہو۔ اس صورت میں یہ حکم اس ارادہ کا قوی مانع ہوگا۔ پس ان سبب تقریروں کے خلاصہ میں ہم کہتے ہیں کہ زمان جاہلیت کے ادواب میں بلکہ یہود اور رومن کی رسوم میں بھی عورت کی ذات بہت بدتر و کمزور و ذلیل تر حالت میں اکثر بے اختیار اور قیدی کی طرح بسر کرتی تھی اور جن معاشرت کے بہت سے فائدے اور زوجیت کے بہت سے حقوق سے محروم رہتی تھی اور انگلستانی رسمیں اب تک اسکے حق میں سخت اور شدید ہیں مگر اسلام کے شارع نے احکام قرآن میں عورتوں کی حالت کو ایام زوجیت اور بیوگی میں لگے زمانہ کی حالتوں سے کہیں بڑھ کر بہتر اور برتر کر دیا۔ اور عدالت کے حکم اور عاشق و مہنہ بالمعروف کی وصیت نامہ و بلیک بالمرحوم کے فتوے سے اس سے زیادہ خوشحال اور فارغ البال کر دینے

سے اس اصلی غرض کو جس پر محض صہبن غیر مسافحین میں اشارہ کیا ہے اس قدر قی تسکین اور باہمی اطمینان کو جو حق لباس لکھ سے مراد ہے بڑے کامل طور سے پورا کیا +

## ۴۔ اعتراض

## جواب

لونڈی اور غلام کی کامل آزادی اسلام میں ہو چکی ہے اس کا ذکر آگے آتا ہے مگر یہاں پر اسی قدر کافی ہے کہ اُس وقت میں کینز کوں سے تجویز کی تجویز ایک شاذ و نادر صورت میں ہے اور وہ بھی مصلحت سے خالی نہ تھی۔ یعنی جس شخص کو نکاح آزاد کا مقدمہ نہ ہو اور بے نکاح رہنے میں زنا کا اندیشہ ہو مگر با اینہم پھر بھی لونڈیوں کے نکاح سے اجتناب ہی بہتر قرار دیا چنانچہ فرمایا کہ۔

”وان تصبروا خیر لکد“ +

(دیکھو اس مضمون کی ۹ دفعہ) +

اور لونڈیوں کے حق میں جو مسلمانوں کی غلامی میں ہوں و شوار ہے کہ ان کی حالت مذلت سے زیادہ جنس انسان کی اور کوئی حالت قیاس میں آسکے ان سے تو کمترین مخلوقات کی حیثیت سے سلوک کیا جاتا ہے۔ عقیدہ بند توان پر ایسی ہے گویا کہ وہ منکوحہ ہیں مگر حقوق زوجیت سے وہ صاف صاف محروم ہیں وہ بالکل اپنے ملکوں کے اختیار میں ہیں صرف ایک صورت مخلصی کی یہ ہے کہ جب وہ اقم ولد ہو جاوے تو بک نہیں سکتی اور مالک کی وفات پر آزاد ہو جاتی ہے سو بھی قرآن شریف میں نہیں ہے ماریہ قبطیہ کی مثال پر قیاس کیا جاتا ہے +

## ۵۔ اعتراض

## جواب

طلاق بائن کی جو اخلاقی اور شرعی اور تمدنی قباحتیں بیان ہوئی ہیں وہ احکام قرآنی پر عاید نہیں ہوتیں قرآن میں پہلے ہی اس کو تائید نہ کر کے تنک مزاج تو ن طبع خفیف الحریکت سبکسر مرد کے غیظ و غضب اور جوش و خروش اور عداوت کا علاج کر دیا ہے اور کئی تدبیریں اسکے روک تھام کی مثلاً عدت کا مقرر ہونا اور ظاہر ہے کہ اتنے عرصہ دراز میں وہ شخص اچھی طرح اپنے ارادہ سے پشیمان ہو کر باز آ سکتا ہے اور نیز یہ کہ مدت عدت

طلاق کے قاعدوں میں ایک قاعدے کی نسبت بے بولے رہا نہیں جاتا کہ ایک خاوند و مرتبہ طلاق دید کر تو پھر سکتا ہے مگر تیسری مرتبہ کے بعد پھر نہیں سکتا اور فیصل کیسا ہی حق اور مضر ہو اور کیسے ہی غصہ کا نتیجہ ہو اور اس سے کیسا ہی کچھ نہ اُس بے جرم عورت کو۔ نہیں بلکہ اس کے معصوم بچوں کو اثر پہنچتا ہو اور وہ شوہر بھی کیسا ہی کچھ اس ظلم کی اصلاح چاہتا ہو مگر اب وہ منسوخ ہی نہیں ہو سکتی مگر یہ کہ طلاق دی ہوئی



عورت ایک سخت شرط پر پھر آسکتی ہے کہ پہلے اس کا کسی آدمی سے نکاح ہو اور یہ بھی اسے طلاق دیدے (بقرا ۲۳) +

مسلمانوں کی حیا و غیرت کا اسی پر قیاس کر لیا جائے کہ مطلقہ بائن کے پھر جائز ہونے کے لئے ایک مستقل یعنی ماضی شوہر کو یا اجرت پر رکھ لیا جاتا ہے اس کی ایک مثل مشہور ہو گئی ہے الف عشق ولا مستحل +

ہے اور کیا اتنی مدت تک اس کی بدخونی مستمر رہے گی پس ان تینوں طلاقوں میں (الطلاق متان) اسے علی التفریق دون البہم فان طلقا (اسے ثالثہ) فلا فحل (جو جواہد اک عرصہ متدبر کے بعد ہوں شریعت نے کوئی عذر اور جیلہ ناگہانی قصداً اور فتنہ ناخوشی کا اٹھا نہیں رکھا کہ جس سے اب جلد بازی اور تیز فراہی پر نہامت اور افسوس ہو بلکہ اک اختیار ہی فعل ہے کہ اس کا الزام اپنی ہی عقل و تمیز پر ہو سکتا ہے +

اور حلالہ کا حکم بھی اس رسم طلاق کے گھٹانے اور کم کرنے کی نظر سے ہوا ہے اور بیشک اس کی رسوائی کسی صاحب غیرت کو ایسے ارادہ پر حرات نہ کرنے دیگی یعنی کوئی باجمیت نہ طلاق بائن دیگا نہ حلالہ کی رسوائی اٹھائیگا۔ اور محل لہ اور محل کی شاعت پہلے ہی بیان ہو چکی ہے ابھی ہم حجۃ اللہ البالغہ میں دیکھتے ہیں لہن رسول اللہ صلعم المحلل والمحلل لہ +

اور یہ تو ایک بڑی غلط فہمی ہے کہ گویا شریعت نے اس بے جرم صاحب عفت کی بڑھ دی اس رسم سے گوارائی ہو کیونکہ مستقل صرف اس عورت کو اس غرض سے کہ وہ اگلے شوہر کو اس جیلہ سے حلال ہو جاوے پہلے ہی سے ارادہ کر کے تھوڑی دیر کے لئے نکاح کرے تو وہ ہرگز درست

نہ ہو گا کیونکہ نکاح میں تو داومت اور تحصین اور عدم سفاح اور تعاون فی العشرت اور باہم کی تسکین اور اتحاد و مراد اور مقصود ہے تو ایسی صورت میں محل کا نکاح دائمی ہو گا جب تک کہ کوئی ایسی ہی ناگزیر صورت طلاق کی جن کا بیان آگے ہو چکا ہے پیش نہ آوے پس اس عورت کا بائن ہونے کے بعد حلال نہ ہونا اس مرد کے لئے سزا ہے۔ کہ اس نے عداوتی اور قانون قدرت کی رعایت نہ کی۔ موسوی شریعت میں بھی مطلقہ اپنے شوہر پر حرام ہو جاتی تھی مؤبداً رسماً (مگر قرآن کی نظر میں اتفاق کو ترجیح ہے افراق پر +

(۲۴) حیث ہے اگر اس مقام پر جناب بیغہ صلعم کی خاص ازواج طہبات کے احکام

نہ بیان کئے جاویں گواس تحریر کی وضع سے یہ بحث خارج ہو۔  
 ہر ایک انسان کی عقل ضرور اس امر کی طلبگار ہوگی کہ مصلح قوم اور مادی انام نے جس نے  
 ایسی حکمت اور مصلحت کے احکام جاری کئے اور زمانہ جاہلیت کی رسوم بقیہ اور عادات متاثرہ کو روکا  
 اور کم کیا (خود ایسا نمونہ کیسا دکھلایا۔ اور بالضرور ہر ایک شخص کا وجدان اس پر گواہی دیگا۔ کہ  
 مصلح ملت اور مذمت مذہب خود بھی ایک نمونہ ہونا چاہئے۔ تمام اخلاق اور حسنات اور خیرات  
 کا تاکہ لوگ اُس سے نفرت نہ کریں اور یہی امر اصل ہے مسئلہ عصمت کی +

جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام از دو ان عجیب حکمت کے احکام تھے جن سے ہم اب  
 بھی اس بات پر استدلال کر سکتے ہیں کہ کسی نتیجے سے ایسے احکام صادر ہونے کی توقع اور احتمال بہتر  
 کیونکہ یہ احکام بڑی تنگی اور قید نفس اور حیران شدید کے ہیں۔ اوایل سورہ نساء کی آیت (جس میں  
 عورتوں کی حد مقرر ہے) نازل ہونے سے پیشتر جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ حکم ہوا تھا  
 کہ ازواجِ معبود (جن کا عدو بعد کی مقرر کی ہوئی نصاب سے زیادہ تھا) حلال ہیں، امتیاز میں بھی ان کی  
 حلت کو ظاہر فرمایا گیا۔ اس طرح پریا ایھا النبی انا احلنا لک اذا جئت الی انیت ابوہن

ع  
 ج  
 ج

۱۵ یہ بات کہ سورہ احزاب پہلے نازل ہوئی نساء سے اُس کے ثبوت میں یہ دلیلیں ہیں +

(۱) قصیدہ تقویٰ البامول فی ترتیب النذول تصنیف یوہان الجعوبی کا ایک شعر ہے +

لاخزاب ما نزل الامتحان والنساء  
 مع زلزلت ثلث الحدید تاملا +

(۲) ابن جریر نے فضائل القرآن میں ابن عباس سے روایت کی ہے اس میں فی سورتیں اس طرح پر ترتیب دی ہیں

”ثلاث بقولہ لا انفال ثم ال عمران ثم الاحزاب ثم المتحنہ ثم النساء الخ“ +

(۳) بیہقی نے عکرم سے روایت کی ہے لائل النبوة میں اس میں فی سورتوں کی ترتیب اس طرح ہے۔ ”ویل“

للمطققین والبقی وال عمران وال انفال وال احزاب والمائد لا والمتحنہ والنساء الخ +

۱۶ اس اظہار تحلیل سے یہ نہیں لازم آتا کہ بیک جرحہ ہوا اور غیر حلال تھا کیونکہ ایک جو ہوا تھا اُس کی حلت سنت نبوی  
 فعل رسول اور انبیا۔ سابقین کے دستور اور قوم کی رسم اور قانون قدرت کی مطابقت سے ہوا تھا اوصاف اتسی تحلیل کا  
 اظہار ہوا یا بس مبنی کہ ہم مطلق کر چکے ہیں ان ان کو گناہ زندہ الخ +

اور ایسی کئی مثالیں مل سکتی ہیں جن میں ل حکم متاخر ہوا اور عمل تقدم مثلاً آیت وضو بالاتفاق بعد بورت نازل ہوئی مگر اس کا حکم  
 کی ہے ایسی ہے آیت جمود جودنی ہے گرجع کی فرضیت کی ہے ایسے ہی فرضیت کو آء کا حکم بہت متاخر ہے اور اس کا عمل ابیل پھر سکتا  
 ہے دیکھو اتفاق میں ایک خاص باب اسی بیان میں ہے ما تاخذوا ولہ عن حکم (نوع ۱۲) +

اور یہاں تو سب صیغے صاف ہی کے ہیں اور وہ بھی امر کی صورت میں نہیں ہیں بلکہ خبر کے طور پر ہیں پس یہ آیت  
 سابقین کی حلت ظاہر کرتی ہے۔ زندہ کے واسطے کوئی حکم نہیں دیتی +

وما ملککم بیدک مما افاء الله علیک وبنات عمک وبنات عمتک وبنات خالتک وبنات  
خالک الذی ہاجر من معک وامرأة مومنة ان وهبت نفسها للنبی ان اسراد النبی  
ان یستخکما خالصۃ لک من دون المومنین قد علمنا ما اقرضنا علیہم فی ادراجہم وما ملکک  
ایمانہم لیکید لیکون علیک حرج ط (احزاب ۳۹) یعنی ہم نے حلال کیس تجھ کو تیری عورتیں دیا ہم  
جائز کر چکے ہیں تجھ کو تیری عورتیں جن کے مہر تو بے چکا اور جن کا تو مالک ہو چکا فی کے ذریعہ سے  
اب جو مردے چکنے کی وجہ سے حلال نہیں اُن کی تفصیل ہے تیری چا زاد اور پھوپھی کے قبیلہ  
کی عورتیں اور اموں زاد اور خالہ کے قبیلہ کی عورتیں جنہوں نے ہجرت کی تیرے ساتھ اور وہ  
عورت جس نے اپنے آپ کو عرض کیا مئی پر ادبئی نے بھی چاہا اُس کو نکاح میں (مراذیہ  
رضی اللہ عنہا شاید) یہ احکام جن میں اس وقت موجود عورتوں کے جائز رکھنے کا حکم ہے اس طرح  
پر کہ عین ان عورتوں کا اور ذات شخصہ اُن عورتوں کی حلال ہو چکی اس حیثیت سے کہ اُن میں  
تغیر اور تبدل نہ ہو سکے (خاص تیرے ہی لئے) تاکہ تو ضبط اور قید میں نمونہ ہوا وروں کو اور تاکہ  
اُس سے ظاہر ہو تیری عدم متابعت نفس اور مجبوری احکام الہی کی گو وہ خلاف ہوں خواہش  
ہائے بشری کے) سوائے سب مسلمانوں کے (کیونکہ) ہم کو معلوم ہے جو اُن پر حکم ہوا ہے  
اُن کی نسبت جو اُن کی عورتیں ہیں اور اُن کے ہاتھ کے مال ہیں (مسلمان لونڈیاں) (وہ یہ کہ  
ان کے لئے ذات معین نہیں اور اُن میں تغیر و تبدل اور کمی بیشی معروف طور پر ہو سکتی ہے مگر  
تیرے لئے خاص اُن عورتوں کی تخصیص ہے جن میں کمی بیشی اور تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا۔)

۱۰ تفسیر جلالین میں صہا افاء اللہ کی تفسیر میں صفیہ اور جریہ کا نام لکھا ہے اور یہ دونوں مشہور ہے کہ آزادی  
کی حالت میں نکاح میں آئیں +

۱۱ بنات عم سے سنا رویش مراد ہیں +

۱۲ بنات خالی سے سنا ربی ظہر مراد ہیں +

۱۳ "ان وهبت" کوئی ایسی عورت مدینہ میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہ تھی۔ عن عبد اللہ ابن  
عباس ومجاہد لم یکن عند النبی امراة دھبت نفسها مند (معالم التنزیل) اور نہ اس میں کوئی حکم  
مستقبل کا ہے کچھ ضرور نہیں کہ ان شرطیہ ہو متحمل ہے کہ "قد" کے معنی میں ہوا اور تعلیل کے واسطے ہو۔ پس  
حضرت ضحیہ مراد ہو گی اور نہ مکن ہے کہ تعلیم کے لئے ہو +

۱۴ یعنی سورہ فرقان اور مومن اور بقرہ میں جو کچھ ازواج کی نسبت احکام اور وصیت ہوئی۔ اور یہ صورتیں مقدم ہیں۔  
احزاب پر دیکھو قصیدہ تقویٰ البامول فی ترتیب النزول اور ابن ضریس کے رسالہ فضائل القرآن  
میں ابن عباس کی روایت +

تاکہ تجھ پر گناہ نہ ہو اور اُن خردوہ گیروں کی نظر میں جو محض کثرت پر نظر کر کے طعن کریں کہ نبی نے متابعت نفس کے لئے ایسا کیا حالانکہ اصل حقیقت اُن کی فہم کے خلاف ہے چنانچہ فرمایا: مگر۔

”لَا يَجْعَلُ لَكَ الْنِسَاءُ مِنْ بَعْدِ وَلَا أَنْ تَبْدَلَ بَعْنِ مِنْ أَدْوَابِ وَلَا عَجَابُ

۱۵۔ مِنْ بَعْدِ الْقَسَمِ وَهُوَ فِي حَقِّهِ كَالْأَرْبَعِ فِي حَقِّهَا وَمِنْ بَعْدِ الْيَوْمِ حَتَّى لَوْ مَاتَتْ وَاحِدَةٌ

تَجْزِلُهُ نِكَاحٍ أُخْرَى (بیضاوی) ۶

بعض لوگوں کو اس آیت میں بڑی غلط فہمی واقع ہوئی ہے۔ یعنی اس آیت کو منسوخ بتلاتے ہیں مگر قطع نظر اس سے کہ نسخ قرآن میں ہوا ہے یا نہیں ایک اور ملاحظہ یہ ہے کہ اس کا نسخ اس سے پہلے ہے اَنْ هَذَا الشَّيْءُ عَجَابٌ حَالَانِ کہ آیات کی ترتیب توقیفی ہے اور اس پر اجماع بھی ہے۔ اور یہ بتواتر ثابت ہے کہ جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح سے قرآن پڑھتے تھے جس طرح اب آیتیں مرتب ہیں پس ممکن نہیں کہ اُن آیتوں کی ترتیب میں ایسی مریخی تاریخی غلطی ہو گئی ہو۔ علامہ سیوطی اتفاق میں فرماتے ہیں۔ اَلْإِجْمَاعُ وَالنُّصُوصُ الْمُنَوَّادَةُ عَلَى أَنَّ تَرْتِيبَ الْآيَاتِ تَوْقِيفِي لَا شَبْهَةَ فِي ذَلِكَ أَمَّا الْإِجْمَاعُ فَقَدْ غُيِّرَ وَاحِدَةً مِنْهُمْ الزُّكُوفُ فِي الْبِرْهَانِ وَالْبُحْثُ فِي الْمُنَاسِبَاتِ وَعَبَّاسٌ تَرْتِيبَ الْآيَاتِ فِي سُورَاتِهَا وَاقِمُ تَوْقِيفَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَمْرُهُ مِنْ غَيْرِ خِلَافٍ فِي هَذَا بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ۔ لَنَحْظُ۔ اور پھر قاضی ابوبکر راباقلانی کا قول نقل کیا ہے۔ اِنْ كَانَتْ يَتَذَكَّرُ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرْتِيبَ أَيْ كُلِّ سُورَةٍ وَمَرَّضَهَا وَعُرِفَتْ مَوَاقِعُهَا كَمَا ضَبَطَ عِنْدَ نَفْسِ الْقُرْآنِ وَذَاتِ التَّلَاوَةِ الخ ۶

علامہ انیس جس آیت کو اس کا نسخ ہونا تفسیر بیضاوی کہائیں اور معالم میں نقل کیا ہے یعنی تَنْشِءُ مِنْهُمْ وَلَوْ وَحْدَى الْيَدِ مِنْ تَنْشِءِ اس میں ایک حرف بھی اس پر دلالت نہیں کرتا کہ ازواج موجودہ کے سوا ان کے غیر سے نکاح کیا جاوے۔ بعض نے اور بھی ترقی کر کے یہ کہا ہے کہ اس ۱۴۔ آیت کی آؤ بھی پہلے کی یعنی ۳۹۔ آیت اسکی ناسخ ہے۔ لاجعل ولا تلاق۔ نسخ کیا ہوا ایک ہے کہ پہنچا ہی نہیں چھوڑتی۔ بلا دلیل اور بغیر ضرورت الٹی پٹی باتیں خلاف تحقیق جرجی میں آتا ہے۔ صرف بات کی بچ پر کھدیتے ہیں۔ البتہ بالعیب، ایک قول حضرت عائشہ کا نقل کرتے ہیں کہ امامات رسول اللہ حتیٰ اِھْلَ لَہُ النِّسَاءِ یہی الفاظ ہیں تفسیر کشاف و کبیر اور صحیح ترمذی کے اور اس کے کئی حرف زیادہ نہیں ہے اور یہ سچ ہے اس میں اشارہ ہے اس پر کہ جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی کثرت ازواج کی حالت تنزیل میں ملاحظہ ہو چکی ہو پس نسخ کا ذکر تو کہیں غائب خیال میں بھی نہیں ہے اب اگر اس پر بھی نہ باتیں اور حضرت عائشہ کے قول کو پھیر دیا کر پانے ہی مطلب پر لایں تو اس کے معارضہ میں ہم انس کا قول پیش کرینگے جو کہتا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے متھے تک ہی حرمت کا حکم جو لایمیل لک النساء من بعد میں تھا قاطعاً ہم نے چنانچہ تفسیر معالم التنزیل میں ہے قال ۲ انس ومات علی التَّحْبِیْدِ ۶

تائید اسلام مطبوعہ ۱۲۸۶ھ کے ص ۱۰۸ و ۱۰۹ میں دو روایتیں ترمذی سے اس مطلب کے لئے نقل ہوئی ہیں

حسنہٴ الاہامکت یمینڈک<sup>۱</sup> ط (احزاب ۴۱) \*

یعنی اس وقت سے سب عورتیں تجھ پر حرام ہیں اور اس لئے اُن عورتوں کے رہن کا ذکر ہوا، بدلے اور عورتیں کرنی بھی دایمی حالت میں کہ اُن میں کوئی مرد یا طلاق پائے، حرام ہوئیں گو اوروں کی صورت پسند بھی ہو ورنہ بھی تجھ کو یہ سخت قید اور بند اور شہتیاہ نفس کے خلاف بلکہ میلان قلب کے بھی خلاف حکم دیا گیا جس میں نبی کا ضبط اور سایر مسلمانوں سے عفت اور مخالفت نفس میں استقلال اور برتری ظاہر ہو اور یہ بھی معلوم ہو جاوے کہ کوئی جھوٹا آدمی ایسے احکام اپنی غرض کے خلاف صادر نہیں کر سکتا، مگر یہ حرمت اُن عورتوں سے متعلق نہیں ہے

بقیہ کا شید صفحہ ۴۶ اگر سورہ احزاب کی ۴۱۔ آیت کے بعد ۳۹۔ آیت نازل ہوئی یہاں زیادہ تفصیل کی گنجائش نہیں گو اس قدر تفسیر کرنی ضروری ہے کہ یہ دونوں روایتیں صحیح نہیں ہیں کیونکہ وہ حسن ہیں اور حسن صحیح سے کتر ہے اُس کے راوی درجہ حالت تک نہیں پہنچے گو فاسق بخیر نہ ہوں اور دوسرے یہ کہ وہ روایتیں صرف عبد الحمید بن بہرام کے واسطے سے ہیں اور اُس نے عبد اللہ بن موسیٰ سے روایت کی ہے مگر عبد بن حمید کی روایت جو منقول ہے وہ وہ ہے جو شمر بن حوشب سے ہو چنانچہ ابو یوسف ترمذی نے ان روایتوں کے بعد لکھا ہے سمعت احمد بن الحسن بن یزید کو عن احمد بن حنبل قال لا بأس بعد یت عبد الحمید بن بھل دین شمس بن حوشب انھی۔ پس وہ روایتیں بھی اس لائق نہ ہونگی کہ وہ نظم و ترتیب قرآن کو مختل کر دیں یا کسی دہیات اور نکیر مضمون کی اُن سے تائید ہو سکے \*

۱۔ ایک مخالف نے یہ اعتراض کیا کہ گو اس آیت میں غیر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اندراج کی اجازت نہ ہوئی مگر مکاتیب میں تو آزادی حاصل ہے۔ اس مقام پر جو لفظ اذیجی لکھا ہے اس میں اعتراض ہے وہ تو ایک تیر طرہ و ذہبہ مگر عامہ مسلمانوں کو اسکی کیا پروا ہے۔ الا در حقیقت کوئی یہ پوچھے کہ حضرت مکاتیب میں لفت کی راہ سے لوٹتی کو کہتے ہیں یا یہ لفظ منقول شرعی یعنی فقہاء کی اصطلاح ہے۔ پس صورت کی سند لائے اور دوسری صورت میں قرآن کے الفاظ کو فقہاء کی اصطلاح پر محدود و محمول نہ فرمائیے۔ ابی العالیہ اور سعید بن جبیر اور عطاء اور سدی متقدمین مفسرین نے تصریح کی ہے کہ مکاتیب میں نکاح میں پائی جاتی رہے دیکھئے تفسیر مجمع البیان اور نیز تفسیر کبیر (پس چونکہ مضمون عدم مکاتیب نساوان زمان موجودہ و منکوحہ پر بھی حاوی تھا کہ اس وقت کے بعد سے تم پر عورتیں حلال نہیں۔ اس لئے الاہامکت یمینڈک کنا ضرور ہوگا کہ جو عورتیں ملک نکاح میں آچکی تھیں وہ مستثنیٰ ہیں \*

اور مملکت جو ماضی کا صیغہ ہے وہ تو حقیقت میں ماضی پر دلالت کرتا ہے اُس کو مستقبل پر محل کرنا ناجازی ملو پر ہے اور حقیقت سے مجاز کی طرف جانے کے لئے کوئی قرینہ حاروت عن الظاہ ضرور ہونا چاہئے۔ ایک صاحب فاضل کا یہ شعر توڑ پھٹے ہیں۔ چار جا ماضی یا یہ ہمیش مستقبلہ الخ مگر کوئی صاحب حقیقت سے عدول کرنے کی ضرورت شدید اور مانع قوی اور قرینہ مانع بیان نہیں کر سکتے۔ اور ظاہر ہے کہ صرف یہ یا یہ کچھ کام نہیں آسکتا۔ فتدبروا لا تکن من الجاہلین و تامل حتی یا تیاک الیقین \*

جو تیری ملک نکاح میں آچکی ہیں رکھو نہ پہلے سے فعل نبی اور عطاءے ہر سے نکاح میں بطور معروف آچکی اور کچھلی آیت میں ان کی تحلیل بھی ظاہر ہو چکی ہے +

پس اب اس بیان سے ظاہر وثابت ہوتا ہے کہ اس پہلی آیت میں راحزاب ۵۹-آیت) نہ تو کسی نئی بات کی ایجاد ہے اور نہ کسی امر غیر موجودہ کے پیدا ہونیکا حکم اور نہ آئندہ کو کسی نئی بات کا استحقاق ہے اور نہ کوئی مفید مطلب پروا لگی ہے اور جو شخص من دون المؤمنین ہے وہ مانعت اور قید کی صورت ہے نہ کہ آزادی اور بے قیدی کی کیونکہ عوام مسلمین کے لئے صرف عہد کا تعین تھا نہ کہ منکوحات کا اور ممکن ہے کہ موت یا طلاق کی صورت میں ہمیشہ اول بدل ہوتا رہے مگر جناب پیغمبر صلعم کی نسبت تخصیص بھی منکوحات کی کہ نہ تو ان عورتوں سے زیادہ کوئی آؤز نکاح کر سکتے تھے اور نہ ان کے بدلے میں نکاح کر سکتے تھے۔ پس ظاہر ہے کہ جناب پیغمبر کو نکاح کے باب میں آؤز مسلمانوں کی بہ نسبت زیادہ وقت اور قید اور مانعت تھی اور ایسا ہی شان نبی کے لائق بھی تھا۔ پس یہ صریح امتناعی احکام اور قہر نفس اور تحصین شدید کے جو مقتضائے بشریت پر صبر اور میلان قلبی پر جبر کرنے کے ہیں ان سے صاف ثابت ہے کہ جناب پیغمبر صلعم نے جیسے آؤز احکام تنزیل وحی کے مسلمانوں کی حقت اور پرہیزگاری کے بیان فرمائے ان سے زیادہ اپنی مخالفت نفس کے احکام ظاہر فرمائے +

اس تقریر سے ڈین پریڈ ولف فاڈر صاحبوں کے اعتراضات تو باطل ہو ہی گئے مگر بعض نا فہم مسلمان جو اسلام کے نادان دوست ہیں ان کی رکیک توہمات اور قدام خیالات بھی باطل ہو گئے۔ واللہ اعلم علی ذلک +

۲۵۔ اور منجملہ برکات اسلام ایک یہ ہے کہ اپنی جان کی حفاظت اور جنگوں سے صیانت

کا حکم ہے +

Suicide and gladiatorial shows mitigated.

(۱)۔ ولا تلقوا بأیدیکم الی التملکة۔ (بقرا ۱۹) +

(۲)۔ ولا تقاتلوا أنفسکم (ج ۵ ج ۶۲) +

خودکشی جس پر اس کچھلی آیت میں اشارہ ہے جاہلیت کے زمانہ میں عرب دردم وغیرہ آباد ملکوں میں جہاں سیاست اور قانون بنے تھے بے روک ٹوک جاری تھی اور بعضی صورتیں آپس آپ جانینی عبادت میں داخل تھیں +

ایک دُؤ۔ ایل کی رسم مالک فرنگ میں عجیب رسم تھی کہ وہ آدمی باہم مقابلہ کرتے تھے

۱۔ قبل اعلان ڈیل صاحب نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس آیت کا ثابت ہوتا ہے کہ وہ مسلم نے باطل اور کفر کی آزادی کی تعلیم دی۔ انتہی۔ و حقیقت اسلام کی آزادی بہت بڑی نعمت ہے اور اس کا فروغ اور ملک کی اصلاح پر بہت مفید ہے +

اور گواہ بھی حاضر رہتے جو ان کے ہاتھ میں آلات حرب دیتے اور انتظام کرتے تھے اور اسکی بنا یہ اعتقاد ہوا کہ ضرور ہے کہ خدا ظالم کو بلا واسطہ سزا دے اور مظلوم کی نصرت کرے۔ چنانچہ یہاں تک یہ رسم بڑھی کہ مقدمات حقیقت میں اسی رسم کو محکم عدالت اور عیا حقیقت قرار دیا۔ اگر ایک افتادہ زمین پر تنازع ہے تو انہوں نے کہا کہ آؤ لوئیں جو مر جاوے وہ غیر حق پر تھا۔ کیا خوب عدالت تھی اور کیا اچھا فیصلہ ہوتا تھا۔ اسلام میں شروع سے اس کی اصلاح ہوئی اور صرف گواہوں پر یا قسم پر عیا عدالت قرار پایا اور نیز ذاتی تنازعات خارج از عدالت بھی اسی دُفائل سے طے ہوا کرتے تھے۔ اسلام میں بہت اڑکے ہوئے تو میا ملہ ہوا۔

کہتے ہیں کہ سترھویں جرمن گنڈیالڈ بادشاہ نے اس رسم کو قسم کی جگہ فصل خصوصیات میں مقرر کیا۔ ان دونوں قسم کے دُفائل یعنی ایک تو عدالت کی حیثیت سے دوسری متاع عدالت کی طرح پر جاری رہی یعنی تلواروں سے اڑنا اور پستولوں سے گولی مارنا اور دو اینٹی ایک نہر آلو ایک روٹی کی بنی ہوئی کھانا۔ انگلستان کے بادشاہوں نے آخر زمانہ میں اس رسم کے بند کرینکا جڑا ہتام کیا لیکن فرانس میں اس کا رواج کثرت سے رہا۔

۲۶۔ اور کئی ایک احکام بڑی تاکید سے ہر ایک طبقہ کے انسان سے نیکی اور رعایت کرنے کے قرآن میں بکثرت ہیں۔

Is'l'm inculcates to show kindness to parents, to kindred, to orphans, to poor, to neighbours whether kinsmen or strangers, to a fellow traveller, to wayfarers, to slaves and captives, &c.

(۱) وبالوالدین احسانا و بذی القربی والیتامی والمساکین والجار الجنب والصابغ بالجنب وابن السبیل وما ملکت ایمانکم (نساء ۶) پھر سورہ بقرہ میں ہے۔

(ب) والی المال علی جد ذی القربی والیتامی والمساکین وابن السبیل

وفي الزکات (۲-۷)

اس میں (۲۱) والدین سے نیکی کرنی (۳) رشتہ داروں سے (۴) یتیموں سے (۵) محتاجوں سے احسان کرنا (۶) ڀروسے ناتے والے سے (۷) اور بیگانے ڀروسے سے (۸) اپنے رفیق سے (۹) مسافر سے (۱۰) غلاموں سے خادموں سے (۱۱) قیدیوں سے نیک سلوک کرنا اور انکو اپنا مال دینا بڑی تاکید سے واجب قرار دیا ہے۔

اس میں کوئی جنس انسان کی ایسی باقی نہیں رہی جس پر اسلام نے شفقت کرنے اور نیکی سے پیش آئیک حکم نہ دیا ہو۔ نہ صرف ایک یا دو ہی جگہ بلکہ مختلف طور سے اور جُدا جُدا تقریر سے احسانات اور خیرات کو بیان فرمایا ہے۔

(ج) ”(۱) ما انفقت من خير (۲) فلول الدين (۳) والاقويين (۴) واليتامى (۵) والمساكين (۶) وابن السبيل“ - (ج۲) +

(د) ”(۲) وبوالوالدين احسانا واما يبلغن عندك الكبر احدهما او كلاهما فلا تقل لهما اي ولا تنهرهما وقل لهما قولا كريما۔ واحفض لهما جناح الذل من الرحمة وقل رب ارحمهما كما ربياني صغيرا“ - (د۱-ج) +

اور بابائے نیکی کرو اور جو کوئی ان دونوں میں سے بڑھا ہو جو اسے تو نہ ٹھکرے اور نہ جھڑکے  
اُن کو اور اُن سے ادب کی بات کہہ۔ اور جھکا ان کے آگے کندھے عاجزی کر کے پیاسے اور کہہ  
اے رب ان پر رحم کر جیسا پالا انہوں نے مجھے چھوٹا سا +

(ه) ”ذات (۳) ذی القربى حقہ (۵) والمساكين (۹) وابن السبيل“ +

یعنی اور ویدے پالنے والوں کا حق اور محتاج کا اور مسافر کا (ایضاً) +

(و) ”ولایاتل اولوالفضل منکد والسعة ان یوتوا (۴) اولی القربى (۵) والمساكين

(۹) والمهاجرين فی سبیل اللہ“ - (نومر) +

اور قسم نہ کھاویں بڑائی والے تم میں سے اور کشائش والے کہ ناتنے والوں محتاجوں  
اور خدا کی راہ میں وطن چھوڑنے والوں کو مال نہ دیویں +

(ز) ”ووصینا الانسان (۲) بوالدیہ احسانا حملتہ امہ کرها ووضعتہ کرها“

(احقاف ۲) +

اور ہم نے تعظیم کیا ہے انسان کو اپنے ماباپے بھلائی کا پیٹ میں رکھا اُس کو اُس کی  
مانے تکلیف سے اور جتنا اُس کو تکلیف سے +

(ح) ”فلا اقمتھا العتبه وما دراکھا العقبہ (۱۱) فکسر قبة او اطعام فی یوم ذی

مسغبة (۲) یتیمًا ذامقربة اور (۵) مسکینًا ذامقربة“ +

اور انسان نہ ہک سکا گھائی کو اور وہ گھائی کیا ہے۔ آزاد کرنا غلام کا یا کھانا کھانا بھوک  
کے دن میں بے باپ کے لڑکے کو جو ناتنے وار ہے یا محتج کو جو خاک میں رُلتا ہے۔“ (بدل) +

(ط) ”فاما الیتیم فلا تقهر واما السائل فلا تنحر“ (ضحیٰ) +

سو جو یتیم ہو اُس کو نہ دبا اور جو مانگتا ہو اُس کو نہ جھڑکے +

ان احکام کو جو جملہ طبقاتِ ناس کی ہر ایک قسم پر حاوی ہیں تو ریت اور خیل اور حکما و سلف  
کی وصیتوں سے مقابلہ کرو ایسی جامعیت اور تفصیل ایسی عمدہ ترتیب اور قدرتی نظام کی رعایت  
اور عموماً احسان کے احکام نہ پائو گے +



۲۷- غلاموں کی حالت بالتحصیص بڑی اصلاح کی محتاج تھی اُن کی آزادی اور آئندہ

کے سدباب کے لئے بڑی کوشش اور اہتمام ہوا اور

Islam liberated slaves not as only a merit, but as strict and an indispensable duty.

کتاب کا امر حکم لازم صادر کیا +  
والذین یتبعون الكتاب مما ملکت ايمانکم  
فکاتبوهم ان علمتم فیہم خیرا وَاَنْتَوٰهُم مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِیْ اٰتٰکُمْ (نور)

یعنی جو کوئی نوٹڈی یا غلام یہ کہے کہ میں اتنی مدت میں اس قدر روپیہ کمادوں گا مجھے بھی آزاد

۱۵- داؤد الاصفہانی وغیرہ جن کو یہ اہل الرائے اصحاب انکار کرتے ہیں، اور اُن کو غلامیہ کہتے ہیں کہ یہ امر کتاب کا ایجاب کے واسطے ہے یعنی جب غلام درخواست کرے اپنی آزادی کی اقرار نامہ پر اور مالک سمجھے کہ میں اس کی بہتری ہے تو فوراً آزاد کرے + اور حقیقت بھی یہی ہے کہ جیسا اسلام کی اہل نیکی اور خیر اور اصلاح پر نظر کرتے ہیں تو بالضرور ہم اپنے وجدان سلیم سے یہی پاتے ہیں کہ یہ حکم وجوب کے واسطے ہے کئی وجہ سے (۱) یہ کہ امر تو ایجاب کے واسطے ہوتا ہے اور اس کا سبب نیکی ہی اسی کی تائید کرتا ہے کہ خریط بن عبد العزی کے غلام نے جس کا نام صبیح تھا کاتبت چاہی تو اُس کے آقا نے انکار کیا اس پر یہ حکم ہو گیا پس ظاہر ہے کہ انکار کے مقابل میں حکم دیا تو ضرور ہے کہ وہ حکم واجب ہو (۲) حضرت عمرؓ نے ایک شخص کو حکا کتاب کرنا حکم دیا اس نے انکار کیا تو انہوں نے اس کی تعزیر کی پس اگر کاتبت واجب ہوتی تو اس کو مارنا جواز نظر نہ تھا حالانکہ اصحاب میں سے کسی نے اُن پر اعتراض نہیں کیا تو گو یہ مسئلہ اجماعی ہو گیا (۳) عمر ابن خطابؓ عطا و داؤد بن علی اور محمد بن جریر بیان پر جو حکم قائل ہوئے ہیں پس انی سب قرآن پر نظر کرنے سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ کاتبت واجب ہے، اور درحقیقت یہ بڑی فضیلت ہے اسلام کی +

جو لوگ کہتے ہیں کہ یہ امر مندوب ہے، اُن کی دہیات سی حجت اور نامعقول سا قیاس ہے وہ کہتے ہیں کہ مکاتب کرنا اور بیچ ڈالنا برابر ہے اور بیچ کرنا واجب نہیں ہے تو مکاتب کرنا بھی واجب ہوگا کہ مستحب ہوگا کہ افسوس کہ انہوں نے حکم کتابت کی خوبی نہیں پائی۔ انکے ذہن اور طبیعتیں ایسی پست اور دبی ہوئی ہیں کہ انسان کی بھلائی اور فطرتی آزادی اور غلاموں کے آزاد کرنے کے حاسن اور اسلام کا مقدمہ اہل غلاموں کے حق میں علایت اور احسان کرنا اور اس امر خاص میں تمام دنیا کے مذاہب اور شرائع پر فوقیت اور فضیلت پانا اُن کی سمجھ ہی میں نہیں آتا کاتبت کے معاملہ کو بھی انہوں نے قرضہ کا معاملہ سمجھ لیا حالانکہ انہیں اصول موضوعہ پر کاتبت کا روپیہ کوئی قین صحیح نہیں ہے کیونکہ آقا کا غلام پر کوئی قرضہ نہیں ہو سکتا +

اہل حقیقت یہ ہے کہ کاتبت کا روپیہ آقا کو دلوانے کا حکم صرف اُس کے اُسوہ پوچھنا ہیں ورنہ ادھر تو آقا کو حکم چاہیے ہے کہ مکاتب کو اپنے مال میں سے دو +

اور لفظ یہ ہے کہ نام شافی اس "وَاَنْتَوٰهُم مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِیْ اٰتٰکُمْ" کو واجب جانتے حالانکہ یہ فرع ہے کتابت کی پس مکاتبہ بھی واجب ہوگا کیونکہ واجب کا مقدمہ بھی تو واجب ہے +

علاوہ ازیں ایک اُذر اعتراض اس حکم کے مندوب ہونے پر یہ ہے کہ مندوب درحقیقت مامور بہ بھی نہیں سکتا کیونکہ مندوب میں ایجاب نہیں ہے اور ایجاب ہی کیواسطے حقیقت میں ہوتا ہے اور اگر مندوب مامور بہ جو کہ ترک مندوب گناہ ہوگا حالانکہ ترک مندوب بالاتفاق معصیت نہیں ہے مندوب مامور بہ بھی نہیں ہو سکتا دیکھو مسلم الثبوت مقابلہ باب ۲- اور کشف البیہم (دفع) ۱۸۸ تا ۱۹۰ + پس ثابت ہوا کہ اس آیت میں امر ایجاب کے واسطے ہے +

کر دو تو ان کو اقرار لکھ دو اگر ان میں نیکی دیکھو اور دو ان کو اللہ کے مال سے جو تم کو دیا ہے +  
اور جب مالک سے اس طرح اقرار نامہ ہو جاوے تو پھر سب پر (جن میں مالک بھی ہے)  
واجب کیا کہ اس کا زیر کتابت پورا کر دیں اور مالک کو بھی لازم ہوگا کہ اس اقرار میں سے ایک مقدار  
کثیر چھوڑ دے چنانچہ کلبی اور مقاتل اور شعی نے یہی تفسیر کی ہے اور امام شافعی کا یہی مختار ہے کہ  
مالک پر واجب ہے کہ مکاتب کو مال دیوے کیونکہ امر وجوب کے لئے ہے +

تفسیر کبیر میں ہے قال الثانیان هذا الامر من الله تعالى للسادة والناس ان يعینوا المكاتب  
على بما کتابتہ یسکتھم وهذا قول الکلبی وعکومہ والمقاتل والغنی قال الشافعی یجب علی المولی  
یتاء المكاتب وهوان یحط عنه جزء من مال الکتابت او یدفع الیه جزاء ما اخذ منه وحجة  
الشافعی ظاہر قوله واتوهم من مال الله الذی اتاکم فالامر للوجوب الخ +

اور چونکہ امر وجوب کے واسطے ہے تو اب ہمارا استدلال اس آیت سے ہے کہ جبکہ غلاموں کی  
آزادی کتابت کے ذریعہ سے واجب ٹھہرائی گئی تو جو چیز اس آزادی کی ضد ہے یعنی غلام بنانا وہ  
حرام اور منع ٹھہرائی گئی کیونکہ اصول میں مستم مسئلہ ہے۔ وجوب الشئ یتضمن حرمة ضدہ +  
اور اصطلاحات پر بنا نہ رکھی جائے تو یہی عقلاً ظاہر ہے کہ جس چیز کے گھٹانے کم کرنے  
روکنے اور موقوف کرنے کے واسطے تدبیریں کی جائیں گی تو ایسی شے کا زیادہ کرنا یا ابتداء کرنا  
بڑھانا اور رواج دینا ضرور منع ہوگا پس جبکہ اسلام نے کاتب رقبہ اور عتاق اور مکاتبہ کے احکام  
وجوبی صادر کئے تو اس کی ضد استرقاق کو ضرور منع کیا +

ایک شبہ یہاں پر یہ ہو سکتا ہے کہ مکاتب کر کے چھوڑ دینے میں قید لگائی گئی ہے۔ ان علمتم  
فیہم خیال کی پس شرط کے مفقود ہونے پر بدستور غلامی کی حالت قائم رہے گی +  
گرمہ شبہ بے اصل ہے کیونکہ ضرور نہیں کہ ہر جگہ ان شرطیہ ہو۔ ان اذ طرح بھی قرآن میں کئی جگہ  
آیا ہے مجملہ اسکے تبیل اور قدر کے معنی میں اور جس چیز کا فعل محقق الوقوع ہو وہاں تبیل ہی کے  
معنی مناسب ہونگے۔ دیکھئے۔

۱۔ لم تدخلن المسجد الحرام ان شاء الله +

۲۔ اتقوا الله ان کنتم مومنین +

۳۔ وانتم الاعلون ان کنتم مومنین +

اور قدر کے معنی اس آیت میں +

۴۔ فذلک ان ففعت الذکری +

اس میں شرط کے معنی صحیح نہیں کیونکہ ذکر اور وعظ تو ہر حال میں مامور یہ ہے ایسے ہی

مکاتیب میں بھی شرط کے معنی صحیح نہیں کیونکہ کتاب تو مامور بہ اور امر و جوبی ہے پس آیت کے معنی بہت چسپاں اور مناسب ہونگے کہ جو تمہارے غلام تم سے آزادی پر اقرار نامہ لکھوانا چاہیں اُن کو لکھ دو کیونکہ تم اُن میں بھلائی جان چکے ہو ۛ

اور اس تفسیر پر اُن علمائے فہم خیرائیں اس بات پر بھی اشارہ ہے کہ مکاتیبہ تو واجب ہی ہے مگر بلا درخواست کتابت بھی فی نفسہ غلام کی آزادی واجب ہے ۛ

۵۔ اور لفظ اِن کی بحث میں دو رکبوں جاؤ اسی آیت کے بعد کی آیت میں دیکھئے۔

اِن کیا معنی دیتا ہے ۛ

ولا تکرہو فیذنتکم علی البغاء اِن اردون تمخصناً ۛ

۲۸۔ نہ صرف ایک مکاتبہ کرنا ہی حکم دیا بلکہ بہت سے احکام بن سے غلاموں کی سختی

جاتی رہی اور اُن کی حالت میں بہ نسبت سابق کے بہت Treatment of slaves among  
Muhammedans is more liberal  
than in other nations.

کچھ آسائش اور بہبودی میں ترقی ہو گئی چنانچہ ہمارے یہاں کی کتب صحاح و مسانید و مجامع میں بہت سی

حدیثیں اور فقہ کی کتابوں میں بہت سے مسائل ایسے عمدہ اور کثرت سے ہیں کہ اگر اسی قدر ہی

احکام ہوتے تو بھی بہ نسبت اُور قوموں کے رسم قانون کے مسلمانوں کی رسم و قانون میں بہت

ترقی و آسانی تھی اور انہیں احکام قرآنی اور مسائل فقہیہ کی بدولت ہند کے مسلمانوں میں

غلاموں اور خدمتگاروں میں صرف نام کا ہی فرق رہ گیا تھا۔ اور چونکہ اسلام کو غلاموں کے حق

میں زیادہ رعایت منظور رہی ہے۔ اس لئے غلام کو اس ملک میں اپنے مایہ محتاج کی فکر نہیں

کرنی پڑتی تھی اور نہ اس کو اپنے بال بچوں کی طرف سے تردد رہتا تھا اسکے مسلمان آقا کو خود ہی

اس کی تمام ضروریات کی فکر واجب و لازم ہوتی تھی اور اس سے پرہیزی اور بلائمت سے پیش آیا

جاتا تھا۔ اور اس اتفاق کے بدلے میں غلام سے صرف گھر کا معمولی اور آسان کام لیا جاتا تھا

یہ کیفیت میں اُس وقت کی بیان کرتا ہوں جب ہندوستان میں انگریزی عملداری کی جانب سے

غلاموں کی حالت میں دست اندازی نہیں ہوئی تھی (دیکھو رسالہ مکناٹن مطبوعہ ولسن ہیم کو

اس بات کے ثبوت میں کہ مسلمانوں کے فقہی مسائل کا برتاؤ بھی غلاموں کے حق میں بہ نسبت

اُور قوموں کی شریعت کے بہت نرم اور ملایم ہے یہ قول پیش کرنا ضرور ہے کہ جب ہندوستان

میں مسٹر دچاڈسن بندیکھنڈ کے جج اور جسٹسٹ نے ضلع میں انسداد رسم غلامی میں

ایک مستودہ قانون تصنیف کیا تو اس میں اُنہوں نے یہ رائے دی کہ اگر ہندوستان میں سے

رسم غلامی کو قطعاً موقوف کر دینا مناسب نہ ہو تو ہندوؤں کے شاستر کے احکام ترک کر کے

اُن کی جگہ ہر ایک بات میں شریعت اسلام کے احکام کو رواج دیا جاوے کیونکہ وہ غلاموں کے حق میں بہت ہی ظالم ہیں ۴

۲۹۔ بربس تدبیریں تو اُس وقت کے موجود غلاموں کی آزادی کی تھیں اور ہر چند کہ The Koran (Chapter XLVIII and 4) abolished future slavery and concubinage by ordering that the Captives of war to be either dismissed freely or ransomed a law of universal obligation.

عقل خیر اندیش کو آئندہ غلام بنانا اس سے منع پایا جاتا مگر اس وقت کے اذہان اور عقول انسان کے فطرتی آزادی کا اور اک اچھی طرح نہیں کر سکتے تھے اور ہر ایک بشر کا وجدان سلیم اس پر گواہی دیتا ہے کہ وہ کبھی اپنی ذات یا عزیزوں کے لئے غلامی پسند نہ کریگا اور یہ ایک قدرتی دلیل ہے اُس کے فطرت الہیہ کے خلاف ہونی کی کہ اُسکی ناجوازی اور ناگوارمی انسان کی طبیعت اور جبلت میں رکھ دی گئی ہے اگر ہم قدیم جاہلیت کی گمراہی سے عوام لوگ اسکے محاسن عقلی کو خوب نہیں پاتے تھے اور ایسے امور کی اصلاح صرف علوم کی تہذیب اشاعت اور تزکیہ اور حکمت کی تعلیم سے ہو سکتی ہے تاکہ ہر ایک قوم احکام الہی کی بصیرت اور عقل کی ہدایت سے دریافت کرے کہ درحقیقت تمامی خلق اللہ کی بہبود اور عافیت اور عقلی اور مذہبی تمدنی اور حسن عشرت کی اصلاح اسی آزادی پر موقوف ہے اس لئے ضرور ہوگا کہ آئندہ کی رسم غلامی کے موقوف اور مسدود ہونے کے لئے صاف صاف حکم دیا جاوے۔ چنانچہ سورہ محمد میں فرمایا ہے۔

”فَاِذَا لَقِيتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضْرِبُوْهُ الرِّجَالُ حَتّٰى اِذَا اَخْلَعُوْا رِجْلَيْهِمْ وَارْتَمَوْا سَآءِلًا فَامْتَا بَعْدَ وَاِمَّا بَعْدَ اِذْ هَٰذَا فَتَضَعُ الْحِمْلُ بَٰرًا وَاِمَّا بَعْدَ اِذْ هَٰذَا“

چونکہ لڑائیوں کے قیدی غلام بنائے جاتے تھے غلامی کی رسم کی ابتداء یہی معلوم ہوتی ہے اور اُس وقت کی رسم میں لڑائی کے قیدیوں سے چار طرح پرسلوک کیا جاتا تھا (۱) قتل کرنا (۲) غلام بنانا (۳) احسان رکھ کر چھوڑ دینا (۴) فدیہ لیکر چھوڑنا۔ اس آیت نے صرف ۳ و ۴ صورت پر لڑائی کے قیدیوں کے حق میں عمل کرنا منحصر کیا۔ اور ۱۔ اگلی صورتوں کو بالکل موقوف اور مسدود کر دیا۔ اور یہ اسلام کی ایسی برکت اور تابڑا احسان ہے کہ کسی مذہب و ملت میں ایسی تدبیر انسان کی فلاح اور اصلاح کی نہیں کی گئی ۴

۳۰۔ اس آیت حکم پر کئی طور سے بحث ہوئی ہے اور رسالہ تاجیۃ الاسلام عن شین الامۃ والغلام میں سید احمد خان صاحب بہادر سی۔ ایس۔ آئی نے بسط و تفصیل مالا کلام سے اسکے ہر ایک پہلو اور جانب پر بحث کی ہے اور اسلام میں یہ اول تحریر و تصنیف ہے جو اس آیت

کی تخریب اور تفسیر میں ہوئی ہو اور جس نے تمام عالم پر اسلام کی فضیلت ثابت کی ہو اور ہمارا یہ مذہب  
ایسے فقہی مباحثوں کے لئے نہیں ہے اس میں ہم مختصر گفتگو نفس آیت کے متعلق کریں گے۔

## (۱) زمانہ نزول آیت

مسلمانوں میں یہ اصطلاح کہ فلاں صورت کئی ہے یا مدنی مختلف ہے۔ بعض تو اس اصطلاح کو  
زمانہ کی بنا پر رکھتے ہیں یعنی تاریخ کی حیثیت سے جو آیت قبل ہجرت نازل ہوئی ہو وہ کئی ہے اور جو بعد  
ہجرت ظاہر ہوئی ہو وہ مدنی ہے خواہ مکہ ہی میں سال حج یا سال فتح کو آئی ہو۔ اور بعض اس  
اصطلاح کو صرف مکان کے متعلق رکھتے ہیں یعنی جو سورہ مکہ میں نازل ہوئی ہو خواہ قبل ہجرت یا بعد  
ہجرت وہ کئی ہے اور جو مدینہ میں وہ مدنی ہے (دیکھو تفسیر اتقان فی علوم القرآن۔ نوع ۱) اور اسی  
اصطلاح کی بنا پر سورہ فجر بھی مختلف ہے۔ بعضے کہتے ہیں مدنی ہے اور یہ سچ ہے کیونکہ بعد ہجرت نازل  
ہوئی اور بعضے کہتے ہیں کہ کئی ہے اور یہ بھی سچ ہے کیونکہ مکہ میں نازل ہوئی یعنی شہر ہجری میں  
پس یہ سورت جو بعد ہجرت کے مکہ میں نازل ہوئی اس لئے مدنی ہے اور کئی بھی پس صرف اصطلاح  
کی تکرار تھی نہ کہ حقیقت میں اسکے شہر مکہ میں بعد ہجرت نازل ہونے پر کچھ شبہ اور تردد ہو +  
علامہ سیوطی نے اس سورہ کو مختلف فیہ سورتوں میں راجع کیا ہے و مقام مذکور اور لکھتے  
ہیں سورہ محمد حکى النفسى قولاً غریبا انما مکية اس میں غرابت صرف اصطلاح کی بنا پر ہے  
نہ کہ حقیقت میں +

## (ب) آیت کی دلالت

اس میں کچھ گفتگو اور نزاع نہیں ہو سکتی کہ اس آیت میں لڑائی کے قیدیوں کے لئے بجز  
مقام غذا کے اور کوئی صورت نہیں ہے اور اختیار نہیں کہ سوائے ان دو صورتوں کے اور  
کسی طرح سے پیش آیا جاوے متعدد مفسرین صحابہ و تابعین جو اس آیت کے نسخ کے قائل ہیں وہ  
ہمارے استدلال کے موید ہیں کیونکہ اگر اس آیت سے قیدیوں کا غلام بنانا بھی کسی تاویل بعید و توجیہ  
غیر سدید سے نکل سکتا تو نسخ کی کیا ضرورت تھی۔ تفسیر کمالین میں ہے۔ دوی عن ابن عمر عباس  
والحسن ابن سیدین وقال ابو حنیفہ والاذن اعمی منسوخة لقوله تعالى في البراءة واما المشركين  
حيث وجدوا مؤمدا لان البراءة اخر ما نزل وروى عن قتادة وجماعة وعطاء وسج وروى عن ابن  
عباس ايضا او تفسیر رضائی میں ہے منسوخ عند ابی حنیفہ وخصوص بجر بدم فاخذ قلوبا یحیی  
القتل والاسترقاق اور رضائی کے حاشیہ پر لفظ منسوخ کی ذیل میں لکھا ہے +

والیہ ذہب ابن عباس وقتادہ و ابن جریر و السدیی و اصحاب و مجاہد و روی  
نحوہ عن ابی بکر رضی اللہ عنہ +

پس ان فقہاء مفتیرین جن میں صحابہ و تابعین بھی اہل ہیں یعنی (۱) ابن عمر (۲) عباس (۳)  
حسن ابن سیرین (۴) ابو حنیفہ (۵) ابن زبای (۶) قتادہ (۷) مجاہد (۸) عطاء (۹) سدی (۱۰) ابن  
عباس (۱۱) ابن جریر (۱۲) ضحاک (۱۳) ابی بکر رضی اللہ عنہ۔ اس آیت میں بحیران و وصول  
کے اور کوئی تیسری صورت نہیں سمجھتے تھے اور اسی لئے بضرورت قتل یا استرقاق اس کو  
منسوخ بتلاتے ہیں۔ اور (۱۴) امام شافعی و (۱۵) مالک و (۱۶) حنبل تو اس آیت کو مخصوص  
بھی نہیں بتلاتے۔ چہ جائیکہ منسوخ۔ چنانچہ محلے شرح موطائیں لکھا ہے۔ قولہ فاما مائد و اما  
فدا و الخ اسے فاما تمنون مبالغہ بالطلاق و اما نقدون فدا و بالاسترقاق و هو ثابت عند الائمة  
الثلاثة منسوخ عند ابی حنیفہ لقوله اقتلوا المشرکین خبث وجدتموہم لان سورۃ براءۃ  
اخروما نزل او مخصوص بحراب بدرا و يتبعین عندہم القتل والاسترقاق فالن العاقۃ کلا غیر  
یعنی یا تو ان کو احسان رکھ کر چھوڑ دو اور یا بمقابلہ استرقاق کے ان سے فدیہ لیلو اور یہ آیت تینوں  
اماموں کے نزدیک غیر منسوخ ہے اور ابی حنیفہ کے نزدیک منسوخ ہے۔ اقتلوا المشرکین سے کیونکہ  
سورہ براءۃ آخر نازل ہوئی یا بدر کی لڑائی سے مخصوص ہے اور ان کے نزدیک قتل اور استرقاق  
متعین ہے پس ان کے منہ بجز چھوڑ دینے کے اور کچھ نہیں ہیں +

## (ج) بحث نسخ

امام شافعی اور مالک اور احمد تو اس آیت کو ثابت بتلاتے ہیں الا حضرت حنفیہ اسکو  
منسوخ ٹھہراتے ہیں اور نسخ اس کا سورہ براءۃ کی پانچویں آیت کو قرار دیتے ہیں +  
نسخ کی بحث میں تاریخ کا تعین تو ضرور ہے کیونکہ منسوخ کو زمانہ میں تقدم ہونا چاہئے  
اور نسخ کو تاخیر مگر مترقیج طلب میں کسی قدر بے انصافی ہوتی ہے اور عموماً یہ کہا جاتا ہے کہ سورہ  
براءۃ آخر ماتزل ہے مگر یہ حجت ٹھیک نہیں ہے آیتوں کے باب میں تو روایتیں بہت  
ہی مختلف ہیں اور ہر ایک نے اپنے علم اور رائے سے بعضی بعضی آیتوں کو آخرہ انزل قرار  
دیا ہے الاسورتوں میں بھی اختلاف ہے +

اخرج مسلم عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال اخذ سورۃ نزلت اذا جاز نصر اللہ

والفتح +

اخرج الترمذی و الحاکم عن عائشۃ قالت اخذ سورۃ نزلت المائدۃ +

واخرج الصلعم عبد الله ابن عمر قال اخر سورة نزلت سورة المائدة و  
الفتم (اذا جاء نصر الله) \*

وفی حدیث عثمان المشهور براءة من اخر القرآن نزولا - (اتقان نوح ۸) \*

وعن البراء ابن عازب اخر سورة نزلت كاملة براءة بخاری) \*

اگر یہ روایتیں صحیح ہوں تو ان اختلافات کی تطبیق اس طرح پر ہو سکتی ہے کہ ہر ایک  
شخص نے اپنی معلومات کو بیان کیا پس اس میں کوئی بات قطعی نہیں ہے \*

قال البیهقی یجمع بین هذه الاختلافات ان صحت بان كل واحد اجاب بما عنده \*

قال ابوبکر فی الانتصار - هذه الاقوال ليس فيها شيء مرفوع الى النبي صلى الله عليه  
وسلم وقال قاله يضرب من اجتهاد وغلبة الظن يحتمل ان كلا منهما اخبر عن اخر ما سمعه  
من النبي الخ (اتقان ۱۲) \*

پس تنقیح طلب اس امر کو قرار دینا چاہئے کہ (۱) آیا دونوں آیتوں میں یعنی سورہ محمد کی  
۴- آیت اور سورہ براءہ کی ۴- آیت میں ایسا اختلاف ہے کہ بغیر تسلیم نسخ کے رفع ہی نہیں  
ہو سکتا اور (۲) ان دونوں میں کونسی آیت (۲) کہ سورت) مقدم ہے تاریخ نزول کے اعتبار  
سے (۲) کہ تاریخ اشتہار یا قراءت خاص کے لحاظ سے) \*

ہم نے جو یہ دو امر تنقیح طلب قرار دیئے ہیں ان کو سب محققوں نے نسخ کے لئے ضروری  
قرار دیا ہے۔ ابن الحصار نے کیا خوب تقریر کی ہے \*

انما یجمع فی النسخ الى نقل صحیح عن رسول الله صلى الله عليه وسلم او عن صحابی یقول  
آیت کذا نسخت کذا وقد یحکم به عند وجود التعارض المقطوع به مع علم التاریخ ليعرف النقل  
والتاخر ولا یعتد فی النسخ علی قول عوام المفسرین بل ولا اجتهاد المجتہدین من غیر نقل صحیح  
ولا معارضة بینه لان النسخ یتضمن رفع حکم او اثبات حکم تفرد فی عهدہ صلى الله عليه وسلم  
فالاعتدایہ النقل والتاریخ دون الری والاجتهاد - یعنی نسخ میں تو صرف رسول کے بیان خاص  
پر یا صحابی کے قول پر کہ اس آیت نے اُس آیت کو منسوخ کیا راجع ہو سکتا ہے اور جبکہ  
دونوں آیتوں میں قطعی تعارض پایا جاوے اور ساتھ ہی اس کے تاریخ سے اُن کا آگے بچھنے نازل  
ہونا بھی ثابت ہو جاوے تب نسخ مانا جا سکتا ہے۔ اور یوں نسخ میں عوام مفسروں کا قول  
اعتبار کے لائق نہیں ہے بلکہ مجتہدوں کے اجتہاد کا بھی اعتماد نہیں ہے کیونکہ نسخ میں ایک  
حکم کا جو رسول کے وقت میں مقرر تھا اٹھانا یا ثابت کرنا ہوتا ہے پس اس میں نقل اور تاریخ  
ہی پر اعتماد ہو سکتا ہے نہ کہ رائے اور اجتہاد پر \*

پس اب ہم ان دونوں تنقیحوں کی نسبت یہ لکھتے ہیں کہ

(۱) ان دونوں آیتوں میں کوئی تعارض واقع نہیں ہے سورہ محمد کی چوتھی آیت میں قیدیوں کا حکم ہے کہ جب لڑائی کے بعد یقینہ السیف ہو جاویں ان قیدیوں کو یا تو احسان کھکر چھوڑ دیا جاوے اور یا فدیہ لیکر چھوڑ دیا جاوے۔ اور سورہ برات کی چوتھی آیت میں حکم ہے کہ مشرکوں کو جنہوں نے عہد توڑا ہے قتل کیا جاوے پس ان میں کچھ تعارض نہیں ہے +

(۲) کوئی حدیث صحیح جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے آج تک مدعیان نسخ نے نقل نہیں کی جس سے یہ معلوم ہوتا کہ برات کی چوتھی آیت سے سورہ محمد کی چوتھی آیت کو منسوخ کیا +

(۳) کسی صحابی سے کسی خبر واحد یا ضعیف میں بھی یہ منقول نہیں ہے کہ اس آیت نے اس آیت کو منسوخ کر دیا اور نہ مدعیان نسخ کوئی ایسی روایت بتلا سکے۔ البتہ ادزاعی کا ایک قول پیش کیا گیا ہے۔ چنانچہ ترمذی نے لکھا ہے۔ قال الا دزاعی بالغی ان هذا الاية قوله تعالى فاما ما بعد واما فلان وانشتمنا فاقتلوهم حيث ثقتهم۔ مگر ادزاعی ہوں یا کوئی اور ہوں ان کو ایسے بے پر کی خبریں ملا کریں ایسی خبروں سے کیا ہوتا ہے جب تک کہ نقل صریح اور روایت صحیح جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ ہو ایسی خبریں محض بیکار ہیں +

(۴) نسخ کا امکان انہیں احکام میں ہو سکتا ہے جو غیر موقت ہوں اور سورہ محمد کی چوتھی آیت تو موقت ہے حتیٰ تضع الحرب اذوارہا پس یہ کسی طرح نسخ نہیں قرار پا سکتی۔ علامہ سیوطی نے تفسیر تفتان نوع ۴۷ میں لکھا ہے۔ وقسم هو قسم مخصوص لا من قسم المنسوخ وقد اعتنى ابن العربي بتجريد فاجاد كقوله ان الانسان لغير خسر الا الذين امنوا۔ والشعراء يتبعهم الغاؤون الا الذين امنوا۔ فاعفوا واصفحوا حتى ياتي الله بامرہ۔ وغير ذلك من الايات التي خصت باستثناء اوغاية وقد اخطا من ادخلها في المنسوخ ومنه قوله ولا تشكوا المشركات حتى يؤمنن۔ قيل انما نسخ بقوله والمحصنات من الذين اتوا الكتاب وانما هو مخصوص به۔ انتهى +

(۵) آیتوں کی تاریخ نزول معلوم ہونی بہت دشوار ہے اور ہر ایک ادوی اپنے علم اور قیاس سے کہتا ہے۔ اور اسکے علاوہ سبب نزول کی اصطلاح ایسی غیر منضبط اور وسیع مقرر ہوئی ہے کہ جس بات پر کسی آیت کے استدلال کیا جاتا ہے یا اس آیت کی مہربانیاں کرنی مقصود ہوتی ہے وہاں بھی یہی بولتے ہیں توالت فی کذا پس اکثر تو ایسی روایتیں محض راویوں کے اجتہاد اور رائے پر ہیں نہ کہ تاریخی حالات اور نقل و اقامت پر۔ ابن تیمیہ نے لکھا ہے قولہ نزول الاية فی کذا ایراد بہ تارة سبب نزول ویراد بہ تارة ان ذلك داخل فی الاية وان لم يكن السبب كما تقول عنی بحدہ الاية کذا۔ اور زکشی نے برہان میں لکھا ہے۔ قد عرف



من عادة الصحابة والتابعين ان احدهم اذا قال نزلت هذه الآية في كذا افانذ يريدين  
بذلك انما يتقصد من هذا الحكم لان هذا كان السبب في نزولها فهو من جنس استدلال على  
الحكم بالآية لا من جنس النقل لهما وقع۔ پس جبکہ محاورات کی یہ کیفیت اور اطلاقات کی یہ صورت  
ہو تو دشوار ہے کہ واقعی سبب نزول دریافت ہو سکے ۛ

(۴) کسی موقع خاص یا مشہد عام پر چند آیات کا پڑھا جانا یہ نہیں ثابت کرتا کہ وہ آیت  
اُنسی وقت نازل ہوئی ہو جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو سورہ برات کے شروع  
کی آیتیں دیکر بھیجا تھا کہ حج اکبر کے دن سہ ہجری میں پڑھ سنا اس سے یہ لازم نہیں آیا کہ  
سورہ برات کی وہ آیتیں اُنسی وقت نازل ہوئی تھیں ۛ

### (۵) والمحصات من النساء کی تفسیر

بعض لوگوں نے سورہ نسا کی ۲۷- آیت اس مراد سے پیش کی ہے کہ سورہ محمد کے  
بعد بھی آزاد عورتوں کی بوفیدہ ہو آویں لوٹنی بنانے کی اجازت ہے (استغفر اللہ) اور حضرت  
ابوسعید خدری کی روایت پیش کی ہے جس کا حاصل بروایت مسلم و ترمذی نسائی اور ابو داؤد  
(قطع نظر از زیادت و نقصان الفاظ) یہ ہے کہ او طاس کے قیدیوں میں عورتیں بھی پکڑی آئیں مسلمانوں  
نے ان عورتوں سے مباشرت کرنے کو گناہ سمجھا اور خوف کھایا کیونکہ اُنکے ازواج موجود تھے۔  
اس پر یہ آیت نازل ہوئی والمحصات من النساء الا ما ملکت ایمانکم الخ اس میں نزول کا لفظ  
ان معنوں میں تو صحیح نہیں ہے کہ یہ آیت اسی قدر اور اُنسی وقت نازل ہوئی تھی کیونکہ تاریخ  
کی راہ سے سورہ نسا سہ ہجری کے قبل کی ہے۔ اور ۲۷- اور ۲۸- آیت کے سیاق سے بھی  
اُس کا علیحدہ ہونا بے موقع معلوم ہوتا ہے مگر ہاں نزول یا تو وہی اصطلاح ہے کہ یقیناً ذالک  
الحکم یا راوی نے اُس کو اُنسی وقت سنا ہو یا اور سلسلہ کے راویوں نے اُس کو غیر مضبوط طور  
بیان کیا غرض اُس سے قطع نظر کر کے نفس روایات کا مضمون جیسا میں سمجھتا ہوں عین حق و صواب  
ہے اور اُس وقت کے مسلمانوں کا اندیشہ و تامل بھی اُن کی احتیاط اور پرہیزگاری پر دال ہے ۛ

لشکریں تو سب ہی قسم کے لوگ ہوتے ہیں خصوصاً او طاس وغیرہ لڑائیوں میں کلمہ کے  
لوگ جو ابھی جدید الاسلام تھے بہت جمع تھے اور او طاس کے قیدیوں میں عورتوں کو دیکھ کر بعض  
لڑام جاہلیت کی رسم برتنے کا ذکر کیا ہو گا۔ مگر اور اصحاب نبی نے اس امر کو گناہ سمجھا اس لئے

۱۵ ایام جاہلیت میں جس عورت کو قید کر لیتے لڑائی میں اسکے اگلے نکاح کو منع سمجھا اس سے بے تکلف اور بلا توقف  
تصرف کرتے تھے نئے اسلام میں اس کی بڑی ممانعت ہوئی ۛ

کہ ان عورتوں میں کے ہر ایک کے ازدواج بھی مشرکوں میں موجود تھے اور بعض بے شوہر بھی ہوں گی اور بعض کے شوہر بھی قیدی ساتھ ہی ہونگے) کیونکہ قید ہو جانے سے نکاح تو فسخ نہیں ہو سکتا۔ پس وہی ۲۷۔ آیت سورہ نسا کی اس وقت پڑھی گئی جو ۲۶۔ آیت سے متعلق ہے۔ اور جس کے معنی یہ ہیں کہ زنانہ عقیقہ تم پر حرام ہیں مگر وہ عورتیں جن کو تم بلک نکاح میں لے آئے اور اس طرح سے اُن لوگوں کو حکم الہی سنا کر اُس ارادہ قبیح سے باز رکھا +

مگر بعض جاہلیت کی سی تربیت اور طبیعت والے راوی اپنے سبق ظن کی وجہ سے اس واقعہ کو اٹھا سمجھے یا قصداً اسی رسم کی طرف اُسے پھیرنے لگے مگر بعضے راویوں نے جن پر تہذیب اسلام نے زیادہ اثر کیا تھا اتنا فقرہ شرح کے طور پر بڑھایا اذالفتت عدلن حالانکہ اس آیت میں محصنات سے نان شوہر دار مراد ہی نہیں ہو سکتیں پھر حدت کی کیا ضرورت ہے۔ پھر بعضے مفسروں نے اس میں ایک اور حکم الہی کی مخالفت دیکھ کر یہ تاویل کی کہ وہ قیدی عورتیں مسلمان ہو جائیں تب اُن پر یہ حکم جاری ہو ورنہ مشرک سے تو ملک یمین کے طور پر مباشرت جائز نہیں (دیکھو تفسیر الجلالین ۵ ح آیت ۱) حالانکہ کتب سیر و مغازی میں او طاس کی قیدی عورتوں کے مسلمان ہو جانیکا ذکر نہیں ہے +

اور نہ اُن کی استبرا کا زمانہ پورا ہو نیکا پایا کیونکہ بہت تھوڑے ہی عرصہ میں اُن کی قید اور رہائی احسان کے طور پر جب حکم سورہ محمد آیت ۴ ہو گئی تھی + غرضیکہ یہ تاویلیں اور شفاعتیں ان معنوں پر اٹھائی پڑتی ہیں جو بعضے راویوں اور تفسیروں نے اپنے سبق ظن سے اختیار کر لی ہیں ورنہ کلام الہی تو ہر ایک عیب و قصور سے پاک ہے +

۳۱۔ معاملات میں سچائی اور عدالت دیانت داری ایفائے عہد اور وزن اور پیمانہ میں راستبازی اصلاح منزل ادا طاعت حکام اور منع فتنہ و فساد ادا امانت کے احکام غرض جو جو باتیں حق و عدالت کے اصول اور بنیاد ہیں اور بچن ریاستوں اور سلطنتوں میں امن و امان قائم رہتا ہے اور جن پر خلیفہ کی بسود مقرر ہے اُن کی نسبت صاف صاف تعلیم ہوئی ہے +

(۱) ویل للمطفین الذین اذا کتالوا علی الناس یستوفون و اذا کالوہم او ورنوہم یخسرون (تطیف) +

۱۵۔ قال ابو حنیفہ لومبی الزوجان لم یبرقنہ النکاح ولم یحل للسابی (تفسیر بیضاوی) +

۱۶۔ بوطیقاہ الشمی کی ایک روایت میں یہ فقرہ چھاپا ہوا ہے اور اسی کی آؤدروایتوں میں نہیں ہے +

- (٢) - لا تطغوا في الميزان - اقيموا الوزن بالقسط ولا تخسروا الميزان - (رحمن) +
- (٣) - ولا تبذروا تبذيراً - ان البذر من كانوا اخوان الشياطين وكان الشيطان لربه كفوراً (اسرى) +
- (٤) - ولا تجعل يدك مغلولة الى عنقك ولا تفسرها كل اليسر ففقد ملوماً محسوراً +
- (٥) - او فوا بالعهد ان العهد كان مسئلاً - (ايضاً) +
- (٦) - او فوا لكيل اذا كلمتم وذنوا بالقسط اس المستقيم (ايضاً) +
- (٧) - و او فوا بالعهد اذا عاهدتم ولا تنقضوا الايمان بعد توكيدها - ولا تتخذوا ايمانكم دخلاً بينكم فتزل قد ما بعد ثبوتها (اسرى) +
- (٨) - يا ايها الذين امنوا لا تحذروا الله والرسول وتخذوا اماناتكم (انفال) +
- (٩) - واذا قلتم فاعد لواء لو كان ذا قرني ويعبد الله او فوا لكم وتضلكم به (انعام) +
- (١٠) - يا ايها الذين امنوا او فوا بالعقود (مائدة) +
- (١١) - واحفظوا ايمانكم (مائدة) +
- (١٢) - يا ايها الذين امنوا كونوا قوامين بالقسط شهداء لله ولا يحسبكم شنان قوم على ان لا تعدلوا - اعدلوا هو اقرب للتقوى (ايضاً) +
- (١٣) - يا ايها الذين امنوا كونوا قوامين بالقسط شهداء لله ولوعلى انفسكم والوالدان والاقربين (نساء) +
- (١٤) - ان الله يامركم ان تؤدوا الامانات الى اهلها واذا حكمتم بين الناس ان تحكموا بالعدل ان الله نعم اعظمكم به (نساء) +
- (١٥) - لا تصعق ذلك للناس ولا تمس في الارض مرجاً ان الله لا يحب كل خوان كفور واقتصد في مشيك واغضض من صوتك (لقمان) +
- (١٦) - ولا تمس في الارض مرجاً انك لن تحرق الارض ولن تبلغ الجبال طولا (اسوى) +
- (١٧) - يا ايها الذين امنوا لا يستخفون من قوم عسى ان يكونوا خيرا منهم ولا نساء من نساء عسى ان يكن خيرا منهن ولا تلمزوا انفسكم ولا تباذروا بالاقاب بس اسم الفسوق بعد الايمان (حجرات) +
- (١٨) - يا ايها الذين امنوا اجتنبوا كثيراً من الظن ان بعض الظن اثم ولا تجسسوا ولا يغتب بعضكم بعضاً يجب احدكم ان ياكل لحم اخيه ميتاً فكرهتموه (حجرات) +
- (١٩) - اطيعوا الله واطيعوا الرسول واولى الامر منكم +

(۶۰)۔ وان طأفتان من المومنین اقتتلوا فاصلحوا بينهما فانزلت احد لهما على الاخرى فقالوا التي تبتغي حتى تفنحني الى امر الله فان فارت فاصلحوا بينهما بالعدل واقسطوا ان الله يحب المقسطين۔ انما المومنون اخوة فاصلحوا بين اخويكم (عجرات) \*

اور بھی چند متفرق احکام جو مصالح نوعیہ کے قائم رکھنے اور ان میں باہدگر تعلقات کی رعایت اور پابندی کے لئے ضرور ہیں یہ ہیں \*

(۶۱)۔ ان الله يامر بالعدل والاحسان وابتداء ذى القربى ويغنى عن الفحشاء والمنكر والبغى (نحل) \*

(۶۲)۔ يا ايها الذين امنوا انما الخمر والميسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشيطان فاجنّبوا له لعلكم تفلحون۔ انما يريد الشيطان ان يوقع بينكم العداوة والبغضاء في الخمر والميسر ويصدكم عن ذكر الله وعن الصلوة فهل انتم متفهمون (مائده) \*

(۶۳)۔ طهار الذين او توالى الكتاب حل لكم وطعامكم حل طهرا (ايضا) \*

۱۵ شیخ الاسلام محمد الدین نووی نے شرح صحیح مسلم (صفحہ ۹۰) جلد ۱ مطبع نشی نو لکھنؤ میں لکھا ہے وطعام الذين او توالى الكتاب حل لكم قال المفسرون المراد بالذي بائع ولم يستثن منها شيئاً لانه لا يحل ولا شحماً ولا غير وفيه حل ذبايح اهل كتاب وهو مجمع عليه ولم يخالف فيه الا الشيعة ومن ههنا ومن ههنا الجهم ويا ايها السواد سمو الله تعالى ام لا۔ وقال قوم لا يحل الا ان يسموا الله تعالى فاذا بجوا على اسم المسمي او كنيته ونحوها فلا تقل ثلاث الذبيحة عندنا وبه قال جماهير العلماء وسمي مفسرون نے کہا ہے کہ اس آیت میں ذبیح کی حلت مراد ہے اور کوئی چیز اس میں سے مستثنیٰ نہیں ہوئی نہ گوشت نہ چربی نہ کچھ اور اس میں اہل کتاب کے ذبیح کی حلت ہے اور اس پر سب کا اجماع ہے کسی نے اس میں خلافت نہیں کیا مگر شیعوں نے اور ہمارا اور سب مسلمانوں کا یہی مذہب ہے کہ ان کے نیچے مباح ہیں خواہ وہ خدا کا نام لیں یا نہ لیں۔ اور کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ جبھی حلال ہوگا جبکہ خدا کا نام لیں اور جب مسیح کے نام پر یا ان کی کینت پر ذبح کریں تو حلال نہیں اور اسی بات کو سب علمائے کہا ہے \*

البتہ الامیۃ مذہب اہل اس مسئلہ میں متقدمین کے بعض متقدم اور رئیس علماء مثلاً شیخ مفید ابن حنیبل ابن عقیل ان سے اس میں خلافت منقول ہے۔ اور بعض روایتیں اسکے جواز میں ہیں چنانچہ صحیح جمیل و بحرین حران میں ہے انہما سالا با عبد الله عليه السلام عن ذبايح اليهود والنصارى قال كل وقال بعضهم انهم لا يسمون فقال ان حقوقهم فلم يسموا فلا تاكلوا واذا غاب فكل۔ اور روایت عبد الملك قال قلت لابن عبد الله عبيد السلام ما تقول في ذبايح النصارى فقال عليه السلام لا باس بها قلت انهم يدعون عبيد المسيح فقال انما ادادوا باسم المسيح الله يعني راوي نے ابا عبد الله سے پوچھا کہ یہود و نصاریٰ دجوس کا ذبیحہ کھا جانا چاہتے تو حضرت نے فرمایا کہ کھا پھر راوی نے عرض کیا کہ وہ خدا کا نام نہیں لیتے تو فرمایا کہ اگر تم اس

(۲۴۷) - قل لا اجد فیما اوحی الی محر ما علی طاع لم یطعم الا ان یکون میتة او دما مسفوحا او لحم خنزیر فان رجس او فسقا اهل لغير الله بدفن اصطر غیر باغ ولا عا دفان مر باث غفور وحلید (انعام) اور نیز سورہ مائدہ کی ۳- آیت +

یہی حکم بعینہ انجیل میں ہے دیکھا اعمال الحواریین جہا فرق اتنا ہے کہ حال کے نسخوں میں بمقابلہ لحم خنزیر لفظ (زنا) ہے گو قیاس اس کا مقتضی ہے کہ اصل عبارت انجیل میں کوڑا ماس (لحم خنزیر تھی) جسکی صورت حال کے نسخوں میں پورنیاس (زنا) ہو گئی ہے کیونکہ اس وقت حواریوں میں یہودی رسمی شریعت کی بحث تھی نہ کہ اخلاقی احکام کی پس زنا کو خون اور گلا گھونٹے جانور اور بتوں کی قربانی سے کیا مناسبت تھی اس کا ذکر تو سراج از محل اور بے موقع تھا۔ البتہ پورنیاس یعنی لحم خنزیر وغیرہ چیزوں پر جن سے یہودی رسمی شریعت میں حلت اور حرمت متعلق تھی بحث ہوئی تھی کہ غیر قوم عیسائیوں پر بھی اُس کا بار ڈالا جاوے یا نہیں۔ ہمارے اس قیاس کی تائید اس سے زیادہ قوی ہوتی ہے کہ ڈاکٹر بیٹلی اور مسٹر ریوس یہودیوں کو محقق جنہوں نے انجیل کے نسخوں کے اختلاف اور تصحیح میں بڑی محنت اور تحقیق کی ہے اسی عبارت کو ریاس کو ترجیح دیتے ہیں +

(۲۵) - ولا تقتلوا النفس التي حرم الله الا بالحق ومن قتل مظلوما فقد جعلنا لوليه سبطا نا

فلا یسرف فی القتل انه کان منصورا (اسراء) +

(۲۶) - یا ایہا الذین امنوا انما الخمر والمیسر والاذکار ہرجس من عمل الشیطان فاجتنبوا لعلکم تفلحون - انما یؤید الشیطان ان یوقع بینکم العداوة والبغضاء فی الخمر والمیسر ویصلکم عن ذکر الله وعن الصلوة فخل انتم متفحون (مائدا) +

۳۲ - صبر اور تحمل کے احکام اور برائی کے بدلے میں بھلائی کرنا اور مخالفوں کی تقصیروں سے

درگزر کرنا اور اپنے دشمنوں کے حق میں دعا کرنا بہت تاکید Universal forgiveness and forbearance has invariably been inculcated in the Koran.

(۱) - ولا تستوی الحسنة ولا السيئة ادفع بالتي هي

بقبحا شیعہ صفحہ ۶۲ سائنسے خدا کا نام نہیں تو نہ کھاؤ اور اگر نبی میں نہج کریں تو کھاؤ۔ اور عبدالملک کی روایت میں ہے کہ ہم نے ابوعبداللہ علیہ السلام سے پوچھا کہ آپ یہودیوں نصاریٰ کے دشمنوں کی نسبت کیا فرماتے ہیں تو ارشاد کیا کہ کھاؤ تب میں نے عرض کیا کہ وہ لوگ مسیح کا نام لیتے ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ مسیح سے بھی ان کی مراد مذہبی پورا درگزر یا بنیاد پریم سے روایت ہے قال دخلت علی ابی عبد الله علیه السلام فقلت لانی رجل من اهل الكتاب والی اسلمت وبقی اهل کلہم علی النصو انیت وانا معهم فی بیت واحد لما قام قہم بعد فاکل من طعامہم فقال لی ایا کلوت لحم الخنزیر قلت لا ولکنہم یشر بون الخمر فقال لی کل معهم واشرب - انتہی +

احسن فاذا الذي بينك وبينه عداوة كأنه ولي حميد (حمد سجد ۸) +

(۲) - فاعفوا واصفحوا حتى يأتي الله بأمره (نقر) +

(۳) - وليعفوا وليصفحوا الا تجبون ان يعفو الله لکد (نور) +

(۴) - یا ایہا الذین آمنوا کو نوا قوامین للہ شہداء بالقسط ولا یجری منکم شئان قوم

علی ان لا تعدلوا عدلوا هو اقرب للتقوی (مائدا ۴) +

(۵) - یا ایہا الذین آمنوا ان من انزاجکم واولادکم عدلکم فاحذروہم وان

تعفوا وتصفحوا وتغفروا فان اللہ غفور رحیم (تعاون) +

(۶) - فاعف عہم وقل سلامکم (زخرف) +

(۷) - فاعف عہم واصفح ان اللہ یحب المحسنین (مائدا ۴) +

(۸) - واعرض عہم وعظہم وقل لہم فی انفسہم قولا بلیغا (نساء) +

(۹) - قل للذین امنوا یعفوا للذین لا یجیون ایاہا اللہ رجائہ) +

قرآن میں اس کی پیشین گوئی ہوئی تھی کہ مسلمانوں کو مخالفوں سے بڑی اذیت پہنچے گی اور اُن کو ہدایت ہوئی تھی کہ وہ صبر کرتے رہیں +

(۱۰) - ولتبلون فی اموالکم وانفسکم ولتسمعن من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم ومن

الذین اشکو اذی کثیرا وان تصبروا وتتقوا فان ذلک من عند ما لا مومر (ہج) +

### BENEFICIAL EFFECTS OF ISLAM.

## اسلام کے وعظ اور اصلاح کی تاثیر

”اسلام جس طرح کہ اخلاقی اور روحانی نیکیاں تعلیم کرتا ہے۔ نہیں نہیں جس طرح سے کہ اخلاقی اور روحانی نیکیوں کو دل میں بٹھا دیتا ہے اسی طرح تمدن اور حسن معاشرت کی جو نیکیاں ہیں اُن کو بھی اپنے پیروں کے برتاؤ میں ایسا مالا جلا دیتا ہے کہ کسی طرح اُن سے الگ نہیں ہو سکتیں اور بطور فطرتی عادتوں کے دکھلائی دیتی ہیں اور طبیعت ثلثی ہونے سے بھی بڑھکر اصلی طبیعت ہو جاتی ہیں“ +

ستید احمد

(پرچہ تہذیب الاخلاق جلد ۲ نمبر ۱۰)

۳۳- یہاں تک جو احکام بیان ہوئے اُن کی منشا انسان کی حالت کی اصلاح و تہذیب

تھی تو اب ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی اصلاح نے جو بڑی وقت اور

مشقت اور کمال رافت اور شفقت سے ہوئی تھی کیا کیا نتیجے پدید کئے اور اس سے کیسی تعجب انگیز اور دائم الاثر تاثیریں ظہور میں آئیں اور کس طرح سے اُس نے قوموں اور ملکوں میں آسائش اور عافیت اور خلافت کی بے سودی کو از سر نو زندہ کیا اور کس طرح سے ہلک اور مضر رسموں کو نیست و نابود کیا اور کئی ایک اور ضربیوں کو جو بالکل مٹ نہیں گئیں بہت کچھ اُن کی اصلاح اور درستی کی۔ اور ان سب کا اثر انسانوں کی ذات واحد اور جماعت اور ریاست پر کیسا نفع بخش اور سودمند منظور میں آیا اور آتا چاتا ہے \*

۳۴۔ اسلام کو شروع ہوئے ابھی تھوڑا ہی زمانہ گذرا تھا کہ کفار مکہ کی افیت اور تکلیف دہی سے کئی ایک مسلمان ملک ابی سینیا کو چلے گئے وہاں کے Appeal of an early Moslem to the beneficial effects of Islam عیسائی بادشاہ نیگریس (دجاشی) کے دربار میں حضرت جعفر نے جو تقریر دہلیز فرمائی ہے وہ ایام جاہلیت اور ابتدائے اسلام کا حال خوب آئینہ کر دیتی ہے۔ مکے سے جو لوگ ان مسلمانوں کو پکڑ لانے کے لئے گئے تھے اُن کے مقابلہ میں حضرت جعفر کی تقریر یوں ہوئی \*

”ہم لوگ جمالت اور بہت پرستی اور بدکاری میں زندگی بسر کرتے تھے۔ زور اور کمزور پر ظلم کرتا تھا۔ ہم لوگ جھوٹ کے عادی تھے۔ اور خدمات عمان نوازی کی رعایت نہیں کرتے تھے تب ایک نبی قایم ہوا جس کو ہم لڑکپن سے جانتے تھے۔ اور جس کے حسن اخلاق۔ دیانت اور طریق عمل سے ہم لوگ خوب واقف تھے اُس نے ہم کو سکھایا کہ خدا، واحد کی عبادت کریں۔ عہد اور یشاق اور قسم کو پورا کریں۔ اپنے قرابت داروں کی مدد کریں۔ شرانگہ عمان نوازی کو پورا لیں اور جملہ ناپاک چیزوں اور کفر و غدار سے پرہیز کریں۔ ہم اُس پر ایمان لائے اور ہم نے اُس کا ساتھ دیا لیکن ہمارے ملک کے لوگوں نے ہم کو افیت دی ہم پر ظلم کیا اور ہم سے ہمارا مذہب چھڑوانا چاہا۔ اور اب ہم اپنے آپ کو بادشاہ کی حمایت میں لے آئے ہیں“ \*

یہ تقریر تو ایک انگریزی کتاب سے لی گئی ہے مگر سیرت کی کتابوں میں مفصل لکھا ہوا ہے۔ (دیکھو سیرت ہشامی صفحہ ۲۱۹ و ۲۲۰ مطبوعہ لندن ۱۳۵۵ھ) اور کتاب سبیل الہدیٰ والوشاد فی سیرت خیر العباد مشہور سیرت شامی میں اس طرح پر ہے (راج ب ۱۹) ”فقال الجعفر لہما الملک کنا قومًا اهل جاہلیۃ نعبدا الاصنام وناکل المیتۃ وناتی الفواحش ونسی المجاور ویاکل القوی الضعیف فکنا علی ذلک حتی بعث اللہ الینا رسولاً منا عرف نسبہ وصدقوا ما نذرعفاقہ فلما الی اللہ نوحدا ولا نعبدا ولا نخلع ملکنا فعبدا نحن وابارنا من دونہ من الحجارة والاوثان وامتنا ان نعبدا اللہ وحدہ لا لا نشرب بہ شیداً وامرنا بالصلاۃ والزکوۃ والصیاء فقد عدلہ امرنا لا سلاما

تذکار و امر بصدق الحدیث و اداء الامانة و صلة الرحم و حسن الجوار و الکف عن المحارم  
والدماء و نهان عن الفواحش و قول الزور و اكل مال الیتیم و قذف المحصنات قصد قتال  
و اتباعنا علی ما جاء به من الله تعالیٰ فبعدنا الله تعالیٰ و نحن لا نشرك به و هم منا ما حرم الله  
علینا و احللنا ما حل لنا فعلمنا علینا قومنا فذلونا وقتلنا و ناعین و یئسنا لیرجعوا علی عبادۃ الاوثان من  
عبادۃ الله تعالیٰ و ان نستعمل ماکنا نستعمل من الخبیثات فلما تمرونا و ظلمونا و ضیفوا علینا و حالوا  
بیننا و بین دیننا خرجنا الی بلادک و اخترنا علی من سواک و رغبت فی جوارک و رجونا  
ان لا تظلم عندک یا ایها الملک +

۳۵۔ مکہ کی تیرہ و تارک حالت جو قبل اسلام تھی اور پھر زمانہ اسلام میں اہل مکہ میں اخلاقی  
اور روحانی نورانیت اور سرسبز خیابان یا بشہ اور حسن اخلاق کی روشنی ایسی تعجب انگیز اور حیرت خیز  
ہے کہ ایسی تاثیر آئی اور برکت ربانی کا اقرار ہمارے خیالوں کو بھی ہے۔ بفضل ما مشہدات بلا اعلان  
سر ولیم میور صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ”ایک زمانہ نامعلوم سے مکہ اور تمام جزیرہ عرب  
کی روحانی کیفیت بالکل بے حس ہو گئی تھی گویا ایک خفیف

Previous dark and torpid

state of Mecca and Arabia. اور ناپائدار سا اثر یہودیت نصرانیت یا فلسفہ کاعرب  
پر ہوا تھا جیسے کہ ایک دریا چرغیروں کی سطح کا ادھر ادھر لہر کھانا گرتے ہیں جس بے حس حرکت  
رہنا تمام عرب تو تہمت و ظلم اور بدکاریوں میں غرق ہو رہے تھے یہ عام رسم تھی کہ بڑا بیٹا اپنے  
باپ کی بیبیوں کو جو آؤر جاؤاؤ کی مانند میراث میں آتیں بیاہ لیتا تھے غور اور افلاس سے ہم و قشر  
بھی ان میں جاری ہو گئی تھی جیسے ہندوؤں میں۔ ان کا مذہب صد کے درجہ کی بت پرستی تھا اور  
ان کا ایمان ایک مسبب الاسباب مالک علی الاطلاق پر نہ تھا بلکہ غیر مئی ارواح کے توہم باطل  
کی سی حدیث کا ان کا ایمان تھا انہیں کی رضامندی مناتے تھے اور انہیں کی ناراضگی سے احتراز کرتے  
تھے قیامت اور جزا و سزا جو فعل یا ترک کا باعث ہوا اس کی انہیں خبر ہی نہ تھی +

”ہجرت سے ۱۳ برس پیشتر تو مکہ اس طرح سے ایسی ذلیل حالت میں بیجان پڑا ہوا تھا کہ ان  
تیرہ برسوں نے کیا ہی اثر عظیم پیدا کیا۔ سید نکڑوں آدمیوں کی جماعت نے بت پرستی چھوڑ کے  
خدائے واحد کی پرستش اختیار کی اور اپنے اعتقاد کے موافق وحی الہی کی ہدایت کے مطیع و منقاد  
ہو گئے۔ اسی قاعدہ مطلق سے کثرت و بشتت دعا مانگتے  
اسی کی رحمت پر مغفرت کی امید رکھتے اور حسنات  
و خیرات پر بیزار گری اور انصاف کرنے میں شجاعت کی کوشش  
کرتے تھے۔ اب انہیں شب و روز اسی قاعدہ مطلق کی قدرت کا خیال اور یہ کہ وہی رزاق ہماری

Effects produced on the  
Moslem converts by the  
thirteen years of Mahomet's  
ministry at Mecca.



اونے حواجی کا خبر گیریا ہے۔ ہر ایک قدرتی یا طبعی کیفیت میں ہر ایک امور متعلقات زندگانی میں اور ان کی خلوت اور جلوت کے ہر ایک حادثہ یا تغیرات میں وہ اُسی کے بد قدرت کو دیکھتے تھے اور ان پر بالادہ لوگ اُس نئی روحانی حالت کو جس میں وہ خوشحال اور حمد کماں پہنتے تھے خدا کے فضل خاص و رحمت با اختصاص کی علامت سمجھتے تھے اور اپنے کانراہل شہر کے کفر کو خدا کی تقدیر کئے ہوئے خدایان کی نشانی جانتے تھے پھر دصلعم کو وہ اپنا حیات نازہ بخشنے والا سمجھتے تھے جو کہ انہی ساری امیدوں کے واسطے مانڈ تھے اور انہیں کی مناسبت اور کامل اطاعت کرتے تھے۔  
 ”ایسے تھوڑے ہی زمانہ میں کہ اس عجیب تاثیر سے دو حصوں میں منقسم ہو گیا تھا جو بالائی قبیلہ و قوم ایک دوسرے کے درپے مخالفت و ہلاکت تھے مسلمانوں نے مصیبتوں کو تحمل اور شکیبائی سے برداشت کیا اور گویا کرنا ان کی ایک مصلحت تھی مگر تو بھی ایسی عالی ہمتی کی بردباری سے وہ لوگ تعریف کے مستحق ہیں۔ ایک سومرو اور عورتوں نے اپنے ایمان عزیز سے انکار نہ کر کے اپنا گھر بار چھوڑ کر جنگ کہ یہ طوفان مصیبت فرو ہو و حبش کو ہجرت کر چکے تھے اور اب پھر اس تعداد سے بھی زیادہ آدمی اور ان میں نبی بھی اپنے عزیز شہر کو اور مقدس کعبہ کو اجوان کی نظر میں تمام روئے زمین پر سب سے زیادہ مقدس تھا چھوڑ کر مدینہ کو ہجرت کر گئے۔ اور یہاں بھی اسی عجیب تاثیر نے ۲ یا ۳ برس کے عرصہ میں ان لوگوں کے واسطے ایک برادری جو بنی اور مسلمانوں کی حمایت میں جان دینے کو مستعد ہو گئے تیار کر دی۔“  
 ”اہل مدینہ کے کانوں میں یہودی حقانی باتیں عرصہ سے گوش گذار ہو چکی تھیں مگر وہ بھی اُس وقت تک خواب خرگوش سے نہ چونکے جنگ کہ روح کو کپکپا دینے والی باتیں بنی عربی کی نہیں سنیں۔ تب البتہ دفعتاً ایک نئی اور سرگرم زندگانی میں دم بھرنے لگے۔“

(رج ۲ ص ۲۴۹ - ۲۷۱)

اس تقریر کے بعد مصنف نے سورہ فرقان کی چند آیتیں قدمائے مسلمین کے محمد و اوصاف میں ترجمہ کی ہیں ان کو ہم جدا گانہ مقام پر لاوینگے۔

۳۴۔ اسلام کی اصلاح کی قوت تاثیر کے ثبوت میں طبقہ اول کے مسلمانوں کا حسن اخلاق  
 Mighty effects of Islam on the conduct of early Moslems as described in the contemporary records of the Quran.  
 اور نیک کردار اُن کے ظاہری اور باطنی افعال و احوال میں ایک تعجب انگیز لیکن مطمئن کر نیوالی مثال ہے کہ اس تعلیم الہی کی تاثیر سے وہ لوگ کیا تھے کیا ہو گئے

تھے۔ ہر چند کہ قرآن کا منشا یہ نہیں ہے کہ اس زمانہ کے لوگوں کا تذکرہ یا تاریخ لکھے مگر نیکوں پر برکت اور آؤر منکرات سے منع کرنا اس لئے بعض مقامات پر جو اگلے زمانہ کے مسلمانوں کی

کیفیت بیان ہوئی ہے اس سے ظاہر ہے کہ وہ لوگ کمال درجہ میں اخلاق اور فضائل سے آراستہ و منہج تھے اور دینی اور دنیوی برکتوں سے معمور تھے اور یہی غرض تھی بنی کی بعثت سے ”وینزیکہم ویعلمہم الكتاب والحکمہ“ \*

(۱) - ۲۳ - الا المصلین \*

۲۴ - الذین ہم علی صلاتہم دائمون \*

۲۵ - والذین فی اموالہم حق معلوم للسائل والمحسور \*

۲۶ - والذین یصدقون بیوہ الدین - ۵۱ \*

۲۷ - والذین ہم من عذاب ربہم مشفقون \*

۲۸ - ران عذاب ربہم غیر مامون) \*

۲۹ - والذین ہم لغوہم حافظون \*

۳۰ - الا علی انرا واجہم او ما ملکت ایمانہم فانہم غیر ملوہین \*

۳۱ - فمن ابتغی ذرا ذلک فاولئک ہم العادون \*

۳۲ - والذین ہم لامانائہم وغیبہم ملعون \*

۳۳ - والذین ہم بنہا دانہم قایمون \*

۳۴ - والذین ہم علی صلاتہم یحافظون \*

۳۵ - اولئک فی جنات مکرہون - (معارج) \*

(ب) - ۴۳ - وعباد الرحمن الذین یمشون علی الارض ہونا واذخا لہم لجاہلون قالوا سلاما \*

۴۴ - والذین یمینتوں لربہم سجدا وقیاما \*

۱ - (۱) - گر وہ نمازی جو اپنی نماز پر قائم ہیں - اور جن کے مال میں حصہ بٹھرا رہا ہے سائل کا - اور در ماندہ کا

اور جن کو انصاف کے دن کا یقین ہے \*

اور جو اپنے رب کے عذاب سے ڈرتے ہیں (بیشک ان کے رب کے عذاب سے بے خوف نہ ہونا چاہئے) اور جو لوگ اپنی نفسانی

خواہشوں کو قابو میں رکھتے ہیں (رنگ اپنی بہیوں پر یا حریں جو ملک نکاح میں آچکیں) اس وجہ سے کہ اُن کو محض ناسات

سے نکل کر کا مقدر نہیں - اور جو ان سے بڑھ جاوے تو وہی پہل حصہ سے بڑھنے والے - اور جو لوگ اپنی امانتیں اور

پنا قبول پورا کرتے ہیں اور جو اپنی گواہی پر قائم ہیں - اور جو اپنی نماز سے غبردار ہیں ہی لوگ جنت میں ہیں عزت سے \*

(ب) - ۴۳ - اور بندے رحمان کے وہ ہیں جو چلتے ہیں زمین پر دے پاؤں اور جب بات کرتے ہیں اُن سے

بے سمجھ لوگ تو کہیں صاحب سلامت \*

۴۴ - اور وہ رات کاٹتے ہیں اپنے رب کے آگے سجدے میں یا کھڑے \*

- ۶۵۔ والذین یقولون ربنا اصفح عنا عذاب جہنم ان عذابہا کان عظاما \*
- ۶۶۔ انہا سارت مستقر ومقاما \*
- ۶۷۔ والذین اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذالک قواما \*
- ۶۸۔ والذین لا یدعون مع اللہ الہا اخر ولا یقولون النفس الّتی حرّم اللہ الا بالحق ولا یزنون ومن یفعل ذالک یلقی اتاما \*
- ۶۹۔ ریضاعف لہ العذاب یوم القیامۃ ویخلد فیہ مہانا \*
- ۷۰۔ الامن تاب وامن وعمل عملاً صالحاً فاولئک یمیدل اللہ سیئاتہم حسنات وکان اللہ غفوراً رحیماً \*
- ۷۱۔ ومن تاب وعمل صالحاً فانہ یتوب الی اللہ متاباً \*
- ۷۲۔ والذین لا یشہدون الزور واذا مروا باللغو مروا کراماً \*
- ۷۳۔ والذین اذا ذکروا بایات ربہم لم ینغروا علیہا صما وعلیما \*
- ۷۴۔ والذین یقولون ربنا ہب لنا من اذواجنا وذریاتنا قرة اعین واجعلنا للمتقین اماماً \*
- ۷۵۔ اولئک یمیزون الغرۃ بما صبروا ویلقون فیہا تمجیداً وسلاماً (فرقان) \*
- ۶۵۔ اور وہ جو کہتے ہیں اے رب ہٹا ہم سے دوزخ کا عذاب بیشک اس کا عذاب بڑی چٹھی ہے \*
- ۶۶۔ وہ بری جگہ ہے ٹھہراؤ کی اور بری جگہ رہنے کی \*
- ۶۷۔ اور وہ کہ جب خرچ کرنے لگیں نہ اڑاویں اور نہ تنگی کریں اور ہے اسکے بیچ ایک سیدھی گذران \*
- ۶۸۔ اور وہ جو نہیں پکارتے اللہ کے سوا کسی حاکم کو اور نہیں غن کرتے جان کا جو منع کیا اللہ نے مگر چاہے اور بدکاری نہیں کرتے اور جو کوئی کرے یہ کام وہ بھڑے گناہ سے \*
- ۶۹۔ دونا ہوا اُس کو عذاب دن قیامت کے اور پڑا ہے اُس میں خوار ہو کر \*
- ۷۰۔ مگر جس نے توبہ کی اور یقین لایا اور کیا کچھ کام نیکہ سو اُن کو بدل دیگا اللہ جزائیوں کی جگہ بھلائیوں اور ہے اللہ بخشنے والا مہربان \*
- ۷۱۔ اور جو کوئی توبہ کرے اور کرے کام نیک سودہ ٹھہرایا ہے اُس کی طرف ٹھہرانا \*
- ۷۲۔ اور وہ جو شال نہیں ہوتے جھوٹے کام میں اور جب ہونکلیں کھیل کی باتوں پر تو نہ کھچاویں بزرگی رکھ کر \*
- ۷۳۔ اور وہ جب اُن کو سمجھائے اُنکے رب کی باتیں نہ ہو چڑیں ان پر برے اندھے \*
- ۷۴۔ اور وہ جو کہتے ہیں اے رب دے ہم کو ہماری عورتوں کی طرف سے اور اولاد کی طرف سے بکھڑے کی ٹھنڈک اور کریم کو پرہیزگاروں کے آگے \*
- ۷۵۔ اُن کو بدل دیگا کٹھنوں کے جھوٹے اس پر کہ ٹھہرے ہے اور لیتے آدینکے اُن کو دہان عا اور سلام (تو) دے

(ج) ۱۔ تقد افلم المومنون \*

۲۔ والذین هم فی صلواتهم خاشعون \*

۳۔ والذین هم عن اللغو معرضون \*

۴۔ والذین هم للزکوٰۃ فاعلون \*

۵۔ والذین هم لفرجهم حافظون \*

۶۔ الا علی ازواجهم او ما ملکت ایمانهم فانهم غیر ملومین \*

۷۔ من ابتغی دیرا ذلک فاولئک هم العادون \*

۸۔ والذین هم لا ما تاتهم وعہد ہم راعون \*

۹۔ والذین هم علی صلواتهم یحافظون \*

۱۰۔ اولئک هم الواسیون \*

۱۱۔ الذین یرثون الفردوس هم فیہا خالدون (مومنون) \*

(د) ۱۔ الذین یوفون بعد اللہ ولا ینقضون المیثاق \*

۲۔ والذین یصلون کأمر اللہ بعد ان یوصل یمشون برہم ویخافون سور الحساب

۳۔ والذین صبروا ابتغاء وجه ربهم وأقاموا الصلوٰۃ والفقوا مئسراً ذقتاہم سرّاً وعلانیۃ

ویدن ماؤن بالحسنۃ السینۃ اولئک لهم عقبی الدار۔ (سعد) \*

(۷) ۸۔ یوفون بالذمر ویخافون یوماً کان شوعاً مستطیراً \*

۹۔ ویطعمون الطعاه علیٰ جمہ مسلکنا ویتیمنا واسیانا \*

(ج) ۱۔ صلح پائی ایمان والوں نے جو اپنی نمازیں نوے ہیں اور جو کجی بات پر دھیان نہیں کرتے اور جو

دیکرتے ہیں اور جو اپنی خواہشوں کو تھامتے ہیں مگر اپنی عورتوں پر پالنے ہاتھ کے مال پر سوائے پر لازم نہیں پھر جو کہ

ڈھوشے اسکے سوا وہی ہیں صد سے بڑھنے والے اور جو اپنی امانتوں اور اقرار سے خبردار ہیں اور جو اپنی نماز سے خبردار

وہی میراث لینے والے جو میراث پاویں گے باغ ٹھنڈی چھانٹوں کے وہ اس میں سدا رہیں گے (مومنون) \*

(د) ۱۔ اور وہ جو پورا کرتے ہیں اقرار اللہ کا اور نہیں توڑتے اقرار \*

۲۔ اور وہ کہ جڑتے ہیں جو اللہ نے فرمایا ہے جوڑنا اور ڈرتے ہیں اپنے رب سے اور اندیشہ رکھتے ہیں بڑے حساباً

۳۔ اور وہ جو ثابت ہے پابتہ توجہ اپنے رب کی اور کھڑی رکھتے نماز اور خرچ کیا ہمارے بیٹے میں سے کھلے

چھے۔ کرتے ہیں بڑائی کے مقابل بھلائی ان لوگوں کو ہے کچھ لاگھ (سعد) \*

(۷) ۸۔ پوری کرتے ہیں سنت اور ڈرتے ہیں اس دن سے کہ اُس کی برائی پھیل پڑے گی \*

۹۔ اور کھلاتے ہیں کھانا اُس کی رحمت پر محتاج کو اور بے باپ کے لڑکے اور قیدی کو \*

۱۰۔ انما نطعمکم لوجہ اللہ لانہیں منکم جزا ولا شکورا \*

۱۱۔ انما خاف من ربنا یوما عبوسا قطریا - (ہود) \*

(و)۔ کنتہ خیامة اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنهون عن المنکر وتؤمنون باللہ۔ (آل عمران ۱۲) \*

۱۲۔ یہ کیفیت تو انسان کے ذاتی افعال اور خصال کی اصلاح اور تہذیب کی تھی اب دیکھنا

چاہئے کہ جماعت قوم پر اسلام نے کیا اثر کیا یعنی تمدن کی Its beneficial effects on the political state of the world. حیثیت کو نسبی بڑی برکت اور خیر کثیر ظاہر ہوئی \*

اسلام کے قبل تمام قوم عرب باہم ٹوٹ پھوٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو رہے تھے مگر اسلام نے ان کو ایک رشتہ برادری میں منسلک کر کے سب کو بھائی بنا دیا انکی ہدایت بدل بالفت ہو گئی اور باہم کے شب و روز کے گشت و خون بیک سخت سدود ہو گئے اور صلح اور امان اور اتفاق قومی ہر قوم اور قبیلے میں پایا گیا \*

لا تغروا واذکروا نعمت اللہ علیکم اذ کنتہ اعدا وافت بین قلوبکم فاصبحتم بنعمة اخوانا۔ (آل عمران ۱۱-۱۲) \*

ایسا تصرف انسان کے دلوں پر ایک عجیب نشان تصرف ہے اور بنیظیر مثال ہے جسکے حاصل کرنے میں سالہا سال کی ملکی تدبیریں اور نظام سلطنت قاصر ہو جاتے ہیں \*

وافت بین قلوبکم لولا نفقت ما فی الارض جمیعاً ما الفت بین قلوبکم ولکن اللہ الفت بینہم۔ (انفال ۶۸) \*

یہ کیسا کچھ اسلام کا فیض ہوا کہ جسکے نتیجے میں عربوں کے خون غریبے اور باہم کے جدال و قتال موقوف اور معدوم ہو گئے اور ایک دوسرے سے قیاضی اور ہمدردی کرنے میں ساعی

۱۰۔ ہم جو تم کو کھلاتے ہیں نہ اللہ کا منہ چاہئے کو نہ تم سے ہم چاہیں بلکہ نہ چاہیں شکرگزاری \*

۱۱۔ ہم ڈرتے ہیں اپنے رب سے ایک دن اور اس کی سختی سے (دوہر) \*

(و)۔ تم ہو بہتر سب لوگوں سے جو پیدا ہوئے ہیں حکم کرتے ہو اچھی بات کا اور منع کرتے ہو بری بات سے اور

ایمان لائے ہو اللہ پر (آل عمران ۱۲) \*

۱۲۔ اور بھوٹ نہ ڈاؤ اور یاد کرو احسان اللہ کا اپنے اوپر جب تم تم آپس میں دشمن پھر الفت دی تمہارے دلوں

میں اب ہو گئے ہو اس کے فضل سے بھائی (آل عمران ۱۳) \*

۱۳۔ اور ان کے دل میں الفت ڈالی اگر تو خرچ کرتا جو سائے کا میں ہے تمام الفت دے سکتا اُنکے دل میں

لیکن اللہ نے الفت ڈالی ان میں (انفال ۶۸) \*

اور سرگرم ہو گئے اور نہ صرف خوزیری اور مقامات کو روکا بلکہ کینہ کشی اور غزو کی جڑ کاٹی اور تمام ملک میں امن و امان و صلح و آشتی قائم کر دی \*

جس شخص کو ایام عرب پر نظر ہوگی وہ خوب سمجھتا ہوگا کہ عرب کی قومیں اور قبیلے باہم ایسے متفرق اور ایک دوسرے سے بے نیاز ہوئے تھے کہ ان میں کوئی اُمید نہ ہی اصلاح اور اتحاد قومی کی نہ تھی اور یہ وجہ بھی تھی کہ کبھی کسی غیر ملک

The prospects of Anti-Mahometan Arabia were unfavorable to the hope of political main or national regeneration.

والے یا رئیس کو ان پر تسلط اور ممکن حاصل نہیں ہوا کیونکہ جب جماعتیں ایسی متفرق ہوں کہ کوئی ان کا راس و رئیس نہ ہو تو ان کا مسخر اور مفاد کر لینا بہت دشوار ہوتا ہے \*

یہودی بھی تو عرصہ سے عرب کے اطراف و جوانب میں بلکہ وسط عرب میں رہتے تھے اور عیسائیوں کی کئی ریاستیں اور سلطنتیں قرب و جوار میں مثل سلطنت مصر و شام و حبشہ تھیں اور نیز خاص عرب میں حوا و عسنان اور یمن کی عیسائی بادشاہتیں اور نجران میں بنی حارث اور یامامہ میں بنی ضیفہ اور تیمہ میں بنی طے اور نیز بنی تغلب یہ سب عیسائی قومیں رہتی تھیں مگر ان سے نہ تو کچھ عرب کی حالت تمل میں اصلاح نہ ان کے اخلاق میں کچھ اثر نہ ان کے اوضاع و اطوار میں شائستگی نہ ان کے رسم و رواج میں تغیر واقع ہو سکا۔ اور مذہب میں تو سب برابر ہی سے تھے \*

خوب غور کروا عراب کی حیثیت اور عصبیت کی کینہ کشی اور عداوت کی رسم کو اور پھر دیکھو اسلام کی صلح اور عفو کے احکام کو اور اس کے نتیجہ میں ملا خط کر و عرب کی مذہبی اصلاح رسوم کی تہذیب اور ملاقت عام ملکی اتحاد اور قومی یگانگت گویا از سر نو ایک طبقہ

Islam united the hostile tribes of Arabia in a brotherly union.

جدید پیدا ہو گیا وہ خلقت ہی بدل گئی وہ جبلت ہی جاتی رہی \*

اگر حضرت موسیٰ کے انتظام سیاست میں تھوڑا سا بھی غور کرو تو بہت فرق پاؤ حضرت موسیٰ ایک ایسی قوم اور جماعت پر گئے جو باہم متحد تھے اور اس پر طرہ یہ کہ ایک جابر بادشاہ کی غلامی میں گرفتار اور کسی ادنیٰ سے محرک یا چھڑائی والے کے وقف انتظار تھے حضرت موسیٰ کو کچھ بھی تکلف نہیں کرنا پڑا اور اس قوم نے دلی آرزو اور اخلاص سے ان کو اپنا سردار اور نجات دہندہ قبول کر لیا کیونکہ وہ تو مضطر اور بے بس تھے اور ڈوبتے کو تنکے کا سہارا بہت ہوتا ہے اور بانیہم وہ لوگ سبائی پاکر شایستہ و مفاد نہ ہوئے۔ صل غرض تبریہ باری اور توحید الہی کے کے کئی بار خلاف ظہور میں آیا برخلاف عرب کی قوم کے۔ ان میں حد کے مرتبہ کا تفرق اور امتیاز تھی اور جناب پیغمبر صلعم ان کے جملہ دین و آئین کو مگر ابھی قرار دیتے تھے ان کے خداؤں اور بتوں

بیکار محض تہلاتے تھے موروں کے کسی ایک قبیلہ نے بھی کلیتہً جناب پیغمبر کو تسلیم اور قبول نہیں کیا شروع ہی سے شرکوں کا معاوضہ اور مقابلہ ہونے لگا مگر آخر کو قرآن کے احکام و نصاب کی تاثیر یہ ہوئی کہ انہیں لوگوں میں سے ہزاروں اور لاکھوں ایمان لائے اور اپنے عزیز بھائیوں اور پیارے بھائیوں اور عمر بھر کے مسعود اور شب و روز کے مسعود کو ترک کر دیا اور وہ قومی تفرق اور طبعی بغض و عناد و سب جمیعت واحدہ اور قوی اتحاد اور اخوت سے بدل گیا۔

۳۸۔ اور مجملہ مصالح و نفعیہ اور امور مفید عام احکام صدقات اور خیرات اور خدا کی راہ میں مال دینے اور فقروں اور محتاجوں کی کفالت کیلئے Instituted charitable designs. ہیں خصوصاً صیغہ وقف جسے زمانہ جاہلیت میں کوئی نہیں جانتا تھا اور اس امر خاص میں مسلمانوں کی فیاضی اور سخاوت تو ایراج و دہر اور صفات عالم پر ثبت ہے۔

ادوارڈ لین صاحب ایک مشہور اور عالی قدر مورخ لکھتے ہیں کہ (جلد ۱ ص ۵۰) مسلمانوں کی نیکیاں (خیرات) جانوروں تک کے حق میں ہوتی ہیں اور قرآن میں محتاج اور مسکین کی امانت کرنیکی کرتا تاکید ہوئی ہے اور اس کو نہ محض تبرع یا ثواب کے طور پر بلکہ فرض اور حکم ناکزیر کے طور پر جو قرار دیا ہے شاید محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی صرف ایسے صاحب شریعت ہیں جنہوں نے خیرات کا ٹھیک ٹھیک اندازہ کیا ہو اس کی مقدار معین جائداد کی نوعیت اور مقدار پر بدلتی ہے مثلاً زعفران یا موشی اٹھارہ واساب تجارت مگر چینگ کہ مسلمان اپنے مال کا دسواں حصہ مذکورے اس نے شریعت کی تکمیل نہ کی۔ وریقت فیاضی بنیاد ہے عدالت کی اور جن لوگوں کی اعانت ہم کو لازم ہے ان کو ضرر پہنچانا منع ہے کوئی نئی عالم لاہوت اور برزخ کے مغبیات و اسرار بیان کیا کرے مگر احسانیات کے احکام میں اس کو ہمارے ہی دل کے احکام بیان کرنے ہونگے۔

اس مقام کے حاشیہ پر لکھیں صاحب لکھتے ہیں کہ مراکشی نے تصب کے بارے میں کشتیکوں کی زیادہ خیرات اور صدقات کا شمار کیا ہے کہ ۱۵ ہزار شفا خانے ہزاروں بیماروں اور زائروں کے لئے بنے ہوئے ہیں اور ۱۵ سو عورتوں کو ہر سال جہیز ملتا ہے ۵۴ مدرسے خیراتی بنے ہوئے ہیں اور ۱۲۰ جلسے براہران ایمانی کے اپنے بھائیوں کی اعانت کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اور لندن کی فیاضی تو اس سے بھی بڑھکر ہے مگر مجھے اندیشہ ہے کہ بہت کچھ اس میں سے لوگوں کی انسانیت کی طرف منسوب ہو سکتا ہے نہ کہ مذہب کی حیثیت سے ہو۔ انتہی +

(۱) سورہ بقرہ میں ہے: ان تبدوا الصدقات فنعماہی وان تحفواھا وتوتوها

الفضل فیو خیر لکم (۲ ج) +

(۲)۔ الذین ینفقون اموالہم فی سبیل اللہ ثم لا یتبعون ما انفقوا وما ولا اذنی لہم اجرہم عند ربہم ولا خوف علیہم ولا ہم یتخافون۔ قول معروف ومقبولہ خیر من صدقۃ یتبعہا اذی واللہ غنی حلیم (۲ ج) +

(۳)۔ والذین تبوء الدار والایمان من قبلہم یحبون من ہاجر الیہم ولا یجدون فی صدورہم حاجۃ مما اوتوا ویؤثرون علی انفسہم ولو کان بہم خصاصہ۔ (عشر ۹) +

ابراہیم ریس کے مجمع العلوم میں ایک جگہ لکھا ہے کہ خیرات دینے میں اکثر اور اس کے ترغیب دینے میں مسلمانوں کے مذہب سے زیادہ سرگرم کوئی مذہب نہیں ہے۔ قرآن نے قبولِ دعا کے واسطے خیرات کرنے کو واجب قرار دیا ہے اور خلیفہ عمر بن عبد العزیز کہا کرتے تھے کہ نماز ہم کو آدھے رستے تک پہنچاتی ہے اور روزہ ہم کو عرشِ اعلیٰ کے دروازے تک لیجاتے ہیں۔ اور خیرات سے ہم کو خدا کے گھر تک بارماتا ہے۔ خیرات کو اہل اسلام بہت ہی ثواب کا کام سمجھتے ہیں اور بہت سے مسلمان خیرات دینے کی شہرت میں ضربِ التل ہیں۔ بالتخصیص حضرت حسن بن علیؑ جو کہ محمد (صلی) کے نواسے تھے روایت ہے کہ انہوں نے اپنی حیات میں تین مرتبہ اپنا مال محتاجوں کو نصفاً نصف بانٹ دیا اور دو مرتبہ تو سب جو کچھ تھا دیدیا۔ اور عوامِ مسلمین نیکیاں کرنے کے ایسے عادی ہوئے ہیں کہ حیوانات تک سے وہ نیکی کرتے ہیں (دیکھو سائیکلو پیڈیا ریس لفظ آزم) +

## قرآن کے معدنِ حکمت اور مسلمانوں کے

### مصدرِ علوم ہونیکا ذکر

LITERARY BENEFITS OF ISLAM.

۳۹۔ زمانِ جاہلیت میں تمام عرب میں کسی علم کی کوئی کتاب نہ تھی اور بجز علمِ انساب اور شجرہٴ نسب کے اور کوئی تعلیم نہ تھی پس پہلی کتاب مستطاب جو عرب میں مدون ہوئی وہ قرآن مجید ہے جو علاوہ اس کے کہ ارشاداتِ الہی اور احکامِ ربانی کا مصدر ہے علومِ حکمیہ علیہ اور حکمتِ الہیہ کا بھی معدن ہے بعد اس زمانہ نزولِ وحی اور انتشارِ علومِ الہیہ کے مسلمان کئی ایک حلیل القدر اور عظیم الشان علوم کے موجد اور ماخذ ہوئے اور علوم متعارفہ کو بہت کچھ تہذیب و اصلاح کے کے دُور دُور کے ملکوں میں پھیلا دیا اور کئی ایک ملک کے مالک مسلمانوں کی بدولت اہل علم ہو گئے اور جس زمانہ میں کہ اُورسب قریسِ جہالت کے تیرہ و تار یک قعر میں پڑی تھیں مسلمانوں ہی میں علم کا رواج پایا جاتا تھا +

۴۰۔ (۱)۔ منجمہ علوم مشہورہ قرآن مجید و شجرہٴ نسب و فلسفی اور منجمہ علوم مشہورہ قرآن مجید و شجرہٴ نسب و فلسفی



جس سے مراد علم مناظر قدرت وہ سناہم فطرت ہے اس سے قرآن مجید بالامال ہے اس میں حقائق موجودات اور محاسن کائنات کا بیان کثرت سے پایا جاتا ہے اور پھر ان سے وجود واجب ثقلیٰ اور اسکے علم و قدرت پر استدلال ہر جگہ ہوتا گیا ہے +

۱۔ انا صبینا الماء حیا۔ ثم شققنا الارض شقا فانبتنا فیہا حیا وعبا وفضبا ونبوتونا ونخلا۔ وحد ابق غلبا۔ وفاکمة وایلد عس) +

۲۔ اقلد ینظرون الی الابل کیف خلقت۔ والی السماء کیف رفعت والی الجبال کیف نصبت والی الارض کیف سطحت (غاشیہ)

۳۔ البر یخل الارض حمادا۔ وایجبال اوتادا۔ وخلقنا کم ازواجاً۔ وجعلنا فوقکم سبانا وجعلنا الیل لباسا۔ وجعلنا النہار معاشا۔ وینبنا فوقکم سبعاً شدوا۔ وجعلنا سراجا وهاجا۔ وازلنا من المصبرات ما تشاجا۔ لنخرج بہ حیا ونباتا۔ وجنات الفافا۔ (نبأ) +

۴۔ والارض وضعها للادامہ۔ فیہا فاکمة والخل ذات الکھار والحج ذوالعصف والرجان۔ .... مرج البحرین یلتقیان۔ بینہما بوزخ لایبغیان۔ (مرجلی) +

۵۔ اقلد ینظر والی السماء فوقکم کیف بیننا ہا ونباتنا ہا وما لہا من فروج۔ والارض مددنا ہا والیقینا فیہا من کل زوج بیجم۔ تبصوہ و ذکرہ کل عبد نبیب

۱۔ ہم نے ڈال پانی اوپر سے۔ اور پھر چیر زمین کو۔ پھر لگایا اُس میں المراج انگور اور ترکاری اور زیتون اور کجوریں اور گھنے بلخ اور میوہ اور روپ +

۲۔ کہ انہیں نگاہ کرتے اوٹھوں پر کیسے بنائے ہیں اور آسمان پر کیسا بلند کیا ہے اور پہاڑوں پر کیسے کھڑے کئے ہیں اور زمین پر کیسی صاف بچھائی ہے +

۳۔ کیا ہم نے نہیں بنائی زمین چھوٹا اور پہاڑیہ میں اور تم کو بتایا جوڑی جوڑی اور نباتیہ میں نہایت باریکی انداز اور نباتی رات اور ٹھنڈا اور بنیاد دن روز کار کو اور چینی ہم نے اوپر سات چنانی مضبوط اور بنایا ایک چراغ چمکتا اور آتار اُچھڑتی بدلیوں سے پانی کا ریلہ لکڑی کا لیس اُس سے اناج اور سبزہ اور بلخ پتوں میں پہلے ہوئے +

۴۔ اور زمین کو رکھا واسطے خلق کے اس میں میوہ ہے اور کجوریں جسکے میوہ پر غلاف ہیں اور انج جسکے ساتھ بھس ہے اور پھول خوشبو کے۔ چلائے دو دریا جو آپس میں ٹکراتے ہیں انکے سج میں ایک پردہ بنا دیا تو نہیں کہتے

۵۔ کیا نگاہ نہیں کیا آسمان کو اپنے اوپر کیا ہم نے بنایا اُس کو اور رونق دی اور اُس میں نہیں کوئی سوراخ اور زمین کو پھیلایا اور ڈالائیں گیچھ اور لگائی اس میں ہر قسم کی رونق کی چیز سو جھلنے کو اور یاد دلانے کو اُس منہ سے کہ جو رجب رکھے اور اتارا منہ سے آسمان سے پانی برکت کا پھر لگائے ہم نے اس سے بلخ اور انج گھنے کھیت اور کجوریں لبنی ان کا بھار ہے تہربتہ

وَنَزَّلْنَا مِنْ سَمَاءٍ مَاءً مَبَارَكًا فَاَنْبَتْنَا بِهِ جِبَاتٍ وَحَبَّ الْحَبِيدِ وَالنَّخْلَ بِاسْتِقَاتٍ لَهَا طَلْعُ فُضَيْدٍ  
رِزْقُ الْعِبَادِ وَاجْعَلْنَا بِمِلْدَقٍ مَبْنِيًّا (ق) +

۶۔ وَالَّذِي خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا وَجَعَلَ لَكُمُ فِي الْفَلَاحِ وَالْاَفْجَادِ مَا تَتَكَبَّرُونَ لَنَسْتَبْلِغَنَّ عَلٰی عَمْرِكُمُ  
ثَمَرًا لَّكُمُ نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَیْهِمْ وَتَقُولُوا سُبْحٰنَ الَّذِي سَمَرْنَا لَهَا عَذَابًا لَّهُ فَنُفَرِّقُ  
وَاَنَا اِلٰی رَبِّنَا الْمُنْقَلِبُونَ۔ (سجرات) +

۷۔ وَمِنَ الْاٰیَاتِ الْجَوَارِیْ بِالْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ اِنَّ یَسَارِیْسَ بْنِ الْمَرْحُومِ یُعْطِلُنَ سَوَادَ كَدِّ عَلٰی ظَهْرِیْ  
اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ۔ (شوری) +

۸۔ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَآیٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ۔ وَفِیْ خَلْقِہَا وَرِیَاضِہَا لَآیٰتٍ  
لِّقَوْمٍ یَّقْنُونَ۔ وَاختِلَافِ اللَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ رِزْقٍ فَاَخْبَا  
بِہِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِہَا وَتَصْرِیْفِ الرِّیَاحِ اٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَعْقِلُوْنَ (جاثیہ) +

۹۔ وَاٰیٰتُہُمْ لَیْلٌ اَسْلَخُ مِنْہَا النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُظْلَمُونَ۔ وَالسَّمْسُ تَجِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّہَا اِذَا  
تَقَدَّرَ الْعَزِیْزُ الْعَلِیْمُ۔ وَالْقَمَرُ قَادِمًا لَا مَنَازِلَ حَتّٰی عَادَ کَالْعُرْجُونِ الْقَدِیْمِ۔ لَا الشَّمْسُ مِّنْ فِیْضِیْہَا  
اِنَّ تَدَارٰکَ الْقَمَرِ وَلَا اللَّیْلُ سَابِقُ النَّهَارِ۔ وَکُلٌّ فِیْ فَلَاحٍ یَسْبَحُونَ۔ (زلزلہ) +

۱۰۔ الْحَمْدُ لِلّٰهِ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَخَرَجْنَا مِنْہَا بَشَرًا مِّنْ خَلْقِ الْاَوَّاهِ وَاسْمَ الْجِبَالِ جُدَدٍ  
بَیْعَنٍ وَحُمْرٍ مُّخْتَلِفٍ الْاَوَّاهِ وَغَرَابِیِبٍ سَوْدٍ وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَابِّ وَالْاَفْجَادِ مُخْتَلِفٌ اِلَّا وَاتَّهَ (فاطر) +

۶۔ جس نے مائے سب سے پتھر کے جوڑے بنائے۔ پتھر کے جوڑے بنائے کہ چرپائے کو کھڑے ہو کر پتھر سے پتھر پر چڑھ کر  
اپنے رب کا احسان جب پتھر چلے گا اور نہ پڑے گا۔ اور جس میں پتھر سے پتھر کے جوڑے بنائے کہ پتھر سے پتھر پر چڑھ کر  
۷۔ اور ایک انسانی نشانی ہے چلتے جاوے رہا میں جیسے ہاتھ اگر چاہے تھا مگر ہوا پتھر چڑھ کر اس سے نہ  
اس کی پتھر پر مقرر اس میں پتے ہیں ہر ٹھہرنے والے کو جو حق کی بات مانے +

۸۔ بیشک آسمانوں میں اور زمین میں بہت پتے ہیں مائے والوں کو اور تمہارے بنائے ہیں اور آؤ رہا نوروں  
کے پھیلانے میں پتے ہیں لوگوں کو جو تینیں کہتے ہیں اور بدلتے ہیں اے ان کے اور وہ جو آری آسمان سے  
رفعی پھر جلائی اس سے زمین کو مگر گئے پیچھے اور بدلتے ہیں ہواؤں کے پتے ہیں ان لوگوں کو جو بوجھتے ہیں +

۹۔ اور ایک نشانی ہے ان کو رات اور صبح پتے ہیں اس سے پتھر چلتے ہیں اور پتھر سے اس سے اور صبح  
چلا جاتا ہے اپنی شہر ہی راہ پر جا دھاتے اس پر دست یا خبر کا اور چاند کو ہم نے ہانڈ دی ہے جس میں پتھر سے پتھر سے جیسے ٹہنی  
پرانی یہ صبح کو پتھر سے چاند کو اور رات کے گئے گئے دن سے اور کوئی ایک ایک گھیرے میں تہتے ہیں +

۱۰۔ تو نے نہ دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے پانی پھر کالے اس سے موسیٰ طرح طرح کے رنگے رنگے اور پھر  
میں گھاٹیں ہیں سفید اور سرخ اور طرح طرح کے رنگے رنگے اور کالے بھونکے آدمیوں میں کہ جن میں پانیوں میں کئی رنگے ہیں

۱۱۔ خلق السموات بغير عهد أو نفاذ القی فی الارض وراسی ان تمید بكم وبث فیها من كل دابة وانزل من السماء ماء فانبت فیها من كل نرج کریم (لقمان) +

۱۲۔ اللہ الذی یرسل الریاح تنفیرا بما فیبططه فی السماء کیف یشاء ویجعل کسفانتری

او دق ینخرج من خلاله فاذا اصاب به من یشاء من عباده اذا هم یستبشرون۔ (مزدھر۔ ۲۵) +

۱۳۔ وان لکم فی الانعام لعلون فسیککم مما فی بطونہ من بین غرت ودمر لیسنا خالصا

سائغا للشر بین۔ ومن ثمرات الغیل، واک غناب تغذون منه سکران رزقا حسنا۔ (نحل) +

۱۴۔ وادعی ربک الی الخلیل ان اتقنی من الجبال بیوتا ومن النخی واما یعشرون ثم کلی

من کل الثمرات فاسکلی سبل ربک ذللا ینخرج من بطونھا اشواب مختلفا الخاتہ فید شفاء للناس (نحل)

۱۵۔ واللہ اخرجکم من بطون امھا لکم لعلکم تعلمون شیدا وجعل لکم السمع والابصار

والافئدة لعلکم تشکرون۔ المیدوا الی الطیر من سفی انت فی جوا السماء ما یسکین الا اللہ ان فی

ذالک لایات لقوم یوقنون۔ واللہ جعل لکم من بیوتکم سکناء وجعل لکم من جلود الانعام بیوتا

۱۱۔ بنائے آسمان بے ٹیکے اُسے دیکھتے ہو اور ڈالے زمین پر بوجھ کر تم کو لیکر جھک کر بڑے اور بکیرے

اُس میں سب طرح کے جانور اور آنا راہم نے آسمان سے پانی پھر اُگلے زمین میں ہر قسم کے جوڑے غامضے :

۱۲۔ اللہ جو چاہے ہوائیں پھرا بھارتا ہے بدلی پھر پھیلتا ہے اُس کو آسمان میں جس طرح چاہے اور

رکتا ہے اُس کو رپرت پھر تو دیکھے سینہ نکلتا ہے اُسکے پیچ سے پھر جب اُس کو پہنچا یا جس جگہ چاہے اپنے بندوں

میں تیری وہ نگے خوشیاں کرنے :

۱۳۔ اور تم کو چوپاؤں میں عبرت کی جگہ ہے پلائے ہیں تم کو اُسکریٹ کی چیزوں میں سے گو براور لو کے بیچ

میں سے دو دو تھرا چتا ہے والوں کو اور بیروں میں سے بھور کے اور گور کے بنائے ہو اُس سے نشا اور رضی غامض :

۱۴۔ اور کلم بھیجا ہے رب نے شہد کی کھی کو کہ بنائے پاؤں میں گھراور درختوں میں اور جہاں چھڑیاں ڈالنے ہیں

پھر کھا ہر طرح کے بیروں سے اور چل ماہوں میں اپنے رب کی صاف جڑی پڑ نکلتی ہے اُنکے پیٹ میں سے پنی کی چیزیں

کئی رنگ ہیں اس میں آزار پہلے ہوتے ہیں آدمیوں کے :

۱۵۔ اور اللہ نے نکالا تم کو تمہاری ماں کے پیٹ سے کچھ نہ جانتے تھے اور دیئے تم کو کان اور اکھیں اور دل شائیم

احسان مالو کیا نہیں دیکھتے آٹے جانور کلم کے بانسے آسمان کی ہوائیں کوئی انہیں تھام رہا اُن کو اللہ کے سوا اس میں پتے

ہیں اُن لوگوں کو جو یقین لاتے ہیں اور اللہ نے بتا دیئے تم کو تمہارے گھر سے کی جگہ اور بتا دیئے تم کو چوپایوں کی کھال سے ڈیرے جو

ہلکے گتے ہیں تم کو جس جن سفر میں ہو اور جس جن گھوڑیں ہو اور اُن کی اُن سے اور برہوں سے اور بالوں سے کتنے اسباب اور

برستے کی چیزیں ایک وقت تک اور اللہ نے بنادی تم کو اپنی بنائی چیزوں کی چھائیں اور بنادی تم کو پاؤں میں چھپنے کی جگہ اور بتا دیئے

تم کو کرتے جو بچاؤ ہیں گرمی کے اور کرتے جو بچاؤ ہیں لڑائی کے اسی طرح پورا کرتا ہے اپنا احسان تم پر شائیم احسان مالو۔

تستخفونہا یودنظنکم ویودا قامتکم ومن اصوافہا وادبارہا واشعارہا اثاثا وامتاعا الی حین۔  
واللہ جعل لکم مہا خلق ظلالا وجعل لکم من الجبال الکنا وجعل لکم سربیل تفتیکم الخ  
وسربیل تفتیکم باسما کذلک اللہ یتد نعمتہ علیکم لعلکم تشکرون۔ (نحل) ۛ

۱۶۔ والافام خلقہا لکم فیہا داف ومنہا تا کون ولکم فیہا جال حین تریجون  
وحین تسوجون۔ وتخل اثقالکم لی ینذلہ تکلونہا بالغیہ الا لبشق الانفس ان سربکم لوف  
الرجل۔ والخیل والبغال والحمیر لترکواہا بنینہ ویخلق لکم ما لا تعلمون۔ (نحل) ۛ

۱۷۔ ولہ الجوار المنشات فی البہی کا اعلام۔ (رحمان) ۛ

۱۸۔ ولا اقسحہ بالحتس الجوار الکلس۔ (کوسر) ۛ

غرض کہ اسی طرح تمام قرآن میں نیچرل ہسٹری اور نیچرل تھیالوجی کے اصول کی مفصل کیفیتیں  
اور کمر اشارتیں ہیں مگر یونانیوں کی طبعی دانی کی نہیں بلکہ حقیقی باتوں کی اور نیز دیگر علوم حکمیہ کے  
اشارے خصوصاً علم جیالوجی کے اصول پر کثرت سے حوالہ ہوا ہے مگر جن لوگوں نے اس علم  
کا نام بھی نہ سنا ہو وہ اُس کے استنباط پر کیسے قادر ہو سکتے ہیں ۛ

۴۱۔ (۲) دوسرا ایک عظیم الشان علم جو خاص مسلمانوں میں ایجاد ہوا وہ علم اسماء الرجال  
Mahomedan Biographies ہے۔ جس کو یونانی زبان میں بیوگرافی کہتے ہیں۔ جس

کثرت سے مسلمانوں نے اس علم خاص پر توجہ کی اور جس وقت اور تلاش سے ہر مہر اہل علم اور  
راویوں کے حالات ضبط کئے اور اُن کے مولد اور نشاکا بیان اور مزج کی وقعت اور رائے  
کے تغیرات اور عام ردیہ کے حالات کو ڈھونڈ بھا اور بڑی بڑی مجلد کتابوں میں قلمبند کیا۔ وہ  
آج تک کسی قوم میں اور کسی مذہب میں نہیں ہوا ۛ

ڈاکٹر اسپرنگر صاحب جن کی ہمارت علوم عربیہ میں مشہور ہے اور بڑے صاحب نظر  
تھے انہوں نے جب صاحبان کو رٹ آف ڈائرکٹرس کی ہدایت اور کلکتہ ایشیا  
ٹیک سوسٹی کے زیر اہتمام کتاب الاصابہ فی تمییز الصحابہ تصنیف علامہ شیخ ابن حجر  
عسقلانی (مات ۸۰) چھاپی شرف کی تو اُس کے دیباچہ میں یزبان انگریزی یہ مضمون لکھا۔ کہ

۱۶۔ اور چہاے بنادینے تم کو اُن میں شاد ہے اور کتنے فائدے اور مفضل کو کھاتے ہو اور تم کو اُن سے کوئی ہے  
جہ شام کو پھیر لاتے ہو اور جب چراتے ہو اٹھا لیتے ہیں مجھ تمہارے اُنی شہر تک کہ تم نہ پہنچو دیاں تک مگر جان توٹے کیوں نہ ہا رہا  
جہ اشفت الاہل ان ہے اور گھوٹے بنائے اور پھریں اور گدھے کہ اُن پر سوار ہو اور رونق ہو اور نیا تہہ جو تم نہیں جانتے ۛ

۱۷۔ اور اُسکے ہیں ہماز اوچے گہرے دریائیں بیے پہاڑ ۛ

۱۸۔ سو تم کھاتا ہوں میں نیچے ہٹ جانے سید سے چلنے دیک جانے والوں کی ۛ

”مسلمانوں کے علوم کی عزت علم اسماء الرجال ہے نہ تو کوئی ایسی قوم گزری اور نہ کوئی آب ہے جس نے مسلمانوں کی مانند بارہ سو برس کے عرصہ میں ہر ایک اہل علم کو حالات زندگی قلمبند کئے ہوں۔ اگر مسلمانوں کی کتب رجال جمع کی جاویں تو غالباً ہم کو پانچ لاکھ علماء مشاہیر کا تذکرہ ملجائے انکی تاریخ میں کوئی قرن یا نامی جگہ ایسی نہیں ہے جس کا کوئی آدمی اس تذکرہ میں نہ ہو۔“ انتہی ۛ

فہم رجال میں تحقیق و تلاش کی ترقی ابن سعد کے زمانہ میں خوب ہوئی جس کی کتاب اسماء رجال و احوال روایات کے طبقات ابن سعد کے نام سے مشہور ہے۔ اور محمد بن اسماعیل بخاری اور ابن ابی خثیمہ نے اپنی اپنی تاریخوں میں اور ابن ابی حاتم نے کتاب الجرح و التعمیل میں عموماً راویوں کی بیوگرافی لکھی اور علی اور ابن جہان اور ابن شاپین نے ثقہ راویوں کو الگ چھانٹا اور ابن عدی اور بھڑا بن جہان نے مجروح اور ضعیف راویوں کو جدا کیا۔ اور بعضوں نے خاص خاص کتب حبث کے راویوں کے طبقات اُنکے موالید اور وفیات علیحدہ علیحدہ لکھے مثلاً ابی نصر الکلبی بادی نے بخاری کے راویوں کو اور ابی یوسف نے مسلم کے راویوں کو اور ابی الفضل بن طاہر نے دونوں بخاری اور مسلم کے راویوں کو اکٹھا جمع کیا اور عبد الغنی المقدسی نے کل صحاح ستہ کے راویوں کو کتاب الکمال فی معرفۃ الرجال میں ضبط کیا اور پھر مری نے اس کتاب کا خلاصہ کیا جس کا نام تہذیب الکمال ہے۔ اور علامہ ابن حجر عسقلانی نے اس کو خلاصہ کر کے اور آفر بہت کچھ اس پر زیادہ کر کے تہذیب التہذیب نام کی کتاب لکھی۔ اور فرقہ امامیہ میں بھی اس فن کی تدوین قدیم زمانہ سے ہوئی چنانچہ حسن بن علی بن فضال اور عبد اللہ بن جلد نے دست اسماء رجال میں کتابیں لکھیں اور حمید بن زید و نینوی نے (سنہ ۳۰۰) رجال کی جرح و تعمیل میں کتاب لکھی اور محمد بن یحییٰ بن عبید بن یقین نے بھی اس فن میں کتابیں لکھیں اور ایسے ہی شیخ محمد بن یعقوب کلینی اور شیخ صدوق محمد بن بابویہ قمی اور کشی اور نجاشی اور شیخ ابو جعفر طوسی نے کتابیں لکھیں اور متاخرین کی کتابیں مثل تصنیف علامہ علی و تقی الدین بن ابی و شیخ شہید ثانی اور اُنکے بعد فاضل محمد استرآبادی و میر شرف الدین علی صاحب کتاب ایجاد المقال مشہور و معروف ہیں ۛ

اور محققین اہل سنت میں متاخرین کی مشہور کتابیں مثل استیعاب ابن عبد البر و میزان الاعتدال فی نقد الرجال حافظ شمس الدین ذہبی کی اور نیز کاشف اور کتاب الضعفاء المتروکین اور شیخ الاسلام محی الدین نووی کی کتاب تہذیب الاسماء و تقریب اور امام ابن حجر عسقلانی کی تہذیب التہذیب و تقریب التہذیب و لسان المیزان اور اصحاب فی تمییز الصحابہ اور علامہ سیوطی کی تذریب الراوی شرح تقریب النواوی اور اُنکے نامی اور مستند ہیں ۛ

۴۲- (۳) - ایک اور علم جلیل الشان علم حفظ اسناد اور اصول درایت ہے۔ دوسری  
 صدی ہجری سے مسلمانوں میں حدیثوں کے قلبند کرنے  
 اور روایتوں کو جمع کر کے لکھنے کا شوق ہوا اور مسیوں  
 تصنیفیں روایتوں کی جمع ہو گئیں اس لئے انکے تنقیہ  
 and their critical examina-  
 tion not to be found in any  
 other nation

اور راویوں کی صرح و تدبیر خوب ضبط و تحقیق سے نہیں ہوتی حتیٰ کہ اہل صحاح نے اس میں بڑا  
 ضبط اور اہتمام کیا مگر متقدمین جہاں کی نظر میں ان میں بھی بہت راوی متکلم فیہ اور مجروح لکھے۔

البتہ جو طریقے اصول و درایت قائم کئے اور جس طرح روایتوں کو اصطلاحی قسموں پر تقسیم کیا  
 ان سے ان کی دقت نظر باریک بینی و ذانت اور عدم تقلید خوب ثابت ہے۔ ابتداء میں امام غزالی  
 نے ایک مختصر تصنیف فن درایت میں لکھی پھر حاکم نیشاپوری معروف بایں بسبح نے معرفت حدیث  
 میں کتاب لکھی اور پھر احمد بن عبد اللہ ابو نعیم اصفہانی نے کتاب النہایت فن حدیث میں لکھی اور  
 اور خطیب بغدادی نے جن کی شہرت اور تلقی بالقبول تمام علماء اسلام میں ظاہر ہے اس فن میں کتاب  
 کفایۃ لکھی اور اؤر کتابیں مثل شرف اصحاب الحدیث و السابق و اللاحق و المتفق و  
 الملتحق و المؤلف و المختلف و تلخیص المتنابہ و غنیۃ مقتبس فی تمیز الملتبس و تمييز  
 متصل الا سائید وغیرہ ذاک تصنیف کیں اور جیسے کہ اپنے زمانہ میں خطیب تمام ایشیا میں پیش  
 تھے۔ ایسے ہی انہیں کے معاصر فرنگستان میں (پانچویں صدی میں ہے) ابن عبد البر صاحب  
 کتاب الاستیعاب حافظ عصر تھے۔

یہ علم سیاق و سلسلہ روایت کی تحقیق اور راویوں کی تفتیش مسلمانوں ہی سے مخصوص ہے یہو  
 و نصاریٰ میں احادیث اور روایتوں پر عمل رہا اور کتاب تالجد و اور مشنہ و خیرہ کتب یہود و راہبوں  
 کے مجموعہ ہیں۔ ان میں سے مشنہ کی روایتیں دوسری صدی عیسوی میں قلبند ہوئیں۔ اور تالمود  
 ہجرت سورس پیشتر لکھی گئی مگر سلسلہ اسناد گویا کہ نادر رہی ہے۔ چہ جائے ان میں وہ باریکیاں اور  
 نازک خیالیاں اور خبر کے افادہ علم کرنے یا مفید یقین ہونیکے معقول قاعدے معلوم ہونے ہوں۔

۴۲- (۴) - ایک اور عظیم مہم بالشان علم کلام ہے۔ یونانیوں میں علوم عقلیہ و حکمت کی  
 اشاعت سن عیسوی سے پانچ یا چھ سو برس پیشتر ہو گئی  
 its influence on the people  
 of the Book.

کے مذہب پر یونانی فلسفہ کا کم و بیش اثر ہوا یہود کی دینی کتاب یعنی تورات میں تو اس کا کچھ  
 اثر نہیں پایا جاتا کیونکہ اس کی تالیف یا تصنیف اس فلسفہ کی اشاعت سے سالہا سال پیشتر کی ہے  
 البتہ مصریوں کے علوم و فنون کا تعلق تورات کے احکام سے اگر کوئی شوق کرے تو دریافت ہو سکتا

ہے۔ گریونانی فلسفہ کی اشاعت ہو جانے کے بعد یہود کے عقاید میں بہت کچھ فلسفیت آگئی تھی اور عیسائیوں نے تو اول و اہل عقاید کو اسی طرز پر قائم کیا اور حضرت یوحنا اور پولوس نے اور بطوس نے بھی شاید عموماً یونانیوں کی زبان اور علوم کی شہرت اور رواج سے خصوصاً فلویہودی سرآمد فلسفہ و جامع معقول و منقول کی معاشرت اور کچھ مصاحبت سے بھی تعدد و کما کا سامنا کیا۔ بالخصوص لوگوس یعنی کلمہ کی ازلیت اور واجب الوجود سے اُس کی معیت و ایسی ہی اعتقاد کر کے جیسی فلویہودی فیلسوف اور یونانیوں نے کی تھی +

یہودیوں میں علم حکمت و معقولات کا رواج حضرت داؤد اور سلیمان سے ہوا حضرت سلیمان کے رسالے حکمت کے مختلف علوم کے مدت سے محفوظ نہیں رہے حیوانات میں سے بالخصوص عالم منطق الطیر کا ذکر قرآن مجید میں بھی آیا ہے۔ یہ اُڑتے جانوروں کا علم ایک شاخ ہے نیچرل ہسٹری کی۔ اور منطق کا لفظ یونانی زبان کے لوجی کے مقابلہ میں ہے جس کے معنی ہیں علم جیسے جیولوجی۔ ذولوجی۔ فزینولوجی میں اور اسی منطق الطیر اور دیگر علوم سلیمانی کا ذکر کتاب سلاطین باب ۵ پیرق ۱۴ (نسخہ عمرانی) میں ہے۔ مگر بعد زمانہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے یہودیوں نے علوم حکمیہ میں بہت کم ترقی کی۔ قید کے زمانہ میں انہوں نے بہت سی نئی باتیں حاصل کیں اور بعد میں فلسفہ یونان میں سے بہت کچھ حق اور باطل باتیں حاصل کیں۔ اور کتاب حکمت سلیمان میں فلسفہ یونان بھرا ہوا ہے۔ اور بعد میں فلسفہ کو یہودیوں میں بہت ترقی ہوئی۔ اور اسی فلسفہ کی بنا پر ان میں کئی فرقے مثلاً صدوقی۔ فریسی وغیرہ ہو گئے۔ اور حضرت عیسیٰ کے زمانہ میں فریسیوں میں بھی کئی فرقے اور ہوجے تھے اور اسی زمانہ میں اہل یہود میں اک جیکم اور فیلسوف اور شماعی (یونانی سیاست) شاید سمعون۔ (لوق ۲۵ و ۲۶) اور گلیل (اعمال ۱۰ و ۱۱) شاید وہی جو اُستاد پولوس مقدس تھا) بہت نامی زبردست اور صاحب مذاہب متبعہ گذرے +

جب سے فلسفہ یونان یا کالینیاں نے رواج پایا تھا یہودیوں نے روح کے تناسخ اور غیر فانی اور پہلے سے پیدا ہو چکنے کے مسئلہ کو تسلیم کر لیا تھا۔ پیروان فیثاغورس و امپیلیقوس بلکہ افلاطون سے بھی مسئلہ تناسخ و تقدیم خلق ارواح کے ایجاد ہوئے۔ انہیں سے یہودیوں نے

۱۔ دیکھو تاریخ دویۃ الکبرا مصنفہ لکین باب ۴۷ +

۲۔ تناسخ کا مسئلہ حواریان مسیح کے اعتقادات میں بھی معلوم ہوتا ہے۔ دیکھو انجیل یوحنا ۹ +

۳۔ عالم ارواح کا مسئلہ یعنی سب روہیں آدمیوں کے پیدا ہونے سے پہلے پیدا ہو چکی تھیں مسلمانوں میں بھی آیا اس اعتقاد سے کچھ ان کی آیات میں غلط نہیں دلتے ہو ایکوگراس کا اثر ذات الہی کے متعلق مسلوں پر کم پختہ ہے مگر ہر چند کہ عوام یا متفلسفین نے اسے قبول کیا ۱۱ محققین اسلام اور جامع معقول و منقول علامہ رشل سید مرتضیٰ علیہ السلام و امام غزالی نے

اور ان سے عیسائیوں نے سیکھ اور اسی طور سے مسئلہ وجود لوگوں سے یعنی کلام اس طرح پر کہ وہ عین ذات الہی اور قدیم ہے عیسائیوں نے فلسفہ یونان سے چل کر کے اپنے دینی عقائد کے مسئلوں میں شامل کر لیا حتیٰ کہ حواریوں کے زمانہ میں فلو ہیودی فیلسوف جس طور کہ فلاسفہ یونان کے متبع لوگوں کا مسئلہ بیان کرتا تھا۔ بعینہ اسی طور پر حضرت یوحنا حواری نے جیسا کہ مشہور ہے اپنی انجیل کے دیباچہ میں (باب اول ۱۴-۱۵) اسے درج کیا اس سے پایا گیا کہ فلسفہ کا بہت بڑا اثر یہودیوں اور علی الخصوص عیسائیوں پر ہوا۔ مگر مسلمانوں نے فلسفہ یونان کے مقابلہ میں علم کلام ایجاد کیا اور عمدہ عمدہ کتابیں اصول عقائد کی لکھیں۔ اور اس کی تردید اور تطبیق میں کوشش کی \*

۴۴۴۔ مسلمانوں میں علوم کی عموماً ترقی اور حکمت اور فلسفہ یونان کی تحصیل دوسری صدی

سے شروع ہوئی \*

Real progress of moslems in

Sciences. علامہ ذہبی نے مسئلہ ۴۴۴ کے بیان میں لکھا۔ شروع

علماء الاسلام فی هذا العصر فی تدوین الحديث والفقه والتفسیر فنصف ابن جریر بمکة والمکلف الموطا بالمدينة والاوزاعي والشام وابن ابی عمیر وحماد بن سلمہ وعبید بن حمزة والبصرة ومعمد باليمن وسفيان الثوري بالكوفة فنصف ابن اسحاق الغازي وحنبل ابو حنيفة رحمة الله الفقه والولاء ثم بعد ذلك صنف هشيد والفتا وابن ليث فقه ثمان المبارك وابو يوسف وابن وهب وكتب تدوين العامة وتبويها ودونت كتب العربية واللغة والتاريخ واياها الناس (تاريخ الخلفاء سيوطي) \*

چیمبرس کے سائیکلو پیڈیا میں ایک مختصر سی کیفیت اسلام میں ترقی علوم و فنون کے بیان میں لکھی گئی ہے اس کا کچھ انتخاب یہاں نقل کیا جاتا ہے \*

”۳۹۹۔ میں خلفاء عباسیہ کے عہد میں علم و فنون حکمت کا طور ہوا۔ اور المتعمد (۳۹۹-۴۰۱) کے ایام حکمرانی سے مارون الرشید (۱۵۸-۱۷۵) تک بڑی فیاضی سے ان کی تربیت ہوئی بہت سے ملکوں سے اہل علم طلب کئے گئے اور بادشاہانہ سخاوت سے ان کی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۱ | اس سے انکار کیا اور عوام الناس جو سورہ اعراف کی (۱۰۱) آیت اور بعضی روایتوں سے جن کو اصحاب مولود بہت پڑھتے ہیں اس پر غلط استدلال کیا تھا اچھی طرح پڑھ کر سمجھ لیں غلط فہمی سے بچنا بچہ پیدائشی نے کتاب در نظر میں اور امام غزالی نے کتاب الفہم والتسویہ (المضنون بہ علی غیور) میں اس کی تفصیل کی ہے \*

۱۵ ابتدا میں کلام تھا اور کلام خدا کیساتھ تھا اور کلام خدا تھا وہی ابتدا سے خدا کیساتھ تھا۔ در نہیں پوچھا مگر یا رہے کہ نسخہ کلیمہ اس الکسندریا فوسف میں پہلی آیت میں ہے ..... اور کلام خدا میں تھا ..... پس حال کی جابر سے جو متعدد دلائل آتے ہیں جاتا رہا سچا اور دوسری آیت ترجمہ قدیم اور معتبر نسخوں میں جو تحقیق گیر سیارخ اور میثاقی نے مقابلہ کی پائی نہیں جاتی \*



ہست پتھو دادویش کی انہی اہل یونان و شام و ایران قدیم کی عہدہ کنہا میں عربی میں ترجمہ ہو کر مشہور اور  
شائع ہوئیں۔ خلیفہ ماموں نے زجر نے ۸۱۳ سے ۸۳۲ تک سلطنت کی (اسطان و م کو سائے بارہ  
سویں سو سال اور ہمیشہ کی صلح اس شرط پر منظور کی کہ یہ فلسفہ کو اجازت دیا جائے کہ چند عہدہ کے لئے  
وہ یہاں آکر ماموں کو فلسفہ و حکمت سکھلا جائے۔ فلسفہ حاصل کرنے کے لئے ایسے زرخیز صہر  
کرنے کی بہت کم مثال ملے گی۔ اسی ماموں کے زمانہ میں بغداد و بصرہ و بخارا اور کوفہ میں بڑے بڑے  
مدرسوں کی بنا پڑی۔ ساور اسکندریہ۔ بغداد اور قاہرہ میں عظیم الشان کتب خانے بنائے گئے۔ سپین میں  
مدرسہ عظمیٰ مقام قرطبہ کا بغداد کی علمی شہرت کی ہم سہری کرتا تھا۔ اور عموماً دسویں صدی میں جہاں دیکھو  
وہاں مسلمان ہی علوم کے حافظ اور سکھانے والے نظر آتے تھے۔ فرانس اور آفریقا تک فرنگستان کے  
طالب علم جوق جوق آندلس کو آنے شروع ہوئے اور ریاضی اور طب عربوں سے سیکھنے لگے۔ آندلس  
میں ۴۰۰ مدرسے اور ۵۰۰ بڑے بڑے کتب خانے جن میں سے حاکم کے کتب خانے میں ۱۰ لاکھ کتابیں تھیں  
جمع ہوئے۔ یہ کیفیت ترقی علم کی جبکہ اُس زمانہ سے ملانی جائے جو قبل زمانہ (مصلحہ) گذرا تو ثابت ہوتا  
ہے کہ جبکہ عرب فتوحات میں بہت کرتے تھے ایسے ہی ترقی علم میں بھی یہ لوگ تیز رفتار تھے \*

”جغرافیہ تاریخ۔ فلسفہ۔ طب۔ طبیعیات اور ریاضی میں مسلمانوں نے بڑا ہی کام کیا۔ اور عربی  
الفاظ جو اب تک علوم حکمیہ میں بولے جاتے ہیں مثلاً الکحل عظیمہ زینہ نادرا اور بہت سے تاروں  
کے نام وغیرہ ڈاک اس بات کی دلیل ہیں کہ یورپ کے اکتساب علوم پر قدیم سے مسلمانوں کو بہت فضل  
و تصرف ہوا۔ مگر بعد کے زمانے میں ان جغرافیہ کا علم بہت کچھ یورپ کو حاصل ہوا۔ ایشیا اور آفریقہ میں جغرافیہ کی بہت  
اشاعت ہوئی اور علم جغرافیہ میں پرانی عربی کتابیں اور سفر و سیاحت کے سارے تصنیفات ابوالندا اور یحییٰ  
افریقانوس ابن بطوطہ ابن فضلان ابن جبیر اور ابن النجم اور آوروں کی تحریریں اب تک مفید و گر افی قد ہیں \*  
”علم تاریخ بھی محنت سے حاصل کیا گیا اور قدیم عربی مورخ جس کا حال ہم کو مکتبہ محمد علی  
ہے رجسٹرڈ ہے میں مر گیا) مگر اسی زمانہ میں اور کئی ایک مورخ گذرے اور دسویں صدی عیسوی کے  
شروع سے تو عربی علم تاریخ پر بہت توجہ کی اور جن لوگوں نے تمام جہان کی تاریخ لکھنے کا ارادہ کیا  
ان میں اہل مسعودی۔ طبری۔ ہتھرہ۔ اصفہانی اور یطیکیدوس بطریق اسکندریہ ہیں (مسعودی کی تاریخ  
کا نام مروج الذهب و معادن الجواہر ہے) ان کے بعد ابوالفرح اور جارج الماتین (ہرودیسائی) اور  
ابوالندا وغیرہ ہیں۔ نویری نے جزیرہ سفلیہ کی تاریخ ایام سلطنت عرب کی لکھی۔ بہت سے ابواب عربی  
تاریخوں کے جن میں عیسائیوں کی جنگ مقدس کا بیان ہے فرانسیسی زبان میں ترجمہ ہوئے ہیں اور  
آندلس میں مسلمانوں کی سلطنت کے حالات ابوالقاسم قرطبی رات ۱۱۳۹، التیمی وغیرہ نے متعدد  
کتابوں میں لکھے ہیں جس کسی کی ان حالات کے دریافت کرنے کا زیادہ شوق ہو تو فطریہ کی تصنیف

خصوصاً وان ہمیر کی کتابوں پر رجوع کرے ۛ

”عرب کے فلسفہ کو جو یونانی الاہل تھا قرآن سے وہی نسبت تھی جو اوس زمانے کے عقولاً  
کو عیسائیوں کی کتب مقدسہ سے تھی یعنی فلسفہ کو دینیات کا خادم سمجھا جاتا تھا عربوں نے اسطاطالیس  
کی تصنیفات کو بہت پڑھا اور اسپین میں اُس کی بڑی شہرت ہوئی اور بالآخر تمام فرنگستان میں عربی زبان  
سے لاطینی میں ترجمہ کے ذریعہ سے اس کی اشاعت ہوئی۔ گو عرب کو خود ہی عمد عباسیہ میں ترجمہ کے  
وسیئے سے چل ہوا تھا منطق اور علم مابعد الطبیعہ پر زیادہ توجہ ہوئی اور مسلمانوں میں مشاہیر اہل فلسفہ  
یہ لوگ ہوئے ہیں۔ الگندی بصری جو نویں صدی عیسوی میں تھا۔ الفاریابی جس نے ۹۵۴ء میں اصول  
(۲) میں کتاب لکھی۔ ابن سینا (مات ۱۰۳۶) جس نے منطق اور علم مابعد الطبیعہ اور طب کو جمع کیا اور  
علم کی کیا تشخیص امراض اور شناخت ادویات باقی میں بڑی ترقی کی۔ ابن سینی جس کی تحقیق کی بڑی شہرت  
ہوئی۔ الغزالی (مات ۱۱۱۱) جس نے کتاب تنہافہ الفلاسفہ تصنیف کی۔ ابو بکر ابن طفیل (مات ۱۱۴۰)  
جس نے اپنے قصہ حمی ابن یقطلان (مطبوعہ برکوک مقام اسکفرٹس ۱۶۷۷ء) میں انسانوں کا حیوانوں  
سے ظہور میں آئیکا مسئلہ بیان کیا۔ اور اس کا شاگرد ابن رشید جو اسطاطالیس کے مفسر ہونے میں  
بڑا مشہور اور گرامی قدر تھا۔ ان لوگوں کا اور ان کے مسلک کا بیان ٹھونڈرسل اور رٹکی کتاہوں میں ملے گا۔  
”بہت سے ان عرب فیلسوفوں میں طبیب بھی تھے ان کے علم خواص اور یہ میں مہارت کامل  
جمل کرنے کو ہنبولٹ نے معلومات جغرافیہ سے منسوب کیا ہے۔ علم طب اس حیثیت سے کہ وہ ایک  
علم ہے عرب ہی کی ایجاد ہے۔ جن کو نہایت قدیم اور وسیع ماقہ یعنی ہندی طبیب شمرن ہی سے مل گئے  
تھے معجون بنانے کی کیمیائی ترکیب عربوں نے ہی ایجاد کی۔ اور دواؤں کے مرکب کرنے اور نسخہ لکھنے  
کی ایجاد بھی انہیں سے ہوئی۔ اور مدرسہ سمرقند کے ذریعہ سے یہ علم فرنگستان جنوبی میں پھیل گیا۔ (دیکھو  
رسالہ کوس موس مصنفہ ہنبولٹ جلد ۲ صفحہ ۵۸) ترجمہ بوہن) دوا سازی اور قرا دین کی وجہ سے علم نباتات  
اور کیمیائی حاجت پڑی اور تین سو برس تک۔ یعنی ۸ سے ۱۱ صدی عیسوی تک کثرت سے ان علوم کی  
تحصیل ہوتی رہی۔ اور ہندو سار۔ ہندو۔ اصفہان۔ فیروز آباد۔ بلخ۔ کوفہ۔ بصرہ۔ اسکندریہ۔ قزطیغ  
میں فلسفہ اور طب کے مدرسے جاری ہو گئے۔ اور طبابت کے ہر ایک صیغہ میں بجز علم تشریح کے بڑی  
ترقی ہوئی۔ اس کے استثنائے یہ وجہ ہے کہ قرآن میں اجسام کی تشریح منع کی گئی ہے، (۲) علم طب  
میں یہ لوگ بڑے نامی مشہور ہوئے۔ اماروں الگندی ابی سینا۔ جس نے قانون لکھا اور ایک عرصہ

۱) قانون فی الطب عبرانی زبان میں بھی ترجمہ ہوا۔ اور لاطینی زبان کا ترجمہ ۱۵۹۵ء میں چھپا اور اقر فلسفہ کے

دسائے لاطینی زبان میں ترجمہ ہو کر سنہ ۱۲۹۰ء اور ۱۵۲۳ء اور ۱۵۶۴ء میں شروین میں چھاپے گئے اور قانون

کا عربی متن سنہ ۱۵۹۳ء میں روم میں چھپا گیا ۛ چخ

تک اس فن میں ہی ایک کتاب درس میں رہی۔ علی بن عباس۔ اسحاق بن سلیمان۔ ابوالقاسم اور روس جس نے طب کی تکمیل کی اور علی ابن عیسیٰ وغیرہم +

ریاضی میں اہل عرب نے بڑی ترقی کی اور الجبر والمقابلہ کو وسعت ملی بغداد اور قسطنطنیہ کے مدرسوں اور رصدگاہوں میں علم ہیئت کمال شوق سے پڑھا جاتا تھا الحسن نے علم مناظر و مریا میں تصنیف کی۔ اور نصیر الدین طوسی نے اصول اقلیدس کا ترجمہ کیا جبر ابن عقدا نے بطلیموس کے علم مثلث پر شرح لکھی اور نظام بطلمیوسی کی کتاب محسوطی کو الہامی (۲) اور سوجیوس نے سائنس میں ترجمہ کیا۔ اور دسویں صدی عیسوی میں الباتن نے زمین کے دائرہ غلیبہ کے ارتقاع پر نظر کی اور محمد بن جبر الباتی نے رفتار شمس کی دریافت کی۔ الطبراجیوس نے ثابت کے بیان میں کتاب لکھی۔ اور ابوالحسن علی نے آلات علم ہیئت میں تصنیف کی۔ انتہی

۲۵۔ اسلام کی علمی فیض بخشی دور و دراز ملکوں میں بھی ہوئی اور مالک فرنگستان کے

رہنے والے بھی مسلمانوں کی ترقی علوم سے بہرہ یاب رہے۔ فرنگستان کے عیسائیوں کو مسلمانوں کی وجہ

Literary benefits of Islam to meet distant provinces.

سے عربی زبان اور عرب کے اخلاق و عادات کے علم سے بہت بڑا فائدہ دینی یہ ہوا کہ عہد عتیق کی کتابیں جن کی زبان عبرانی مدت سے متروک الاستعمال ہے۔ بہت سے مقامات پر عربی کی استعارے سے صاف صاف سمجھ میں آئی شروع ہوئیں۔ کیونکہ عہد عتیق میں بہت سے ایسے محاورات صرف ہوئے ہیں اور ایسے عادات کا بیان ہے جو اہل یورپ نہیں سمجھتے تھے مگر عرب میں انکا استعمال اور رواج تھا۔ مگر افسوس کہ یہاں کے مسلمان باوجود شدت اختلاجات زبان عبرانی یونانی نہیں سیکھتے اور بڑے بڑے افضل الفضلایہ نہیں جانتے کہ فارسی طبع کنہ بان کا لفظ ہے یس سمجھتا ہوں کہ ہمارے زمانہ کے اکثر علمائے دین اور نیز مفسرین سابقین چارم قرآن کے مضمون کو اس وجہ سے اچھی طرح نہیں سمجھ سکے کہ ان کو یہود کی زبان اور رسوم و عادات مذہب و خیالات طریق معاشرت اور ان کی کتب دینی پر اطلاع نہیں +

ہنری لٹمن نے ہسٹری آف فلاسفی میں لکھا ہے۔ کہ

۱۔ یعنی ابن رشد جن کا پورا نام ابوالولید محمد بن احمد بن محمد ابن رشد ہے۔ ولادت ۱۱۵۸ء بمقام قرطبہ اور وفات ۱۱۹۸ء یا ۱۲۰۱ء میں۔ ابن رشد کی تصنیفات سے ترجمہ حکمت ارسطاطالیس اور طب میں کلیات مشہور ہیں۔ اور اکثر

لاطین میں ترجمہ ہوئی اور حرس میں اصل بھی چھپی + چ خ

۲۔ اور اکو مع الراکعین (بقدرہ) کی تفسیر میں مفسرین متجرب ہیں اور بعض بڑے مفسر لکھتے ہیں لان الیہود لا سکوع فی صلوٰتہم اور ایسا ہی تفسیر بیضاوی۔ معالم۔ کمالین وغیرہ میں ہے !!! +

مسلما نوں ہی کی وجہ سے یورپ میں علم اور فلسفہ پہنچا۔ اس امر خاص میں یورپ اُن کا ممنون <sup>ان</sup> <sup>ہے</sup> اور اس سے بڑا احسان عجب کا یورپ پر یہ ہے۔ کہ اُن لوگوں نے علم ہندسہ اور ہیئت اور طب اور کیمیا میں بڑی کوشش کی اور انہیں کی بدولت اسپین سے فرانس ہو کر فرنگستان میں علم پھیلا <sup>۱</sup>۔  
 اور نیشنل ٹرانسینشن کمیٹی کی اول تجویز میں اس امر کا اعتراف ہے کہ شاید عربوں اور فارسیوں سے زیادہ کسی قوم میں علم تاریخ و تذکرہ و فنِ بدیع کے ذخیرہ جمع نہیں ہیں اُن کی تاریخوں اور تذکروں کی کتابیں جن میں اُن کے ارد گرد کے ملکوں کے حالات لکھے ہیں وہی کتابیں اصلی ماخذ ہیں اُن ملکوں کی تاریخ اور نامی اشخاص کے تذکرہ کی۔ اُن کی تاریخیں جنگِ مقدس کے بیان کی جن میں صحیح صحیح حالات لکھے ہوئے ہیں اُن کے پڑھنے میں ہر ایک پڑھنے والے کا دل لگیگا اور اہل تاریخ کو اُن سے بڑی مدد ملے گی۔ فنِ ادب اور خصوصاً قصص و حکایات میں تو کوئی اُن سے بڑھ کر نہیں ہوا اور جو کچھ ایسی کتابیں فرنگی زبانوں میں ترجمہ ہوئی ہیں اُن کے پڑھنے سے افسوس آتا ہے کہ ایسی کتابیں جن سے ایسی مسرت حاصل ہوتی ہے بہت کم ترجمہ ہوئی ہیں۔ اور فی الحال ہم کو کسی ہی فضیلتِ ایشیا کے علوم و فنون پر حاصل ہو سکے جہاں سے ہم نے اپنے مبادی علوم کو حاصل کیا تھا اُسکا دریافت کرنا بے سود نہ ہوگا۔ اس نسبت میں ہم کو تسلیم کرنا چاہئے کہ ایشیا کی زمین فرنگستان کی بڑی بہن اور معلم ہے۔ اور اگرچہ وحشیوں کے ایک گروہ نے اُسکے ملکِ غرب و شمال سے سیلاب کی مانند پھیل کر کے اُس کی روشنی کو بجھا دیا مگر تو بھی ہم لوگ غراطہ و قطبہ اور سیوی کی مسلمان سلطنتوں کے ممنون احسان ہیں جنہوں نے پھر علم کی روشنی قائم کی۔ کیونکہ یورپ نے بہت سے وہ علوم و فنون جو اب اُس نے بڑے اعلیٰ درجہ پر پہنچائے ہیں ابتدا میں وہیں سے حاصل کئے تھے۔ ریاضی اور طب کی ایشیائی تصنیفوں سے تو اب شاید کچھ علم نہ حاصل ہو سکا جبکہ یونانیوں سے علم جاتا رہا تھا تو خلفائے کے عہد میں ان علوم کی ترقی کا نشان پانا علم کے شائق کو بے مذاق نہ معلوم ہوگا کیونکہ یونان کی مشہور کتابیں خفا و بفا اور سنے عربی میں ترجمہ کرائی تھیں تو کچھ بعید نہیں کہ یونانیوں کی بعضی مفقود کتابیں اب عربی لباس میں پائی جاویں۔ الخ

۱۔ ہمہ کیفیت ترقی کی مسلمانوں کی چند صدیوں تک رہی گرفتاری کی کثرت اور فقہ میں سید توغلی All this culture of early ages of Mohamedanism presents a strong contrast to the ignorance which now prevails among them. ہونے سے وہ ترقی ترک گئی اور زوال شروع ہو گیا۔ اور اب اہلِ خیر یا نہ میں حمل اور اُس کی وجہ سے نکبت اور فلاکت مسلمانوں کے نصیب حال ہوئی جس طرح یہ کہ متقدمین مسلمانوں نے حکمتِ قدیم اور فلسفہ یونان کی تحصیل تحقیق میں مجتہد اور ذہانت دکھائی اور اپنے

اصول عقائد سے اسکی تطبیق یا تردید کرنے میں ناموری مثال کی اسی طرح واجب اور لازم تھا کہ متاخرین اہل اسلام بھی حکمت جدیدہ اور فلسفہ مجروحہ کو محال کر کے اپنی فنییات اور اسلام کی حقیقت تمام دنیا پر ظاہر کرتے کیونکہ ان دنوں علوم جدیدہ کی تحصیل بہت آسان ہے اور نیز حکمت جدیدہ مذہب اسلام کی مؤید اور مصدقہ ہے اور فلسفہ فرنگ میں وہ دقتیں جو فلسفہ جتنیہ قیاسیہ میں تھیں نہیں ہیں اور فلسفہ شہود پر جس کی بنیاد ایمان و شہود پر ہے بہت مفید اور کارآمد ہے ۔

اس زمانہ میں بعض دور اندیش ورومند اور مستعد مسلمانوں نے یورپ کے علوم جدیدہ کا کتاب اور علوم اسلامی سے اس کی تطبیق دینی چاہی ہے اور طرز معاشرت اور شائستگی عادات و طرز تحریر اور طریق تعلیم میں یورپ کا تتبع اختیار کیا ہے چنانچہ میکس صباغ شامی

Modern writers have attempted to imitate European forms of thoughts and sentiments.

جن کی کتاب بزبان عربی و فرانسیسی پاریس (۱۹۰۵ء) میں چھپی اور شیخ رفاعۃ الغامدی جن کی متعدد تصنیفات نئی طرز پر تیار ہو اور پاریس میں منبج ہوئیں اور ان میں ایک کتاب تلخیص الاذنی فی تلخیص البازنیہ ہے جس میں فرانس کے سیر و سفر کا حال لکھا ہے اور سیف افندی بیروتی جس نے ڈی ساسی کے چھاپے ہوئے مقامات ہیری (۱۸۴۸ء) پر محققانہ نظر کی اور جنرل خیر الدین احمد وزیر مملکت تونس (ترسیں) جن کی کتاب اقوام المسالک فی احوال المسالک کا اردو ترجمہ بھی یہاں مشہور ہونے والا ہے اور شیخ احمد افندی جن کی کتاب کشف المنہاج فی فنون ادب یا جس کی نواب لفٹنٹ گورنر بہادر مالک مغربی و شمالی نے کتب درسیہ میں داخل ہونے کی تجویز کی ہے۔ اور مولوی کرامت علی صاحب جونپوری متولی اہم باڑہ جنبہ مہوگی صاحب رسالہ ماخذ علوم معنیہ عمہ مصنفین ہیں۔ اور مولوی صدی علی صاحب کی فزانہ اور درمند تقریریں اور حکیمانہ تحریریں مسلمانوں کی دروازہ نگاہ پر نہایت مرتبہ پر تاثیر ہوتی ہیں خصوصاً جناب مولوی سید احمد خاں بہادر کی کوششیں جو مختلف طور سے باخفا و سنی مسلمانوں کی ضرب حالت اور نکت و فلاح اور درستی اور علوم جدیدہ کی اشاعت اور حمایت اسلام میں بڑی کار آری ہیں انہوں نے اکثر مخالفت اور موافق کے پرمردہ بلکہ مردہ دلوں میں تحریک پیدا کر دی اور ہزاروں کے تنگ و تاریک خیالات کو حقیقی نور کی آبیاری سے تروتازہ کر دیا سامان کیا اور بااختصاص مدرسۃ العلوم المسلمین کی بنیاد و تاسیس میں اور دنیا کی آرائش اور آسائش کا ہر شے سے

۴۴ یہ مختصر تحریر اسلام کی دنیوی نعمتوں کے بیان

میں جیسی کہ مفصل اور متین چاہئے تھی نہیں ہو سکی اور

اور بہت سے محاسن ملی و مدنی اور اخلاق اور معاشرت

کی خوبیاں جو اسلام کی دین سے مسلمانوں میں پھیل چکی ہیں

A brief review of the positive benefits produced by Islam on the moral and political society and in private life shows that it is of heavenly origin, and a blessing to the world.

اچھی طرح سے تحریر میں نہیں آسکیں اور جو فائدے غیر قوموں اور دور دراز کے ملکوں کو اسلام کے نور سے حاصل ہوئے اُن کا بھی استفادہ اس تحریر میں نہیں ہو سکا کیونکہ ان سب مضامین کے لئے ایک ضخیم کتاب اور اُس کے لئے بہت بڑا سامان چاہئے اور نیز حوالوں اور سندوں کے بیچ میں آپڑنے سے سلسلہ کلام اور تقریر کے نظام میں خلل پڑ جاتا ہے۔ مگر تاہم جس قدر اسلام کی خوبیاں اور اُس کے اثر میں بدیہی نتیجے ہم نے بیان کئے ہیں اُن سے ثابت اور ظاہر ہے کہ جماعت اور قوم کے تمدن اور اخلاق پر اور نیز شخصی تہذیب اور تزکیہ میں اسلام کی جو تاثیر ہوئی اور جو اصلاح اس کی مد نظر رہی وہ اُس کے منجانب اللہ ہونے کی مضبوط دلیل ہے اور ہمیں خوب معلوم ہے کہ کسی فیلسوف کی حکمت یا کسی موزر کی جھوٹی باتیں ایسی الٹی تاثیر اور عام اصلاح نہیں پیدا کر سکیں۔

اس تقریر کو میں اس شہادت پر ختم کرتا ہوں جو فضل العلماء ریورینڈ راڈ ویل صاحب نے قرآن کے حق میں لکھی ہے۔ ہر چند کہ وہ اس پر تجویز غیر برزی و غلامی وغیرہ کے غیر صحیح الزامات لگاتے ہیں مگر اُس کے کریمانہ اخلاق اور حکمت بالغہ کو تسلیم کرتے ہیں اور بالآخر لکھتے ہیں کہ ”عرب کے سادھے سادھے بھٹیڑیاں چراسے داسے خانہ بدوش بدو لوگ ایسے بدل گئے جیسے کسی نے سحر کر دیا ہو۔ وہ لوگ ملکوتوں کے بانی مبنائی اور شہروں کے بنانے والے اور (جتنے کتب خانہ انہوں نے خراب کئے تھے اُن سے زیادہ)

۱۔ معلوم نہیں مصنف نے کس حادثہ پر اشارہ کیا ہے۔ لوگوں کے ذہن اسی طرف جاویں گے کہ اسکندریہ کے کتب خانہ کی ویرانی جو عمر بن العاص کے ہاتھ سے خلیفہ ثانی کے حکم سے ہوئی۔ مگر اہل یورپ میں اب تو یہ عام رائے ہے کہ یہ قصبہ دروغ مضحک اور بے بنیاد ہے۔ چیمبرس کے انسائیکلو پیڈیا جلد ایک میں اسکندریہ کے کتب خانہ کے بیان میں لکھا ہے کہ متعصب عیسائیوں کے ایک گروہ نے بسکر دگی ارک بشپ تھیوفیلس حملہ کر کے ۱۱۷۳ء میں جو پڑاویں کے بُت خانہ کو ڈھایا اور غالباً وہاں کے علمی خزانہ یعنی کتب خانہ کو بھی برباد کیا۔ اور یہ اُس وقت میں ہوا کہ کتب خانہ کی تباہی شروع ہوئی نہ کہ ۱۱۷۳ء میں۔ عزت کے بقول سے خلافت عمر رضی اللہ عنہ میں۔ وہ قصبہ جس میں یہ ہے عربوں کو بت سنا کتابیں جو چھ مہینے تک تمام کرنے کے لئے کافی ہوں وہاں مل گئی تھیں۔ سخریہ کے طور پر مبالغہ بیان کیا گیا ہے۔ مورخ اردیبیوس جس نے اس مقام کو بعد ازاں کہ عیسائیوں نے اُسے خراب کر ڈالا تھا خط کیا لکھتا ہے کہ اُس نے اُس وقت کتب خانہ کی صرف خالی الماریاں دیکھیں۔

مسلمانوں میں تاریخی واقعات میں تسامح اور سادہ است بہت ہوئی ہے اس وجہ سے بے شک اُن جانتے ہیں شاید اس قصہ کی ابتدا عبداللطیف (۱۱۶۲-۱۲۳۱ء) صاحب تاریخ مصر سے ہوئی ہو اسکے بعد ابو الفرجیوس (۱۲۲۶-۱۲۸۲ء) عیسائی مؤرخ ارمینی اسقف کے ذریعہ سے بہت شہرت ہوئی اور احمد المقرنی القامری (۱۳۹۰-۱۴۲۷ء) اور ابن خلدون وغیرہ مورخوں نے مقلدانہ نقل کیا۔ مگر یونانیوں مصری بطریق اسکندریہ (۸۷۹-۹۶۹ء) اور جارج (۱۱-۱۱۵۱ء) سین مصری مورخ (۱۲۳۳-۱۲۷۳ء) ان دونوں عیسائی قدیم و جدید مورخوں نے اور شاہ اسمیل ابو الغدا (۱۳۷۳-۱۴۳۷ء)۔



## جواب

(۱)۔ کوئی حدیث صحیح مرفوع ایسی نہیں ہے جس میں حضرت ہاجرہ اُمّ اسماعیل علیہا السلام کو ٹوٹتی یا سریہ یا ملک مین کہا ہو۔

(۲) صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ہاجرہ کی نسبت ایک روایت ہے وہ بھی جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ہے بلکہ حضرت ابو ہریرہ سے ہے \*

۱۔ بخاری نے کتاب البیوع باب شراء الملوک من الحربی و هبته و بیعه میں روایت کی ہے \*

حدیث کی ابو الیمان نے کہ خبر دی مجھ کو شعیب کہ حدیث کی مجھ سے ابو الزناد نے اعرج سے کہا ابو سلمہ نے کہا ابو ہریرہ نے لوٹا سارہ کو ابراہیم کے پاس اور وہ اس کو ہاجرہ پھر آئی سارہ ابراہیم کے پاس پھر بانا تم نے کہ اللہ تعالیٰ نے ناکام کیا کافر کو اور خیریت کو دی لڑکی \*

حدثنا ابو الیمان اخبرنا شعیب حدثنا ابو الزناد عن اعرج قال ابو سلمہ قال ابو ہریرہ لا ارجوھا الی ابراہیم فاعطوھا ہاجرہ فرجعت الی ابراہیم فقالت اشعرت ان اللہ تعالیٰ کبت الکافر و اخدم و لیدة

یہ روایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پر موقوف ہے \*

۲ صحیح بخاری کتاب البیوع باب قبول الهدیۃ من المشرکین میں ہے \*

کہا ابو ہریرہ نے بنی علی اللہ علیہ وسلم سے کہ ہجرت کی ابراہیم خلیل نے ساتھ سارہ کے پھرتے ایک شہر میں اُس میں تھا ایک بادشاہ یا کہا ایک ظالم (یہ شک راوی کا ہے) پھر کہا وہ سارہ کو ہاجرہ \* الخ

قال ابو ہریرہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہاجرہ ابراہیم الخلیل بسلامة فدخل قریۃ فیہا مملک او قال جبار فقال اعطوھا ہاجرہ الخ

یہ روایت بلا استاد ہے \*

صحیح بخاری کتاب الانبیاء باب قول اللہ تعالیٰ واتخذ اللہ ابراہیم

مختار میں ہے \*

روایت کی محمد بن محبوب نے کہ نقل کی

مجھ سے بن زید نے ایوب سے اس نے محمد سے اور اُس نے ابو ہریرہ سے کہا

حدثنا محمد بن محبوب حدثنا

بن زید عن ایوب عن محمد عن ابی ہریرہ قال لیکذب ابراہیم لا ثلث



کذبات اثنین منہن فی ذات اللہ عزوجل  
تولہ الی سقیم وقولہ یل فعلہ کبیر ہم هذا  
وقال بینا ہودات یومہ وسارہ لا اذاتی علی  
جبار من الجبار تو فقیل لہ ان ہینا سارہ جلا معہ  
امراۃ من احسن الناس فارسل لیہ نسالہ  
عنہا فقال من هذا قال الخلیل اختی فقال  
الخلیل لسا رة لیس علی وجہ الامر صہون  
غیری وغیرک وان هذا اسالنی عنک فاجبت  
انک اختی فلا تکن بینہ فارسل الیہا فاما دخلت  
علیہ ہبیتنا ولہا بیڈ فاخذ فقال لہا ادعی اللہ  
لولا اضرت فذعت اللہ فاطلق فمتناولہا الثانية  
فاخذ مثلہا واشد فقال لدعی اللہ ولا  
اضرت فذعت اللہ تعالی فاطلق فذع بعض  
حجبتہ فقال انکم لعداؤنی بانسان  
انما اتیتونی بشیطان فاخذ ما ہاجرۃ  
فاتتہ وهو قائم یصلی فاما ما ہبید لا مہیم  
فقال رد اللہ کید الکافر والفاجر فی نحرہ  
واخدم ہاجرۃ قال ابو ہریرۃ ثلاث  
امکد یا نبی ما و السماء +

نہیں جھوٹ بولا ابراہیم نے مگر تین جھوٹ  
دوان میں سے تو صرف اللہ عزوجل کے ہر  
کنا ابراہیم کا میں بیمار ہوں اور کنا ان کا بلکہ کیا  
ہے یہ ان کے اس بڑے نے اور کہا جبکہ  
ایک دن ساتھ سارہ کے آئے ایک ظالم کے  
پاس ظالموں سے پھر کہا گیا ظالم سے کہ یہاں  
ایک آدمی ہے اُس کے ساتھ ایک عورت  
اچھی ہے سب آدمیوں سے پھر بھیجا ظالم نے  
ابراہیم کے پاس اور پوچھا سارہ سے کہ کون ہے  
یہ کہا خلیل نے میری بہن ہے پھر کہا خلیل نے  
سارہ کو نہیں ہے زمین پر مومن سوا میرے  
اور تیرے اور اس ظالم نے پوچھا تجھ سے تجھ کو  
پس خبر دی ہے اس کو میں نے کہ تو میری بہن  
ہے پس مت جھٹلانیو تو مجھ کو پھر بھیجا ظالم  
نے سارہ کے پاس جب آئی وہ اُس کے  
پاس گیا کہ کپڑے لگا سارہ کو اپنے ہاتھ سے  
پس جلا گیا پھر کہا سارہ سے عا کر اللہ سے  
میرے لئے اور نہ تکلیف دو لگا تجھ کو پس دعا  
کی پس کھولا گیا پس کھیلنے لگا بن کو دوسری

مرتبہ پس جلا گیا ویسا ہی یا اس سے بھی سخت پس کہا دعا کر تو اللہ سے اور نہ تکلیف دو لگا تجھ کو  
پس دعا کی اللہ سے پس کھولا پھر بولایا اپنے دربانوں میں سے پھر کہا تم نہیں لائے میرے پائل آدمی  
تم لائے میرے پاس شیطان کو پھر خدمت کیلئے وہی سارہ کو باجرہ پھر فی سارہ کو ابراہیم کھڑے نماز پڑھتے  
تھے پس اشارہ کیا اپنے ہاتھ سے کہ کیا حال ہے پھر کہا لوٹایا اللہ تعالیٰ نے مگر کافر اور فاجر کا اُسی  
اور خدمت کو وہی باجرہ کہا ابو ہریرہ نے یہ ہے تمہاری ما سے عرب والو +

یہ روایت بھی مرفوع نہیں ہے +

۴- صحیح بخاری کتاب النکاح باب اتخاذ سواہری وثواب من اعتق  
جاریۃ ثم تزوجہا میں ہے +

حدیث کی سیلمان بن حماد بن زید سے  
اُس نے روایت کی ایوب سے اُس نے محمد  
سے اور اُس نے ابو ہریرہ سے کہ نہیں جھوٹ  
بولا ابراہیم نے مگر تین جھوٹ جبکہ ابراہیم علیہ السلام  
گنہگار ظالم پر اور اُن کے ساتھ تھی سارہ پس ذکر  
کی ساری حدیث پھر دی سارہ کو ہاجرہ کمارو کا  
اللہ تعالیٰ نے ہاتھ کا فرکا اور خدمت کو دی ہاجرہ

حدثنا سليمان بن حماد بن زيد عن  
ابو يعين محمد عن ابی هريرة ليعيكن ب ابراهيم  
الا ثلث كذبات بينا ابراهيم عليه السلام  
مر بهجرا ومعه ساكرته فذكروا الحديث فاعطاه  
هاجرة قالت كفت الله يد الكافر واخذ مني  
هاجرة قال ابو هريرة قلت امكيد يا بنی  
ماء السماء \*

کہا ابو ہریرہ نے۔ پس یہ ہے تمہاری ما اے عرب والو \*

یہ روایت ابو ہریرہ پر موقوف ہے \*

۵۔ صحیح بخاری کتاب الاکراہ باب اذا استكرهت البدالة على الزنا

میں ہے \*

حدیث کی مجھ سے ابوالیمان نے کہ خبر دی  
مجھ کو شعیب نے کہ حدیث کی مجھ سے ابوالزناد نے  
اعرج سے اس نے ابو ہریرہ سے کہا۔ فرمایا  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کی  
ابراہیم نے ساتھ سارہ کے اور اُن کے شہر میں اُس  
میں تھا بادشاہ بادشاہوں سے یا ظالم ظالموں  
سے پھر بھیجا اُس نے ابراہیم کے پاس کہ بھیج  
سارہ کو پھر بھیجا سارہ کو اور کھڑے ہوئے ابراہیم

حدثنا ابو اليمان اخبرنا شعيب حدثنا  
ابو الزناد عن اعرج عن ابی هريرة قل قال  
رسول الله صلى الله عليه وسلم هاجرا ابراهيم  
بسارته ودخل بها قرية فها ملأ من الملوأ  
او جاس من الجبابرة فارسل اليه ان اسرسل  
بها فارسل بها فقام اليها فقامت توصى وتضلى  
فقال اللهم ان كنت امتا بائد رسولك  
فلا تسلط علي يد الكافر فخط حتى ركض برجله \*

سارہ کے پاس پس کھڑے ہو کر سارہ نے وضو کیا اور نماز پڑھی پھر کہا اے خدا اگر ایمان لائی ہوں میں تجھ پر  
اور نیزے رسول پر پس رست قابو دے مجھ پر کاؤ کو پس ڈال گیا یہاں تک کہ پیرا سنے لگا \*

یہ روایت مرفوع ہے الا اس میں ہاجرہ کے سارہ کو دیئے جائیکا ذکر نہیں ہے \*

۶۔ صحیح مسلم کتاب الفضائل باب فضائل ابراہیم الخلیل میں ہے \*

حدیث کی ابو طاہر نے کہا خبر دی مجھ کو عبد اللہ  
بن وہب نے کہا خبر دی مجھ کو جریر بن عازم نے  
ایوب سحتمانی سے اُس نے محمد بن سیرین سے  
اس نے ابو ہریرہ سے کہ رسول خدا صلی اللہ

حدثنا ابو الطاهر قال ان عبد الله  
ابن وهب قال اخبرني جرير بن عازم عن  
ايوب السحتماني عن محمد بن سيرين  
عن ابی هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم

قال لم يكن بـ ابراهيم الذبي قط الاثنته  
كذبات فاعطاهاها جرحا فاقبلت تمسح فلما  
داها ابراهيم عليه السلام النصف فقال لها  
مهيم قالت خيرا كفت الله يد الفاجر واخذ  
خادما قال ابو هريرة قتلت امك يا بني  
ما السماء \*

عليه وسلم نے فرمایا کہ نہیں جھوٹ بولا ابراہیم بنی  
نے مگر تین جھوٹ بھر دی سارہ کو باجرو پھر علی  
آئی سارہ جب دیکھا ان کو ابراہیم نے پھر پی-  
پھر کہا کیا حال ہے کہا اچھا روکا اللہ تعالیٰ نے  
اتھ فاجر کا اور خدمت کو دی خادم کہا ابو ہریرہ نے  
یہ ہے تمہاری ماں سے عرب والو \*

(۳)۔ اب یہ تحقیق طلب ہے کہ یہ روایت مرفوع ہے یا موقوف ہے ہم بتکتے ہیں کہ یہ  
روایت صرف حضرت ابو ہریرہ تک موقوف ہے \*

(۱) بخاری کی سب سند روایتوں میں حضرت باجرو کے سارہ کو دیئے جانے کی روایت  
ابو ہریرہ تک ہے (۲) اس کے سوا ابن سعد کی روایت طبقات کبیر میں (۳) اور حافظ ابو نعیم کی  
روایت میں بھی وقف ہے (۴) اور حمیدی صاحب جمع بین الصحیحین نے اسی پر جزم کیا ہے کہ صحیح  
یہی ہے کہ یہ روایت موقوف ہے (۵) اور علامہ ابن حجر نے اسی کو صواب یعنی صحیح اور درست قرار  
دیا ہے (۶) اور عبد الرزاق کی روایت میں عمر سے بھی وقف ہے \*

قسطانی نے شرح بخاری میں یہ لکھا ہے (جلد ۵ صفحہ ۲۷۹) \*

ولم يصرح برفعه في رواية حماد بن  
زيد الى رسول الله على المعتمد الموقوف لرواية  
والنسفي وكريمة كعادوا لعبد الرزاق عن عمر  
کیا عبد الرزاق نے عمر سے \*

نہیں تصریح کی گئی اسکے مرفوع ہونے کی روایت  
حماد میں رسول اللہ تک اوپر محمد کے جو موافق  
ہے روایت کریمہ اور نسفی کے جیسا کہ روایت

(اور جلد ۸ - صفحہ ۱۳)

کذا ورواه موقوفا لكريمة والنسفي  
وكن اعند ابى نعيم وجزم به الحميدي  
قال الحافظ بن حجر واظنه الصواب في  
رواية حماد عن ايوب \*

ایسا ہی آیا ہے موقوف کریمہ اور نسفی کی  
روایت میں اور ایسا ہی ترویج ابو نعیم کے اور  
اُسی کا یقین کیا حمیدی نے کہا حافظ بن حجر  
نے مجھ کو گمان غالب ہے کہ وقف ہی صواب

ہے روایت حماد میں ایوب سے \*

البتہ جریر بن حازم نے ایوب سے جو روایت کی ہے اُس نے مرفوع کر دیا ہے مگر بخاری  
نے حماد کی روایت کو ترجیح دی ہے اور جریر بن حازم کی روایت قبول یا نقل نہیں کی \*

علامہ قسطانی نے مقام ذکر پر لکھا ہے \*

وان ذالک هو السری عنہا برباد  
سراوایت ابن جریر مع کونہا ناذلۃ +  
اور یہی بھید ہے نہ لانے روایت ابن جریر  
میں باوجود ہونے روایت حماد کے اُتری ہوئی +

صحیح مسلم میں جو روایت مرفوع ہے اس کا راوی ایوب کے جزیر بن حازہ ہے اور وہی  
روایت ایوب کے حماد نے موقوف نقل کی ہے اور حماد جریر سے اثبت ہے یعنی زیادہ تر ثابت ہے  
چنانچہ علامہ قسطلانی نے (جلد ۱ صفحہ ۱۸۱) لکھا ہے +

قال الدارقطنی حماد اثبت من جریرہ  
کہا دارقطنی نے حماد ثابت زیادہ ہے جریر سے +

ابستہ نسائی اور بزاز اور ابن جہان نے ہشام بن حسان کی روایت میں اور باری ذیلی  
اور ابن عساکر نے اس کو مرفوع کر دیا ہے مگر یہ ثابت ہوا ہے کہ اہل تحقیق کے نزدیک یہ روایت  
موقوف ہے اور کسی روایت موقوف کا مرفوع کر دینا تو راویوں کا ایک معمولی محاورہ اور فزمرہ  
کی عادت ہے جب چاہا اور جس روایت کو چاہا (خواہ وہ کیسی ہی نحو ہو) قال قال رسول اللہ  
کمدیا چلو وہ مرفوع ہو گئی!! علامہ ابن جوزی نے کتاب موضوعات کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ  
طبقہ اول والے جو روایت آپس میں کسی سے سنتے تھے تو شدت وثوق کے باعث سے اس کو  
جناب پیغمبر کی طرف منسوب اور مرفوع کر دیتے تھے +

کہا قال کان السربا لاول صافیا  
فکان بعض الصحابۃ یسمع من بعض فیقول  
قال رسول اللہ من غیر ذکر من جلالہ لآلہ  
لا یثبث فی صدق الراوی +  
کہا ابن جوزی نے تھا قرن اول صاف پس  
تھے صحابہ آپس میں سنتے تھے ایک دوسرے  
سے پس کہتے تھے فرمایا رسول اللہ صلعم نے ان کے  
کہ ذکر کریں جس نے روایت کی ان سے کیونکہ

نہیں شک کرتے تھے دے صدق راوی میں +

پس اسی طرح اور راویوں نے یا خود ابو ہریرہ نے اس روایت کو ایک معمولی عادت کے  
طور پر مرفوع کر دیا ہو گا +

(۴) یہ امر بھی قابل گزارش ہے کہ حضرت ابو ہریرہ کی یہ روایت فہمی ایک طولانی روایت  
ہے جس میں حضرت ابراہیم کے تین جھوٹ بولنے کا ذکر ہے (دیکھئے بخاری کی کتاب الامنیاء اور مسلم کی  
کتاب الفضائل) اور اس روایت پر اہل بصیرت نے بنظر شفاعت معنوی نظر کی ہے اور اس کو صحیح  
اور باطل قرار دیا ہے چنانچہ امام فخر الدین رازی نے تفسیر کہ میں لکھا ہے +

واعلم ان الحشریۃ دوی عن النبیلہ  
صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال ما کنذب ابواہیم  
الاثلاث کذبات نقلت الاوّل ان لا یقبل  
جان کہ روایت کی گئی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم  
سے کہ کما نہیں جھوٹ بولا ابراہیم نے مگر تین  
جھوٹ پس کتا ہوں میں بہتر یہ ہے کہ نہ قبول

مثلاً لاخبار فقال علی طریق الاستسکا  
ان لم تقبله لزمنا تكذيب الرواة فقلت  
له يا مسكين ان قبلنا لا لزمنا الحكم بتكذيب  
ابراهيم وان اردنا لا لزمنا الحكم بتكذيب  
الرواة ولا ثالث ان صون ابراهيم عن  
الكذب اولى من صون طائفة من  
المجاهيل عن الكذب -

کی جاوے ایسی خبر پھر کہا بطریق انکار کے کہ اگر نہ  
قبول کریں ہم لازم آئے جھوٹا نا راویوں کا پس  
کہتا ہوں میں اگر قبول کریں ہم لازم آئے جھوٹا  
ماننا ابراہیم کا اور اگر تو کریں ہم لازم آئے حکم  
جھوٹا لانے راویوں کا اور نہیں شک کہ سچا نا  
ابراہیم علیہ السلام کا جھوٹ سے بہتر ہے سچا نا  
ایک گروہ مجہول سے جھوٹ سے +

اور کتاب الباب فی علم الکتاب تصنیف عمر بن عبد حفص میں بھی یہی عبارت منقول  
ہے اور شیخ الاسلام امین الدین طبری نے تفسیر مجمع البیان میں لکھا ہے +

وملأوى فذلک من ان ابراهيم  
كذب ثنت قوله انى سقىم وقوله كيدهم و  
قوله لسلأ لهامراها الجبل فخذها وكأت  
زوجته هذا الختى مها لا يعول عليه +

اور جو روایت کیا گیا اس میں کہ ابراہیم  
علیہ السلام نے تین جھوٹ بولے کہنا اُن کا میں  
بیمار ہوں اور کہنا اُن کا کہ اُن کے بڑے نے  
اور کہنا ان کا سارہ کو جب دیکھا اُن کو ظالم نے

اور لیا اُن کو اور بھئی بیوی ابراہیم کی یہ ہے میری بہن ایسی پر اعتبار نہ کرنا چاہئے +  
علامہ قسطلانی صاحب ارشاد الساری نے امام رازی کے قول مذکور کو نقل کر کے لکھا  
ہے :-

فليس بشئ اذا الحديث صحيح ثابت (جلده صفحہ ۲۷) قول رازی کا کچھ نہیں ہے کہ  
حدیث صحیح اور ثابت ہے مگر اس حدیث کا صحیح ہونا اگر اصطلاح کے طور پر ہے اور غالباً یہی مراد  
بھی ہے تو اُس کی اصطلاحی صحت اُس کو حق اور سچا نہیں ٹھہرا سکتی مگر اُس کو ثابت قرار دینا  
غیر ثابت ہے اس لئے کہ کسی حدیث کے صحیح ہونے سے اس کا حق ثابت ہونا لازم نہیں آتا  
علی بن براہن الدین الحلی الشافعی صاحب انسان العیون فی سیرۃ ابن مامون نے  
لکھا ہے :-

لا يلزم من صحة الاسناد صحة  
المتن فقد يكون فيه مع صحة الاسناد  
ما يئمن صحته فهو ضعيف +

نہیں لازم آتا صحت سند سے صحت اصل  
حدیث کی نہ کبھی ہوتی ہے حدیث میں باوصف  
صحت سند کے جو جمع کرے اُس کی صحت کو

پس وہ حدیث ضعیف ہے +

اور خود قسطلانی نے ارشاد الساری شرح صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب ما جاء

فی وصف سبع ارضین (جلد ۵ صفحہ ۲۰۲) میں بعد نقل بقی کے اسناد صحیح لکھنا  
شاذ بالمعنی لکھا ہے۔

فقہ ائمہ لایزال من صحت الاسناد  
صحت المتن کہا ہو معروف عند اهل هذا  
الشان نقد یصح الاسناد ویكون فی المتن  
شذوذ او علة یقدح فی صحته +

پس اس میں یہ ہے کہ نہیں لازم آصحت  
اسناد سے صحت متن کی جیسا کہ مشہور ہے اس  
فن والوں میں کہ کبھی صحیح ہوتی ہے سند مذکور  
ہوتا ہے متن میں شذوذ اور بسبب جو نقص ڈالتا ہے

اس کی صحت میں +

اور علامہ ابن جوزی نے رسالہ موضوعات میں لکھا ہے :-  
وقد یکون الاسناد کلھا ثقات ویكون  
الحدیث موضوعا او مقلوبا +

کبھی ہوتے ہیں راوی سب ثقہ اور معتبر اور  
ہوتی ہے حدیث موضوع یا مقلوب +

(۵)۔ اگر ہم قبول کر لیں کہ یہ روایت اصل میں مرفوع ہی تھی اور اس کو موقوف روایت کرینا  
الزام مجہول سیرین ہی پر لگایا جاوے کہ وہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اکثر روایتوں کو تحقیقاً وقت ہی  
روایت کیا کرتے تھے (قططانی جلد ۵ صفحہ ۱۳) تاہم کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ کیونکہ یہ روایت مرسل قرار  
پائیگی کیونکہ ابو ہریرہ نے یہ نہیں کہا کہ میں نے جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا سنا ہے  
اور حدیث مرسل اس وجہ سے کہ اس کا راوی مجهول الاسم والحال ہے ضعیف ہوتی ہے (کنز فی  
تذاریع الراوی شرح تقریب النواری للسیدوطی) خصوصاً حضرت ابو ہریرہ کا ارسال کہ وہ جو کچھ  
پاتے تھے روایت کر دیتے تھے۔ محمود بن سلیمان کفری نے کتاب اعلام الاخبار میں نقل  
عن الصمد الشہید لکھا ہے +

واما ابو ہریرہ کان یروی کلھا بلغه  
وسمع من غیر ما مل فی المعنی +

ابو ہریرہ تھے روایت کرتے تھے جو ان کو  
پہنچتا تھا اور جو سنتے تھے بے اس کے کہ

تامل کریں معنوں میں +

(۶) یہاں تک تو اس حدیث کے مرفوع یا موقوف ہونے میں بحث تھی اب ہم اس کی  
دلائل کو دیکھتے ہیں کہ اس سے اس مشہور قول کی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما لوٹتی تھیں  
تاہم ہوتی ہے یا نہیں +

لہ ہوا لاماً یہاں الائمۃ عمر بن عبد العزیز بن ماکہ المعروف بالحسام الشہید  
التوفی قتیلاً سنہ ۳۴۷ صاحب شرح اداب القاضی علی مذهب ابو حنیفہ کذا فی  
کشف الظنون لحاجی خیفہ القسطنطینی ۱۲ +

بخاری کی تینوں روایتوں کے الفاظ (کتاب البیوع - انبیاء - نکاح) اور نیز مسلم (فضائل) کی روایت میں بھی کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جس سے ہاجرہ کے سر یہ یا ملک مبین ہونے کا اونٹنہ ثابہ بھی پایا جاوے۔ کتاب البیوع کی روایت (اخذ مدو لیدۃ) ہے ورویلہ اُس لڑکی کو کہتے ہیں جو خدمت کرے اور خادمہ اور لونڈی میں فرق ہے۔ اور کتاب الانبیاء میں (واخذ مدھا جردا) ہے یہاں بھی ہاجرہ کا خدمت میں دیا جانا اس کی غلامی ثابت نہیں کرتا بلکہ خادم عام ہے چاہے آزاد ہو یا غلام۔ ایسا ہی حال کتاب النکاح والی روایت کا ہے (واخذ منی ہاجرہ) ہاجرہ کا خدمت سارہ میں دیا جانا غلامی نہیں ثابت کرتا اور ایسا ہی مسلم کی روایت میں (واخذ منی خادمہ) کسی طرح پر غلامی ثابت نہیں کرتا پس ان الفاظ سے حضرت ہاجرہ کو لونڈی یا باندی سمجھنا محض ایک بے اصل بدگمانی ہے +

یہ بھی خیال رہے کہ یہ وہ اصل الفاظ نہیں ہیں جو حضرت سارہ نے فرمائے تھے کیونکہ ان کی زبان عربی نہ تھی اور یہ کہ روایتوں میں نقل یا لغوی اکثر ہوتی ہے +

(۷) جامعین حدیث نے اس روایت کو اپنے سبق ظن کی وجہ سے ابواب بیع و ہبہ اور اتخا ذمہ ساری میں درج کیا ہے اور یہ کسی طرح پر حجت نہیں ہو سکتا کیونکہ الفاظ روایت میں اس قسم کی کچھ بھی دلالت نہیں ہے پس جامعین نے تبویب احادیث میں ترجمہ اور عنوان باب کی بھرتی کے لئے یہ روایت ابواب مذکور میں داخل کی گو اس میں کوئی وجہ ایسے ابواب میں جگہ جگہ پانے کی نہ تھی پس سامعین نے یہودیوں میں شہرت کی وجہ سے خود دھوکا کھایا اور خلاف سنت باب ان روایتوں کے ترتیب دینے سے آفرول کو بھی مغالطہ میں ڈالا +

بخاری نے کتاب البیوع میں اس روایت کو ابواب شراۃ المملوک من الخزی و ہبۃ و بیع میں درج کیا ہے حالانکہ اس روایت میں ہاجرہ کا مملوک ہونا کسی طور سے ثابت نہیں ہو سکتا اور ہاجرہ کو بادشاہ مصر کی مملوک سمجھنا محض ایک اپنے ذہن سے بنائی ہوئی بات ہے اور کتاب النکاح باب اتخا ذمہ ساری میں اس روایت کو نقل کرنا بالکل نامناسب ہے کیونکہ اس روایت کو ایسے مضمون سے کمال اجنبیت اور قطعاً منافیہ ہے اور بخاری کی جمع و ترتیب میں ایسی بے عنوانیوں کا وقوع اکثر ہے۔ چنانچہ شیخ الاسلام محی الدین نودی نے مقلدہ شرح صحیح مسلمہ فصل ۶ میں لکھا ہے +

بخاری نے بخاری فانہ ینکر کتاب البیوع المتخلفۃ فی ابواب متفرقة متباعدۃ و کثیرۃ و نہا ینکر فی غیر باب الذی یسبق الیہ الفہم انہ اولی بہ + بخاری ذکر کرتا ہے وجہ مختلف کو ابواب متفرق اور بعید میں اور بہت حدیثیں ذکر کرتا ہے بخاری اور دوسرے باب میں سو اُس باب

کے جس کے فہم کے موافق اس کا ذکر کرنا بہتر ہے \*

چونکہ اس باب کے عنوان سے اس روایت کی عدم مطابقت اور نامناسبیت خوب ظاہر اور واضح ہے تو اس قیاحت اور شناعت کے دفع کرنے کو یہ مضمون بنایا گیا ہے کہ حضرت ہاجرہ مملوک تھیں اور حضرت ابراہیم کی سریرہ تھیں یہ خیال فاسد صرف اس بے عنوانی کی توجیہ کے لئے بنایا گیا ہے چنانچہ قسطلانی نے لکھا ہے :-

ومطابقت الحديث للمتوجه كما قال  
ابن منير من حيث ان هاجرا كانت مملوكة \*  
مطابقت حدیث کو عنوان باب سے جیسا کہ کہا  
ابن منیر نے اس وجہ سے ہے کہ ہاجرہ تھی مملوکہ \*  
مگر جب تک خارج سے یہ اثر ثابت و متحقق نہ ہو سکے کہ ہاجرہ مملوکہ اور سریرہ تھیں تب تک نہ  
ابن منیر کا قول صحیح ہو سکتا ہے اور نہ بخاری کا ترجمہ مناسب - ابن منیر کے اس قول کو جو اُس نے  
بخاری کی اس روایت کے عنوان باب سے مطابق کرنے کے لئے اقترا کیا ہے علامہ ابن حجر عسقلانی  
نے غیر صحیح قرار دیا ہے - چنانچہ فتح الباری میں لکھا ہے :-

ان اسرا دان ذلک صریح فی الصحيح  
فلیس بصحیح \*  
اگر ابن منیر نے یہ ارادہ کیا کہ مملوک ہونا صریح  
حدیث میں ہے پس یہ صحیح نہیں ہے \*

(۸) مولوی حاجی علی بخش خاں صاحب (گورکھپور) بایںہمہ اظہار تمہ و تحریف و غرہ تیج و تلاش  
حضرت ہاجرہ کے سریرہ و مملوکہ ثابت کرنے کے سووائے خام میں جبکہ انہیں اذکر کچھ مستمسک اور  
دلیل نہ ملی تو افترا بہتان و توطیہ و طوفان پر مستعد ہوئے چنانچہ ابن منیر کے اس قول باطل کو  
(جس کی توجیہ علامہ عسقلانی نے ابھی غیر صحیح قرار دی ہے) علامہ قسطلانی کی طرف منسوب کر کے  
تائید الاسلام کے صفحہ ۴۷ میں فرماتے ہیں - قسطلانی نے شروح بخاری میں ذیل حدیث  
بینا ابراہیمہ و یحیاسا ومعہ سائر الحدیث میں لکھا ہے ان ہاجرہ کانت مملوكة وقد صح  
ان ابراہیمہ اولد ہا بعد ان ملکما فھی سریرة انتھی \*

حالانکہ یہ قول ابن منیر کا ہے جو قسطلانی نے مطابقت الحدیث للمتوجه کی توجیہ میں  
نقل کیا ہے اور پھر اسے رد بھی کیا ہے - چنانچہ نقطہ انتھی کے بعد لکھا ہے :-

وقد تعقبہ فی الفتح فقال ان اسرا  
ذلک صریحاً فی الصحيح فلیس بصحیح \*  
اور اس کے پیچھے کہا ہے فتح الباری میں  
اگر ارادہ کیا ابن منیر نے کہ یہ مملوک ہونا صریح

حدیث میں ہے پس یہ صحیح نہیں ہے \*

مگر مولوی علی بخش خاں صاحب کی بیجا عصبیت اور ناحق کوشی نے ان کو اس مغالطہ ہی  
پر اہل کیا کہ اول تو ابن منیر کے قول کو قسطلانی کی طرف منسوب کیا اور دوسرے قسطلانی نے جو



اس پر فتح الباری سے اعتراض نقل کیا تھا اس کا کچھ تدارک دیکھا۔

ابھی جناب مولوی علی بخش خان صاحب کی علمی قابلیت اور عربیت کی داد دینی باقی ہے کیونکہ جناب مولوی صاحب موصوف نے اس عربی عبارت کا ترجمہ حاشیہ پر اس طرح کیا ہے ”یعنی بلاشبہ ہاجرہ لونڈی تھیں اور یہ بات صحیح ہے کہ ابراہیم جب اُس کے مالک ہوئے تب وہ پیدا ہوئیں تو لونڈی ہیں“ اب یہ وہ مقام ہے کہ انسان بھنسی کے مائے لوٹ جاوے اور ان کے اس ترجمہ پر عرشِ عرش کرے کہاں وہ عبارت کہ ان ابراہیم لولہا بعد ان ملکھا یعنی ابراہیم کے بچہ پیدا ہوا ہاجرہ سے جب وہ مالک ہو چکے تھے اُس کے۔ اور کہاں یہ ترجمہ کہ حضرت ابراہیم جب اس کے مالک ہوئے تب وہ پیدا ہوئیں۔ سبحان اللہ مترجم صاحب کو عملادہ کشف و کرامات کے تاریخ دانی میں بھی دخل ہے۔

(۹) حضرت ہاجرہ کی سرگذشت کتب تواریخ سے اس قدر معلوم ہوتی ہے کہ وہ بادشاہ مصر کی بیٹی تھی اس نے اس کو حضرت سارہ کی خدمت میں دیا تھا اور پھر ایک زمانہ بعد حضرت ابراہیم نے ہمشورہ حضرت سارہ کے ہاجرہ سے نکاح کیا جب اُن سے اسمعیل علیہ السلام پیدا ہوئے تو سارہ و ہاجرہ کی آپس کی بخشش کے باعث سے حضرت ابراہیم نے ہاجرہ کو ارضِ فاران میں جو ملک حجاز ہے مقیم کیا۔

کتاب بر شبلیہ ساریا (۵۱) میں جریوود کی مذہبی کتاب ہے لکھا ہے کہ ہاجرہ بادشاہ مصر کی بیٹی تھی علامہ قسطلانی نے شرح بخاری (جلد ۴ صفحہ ۸۲) میں لکھا ہے:-

وكان ابو ابراهيم من ملوك القبط من  
حفن (نفتيم الحاء الميملة وسكون القاف) قرية بمصر  
تھا باپ ہاجرہ کا بادشاہان قبط سے تھے بہر  
جو قریہ ہے مصر میں۔

اور پھر (جلد ۵ صفحہ ۲۴۹) میں لکھا ہے:-

وكان ابو هاجر لا من ملوك القبط  
تھا باپ ہاجرہ کا ملوک قبط سے۔

ایسا ہی تاریخ طبری اور تاریخ خمیس سے معلوم ہوتا ہے۔

مگر ان مورخوں نے اسی سبق ظنِ مملوکیّت اور رقیت کے خیال پر یہ لکھا ہے کہ ہاجرہ قبل ذالک الملائ یا قبل الرق بادشاہ قبط کی بیٹی تھیں۔ مگر اس تقریر کی رکاکت قابلِ لحاظ ہے۔ اس کے کیا معنی کہ اس سے پہلے وہ بادشاہ مصر کی بیٹی تھیں۔ کیا مملوکیّت سے اُن کا بادشاہ کی بیٹی ہونا باطل ہو گیا تھا! تو ریت کے صفحہ اول باب ۱۶ پسوق ۳ سے صاف ظاہر ہے۔ کہ حضرت ہاجرہ حضرت ابراہیم کی بیوی تھیں اور وہی لفظ ہاجرہ کی نسبت لکھا ہے جو سارہ کی نسبت ہے۔ یعنی ۶۶ ۶۷ ۶۸ ایشیا۔ جرویس وہ جو ہمارے یہاں کی بعض واؤ

و مومنین نے ہاجرہ کو حضرت ابراہیمؑ کی سرتیہ لکھا ہے وہ ان سے تساہل و تسلیح ہوا ہے۔  
 انہوں نے اپنے ملک کی رسم و عادات پر قیاس کر لیا ہے۔ ایسی ہی سہیل بن علیؑ کی وہ روایت  
 فاستوہمما ابواہید من سائرۃ فوہم سالہ الخ خلافت نص توراۃ کے ہے کیونکہ اسی باب ۱۶  
 میں صاف لکھا ہے کہ خود سارہ نے ابراہیمؑ سے درخواست کی تھی کہ وہ ہاجرہ کو لیلیں اور  
 خود سارہ نے ہاجرہ کو ابراہیمؑ کی زوجیت میں دیا \*۔

(۱۰) اس بحث کے آخر میں بعض روایات مذہب امامیہ کا ذکر بھی ہونا ضرور ہے۔  
 علامہ مجلسی نے بحار الانوار کی پانچویں جلد کتاب النبوة (ورق ۵۹) نسخہ قلمی  
 سنہ ۱۱۸۰ء میں کافی کی روایت نقل کی ہے \*۔

روایت کی علی نے اپنے باپ سے اور  
 کافی علی عن ابیہ وعدہ من اصحابنا  
 عن سہیل جمیعاً عن ابن محبوب عن ابراہیم  
 ابن ابی زیاد الکوفی قال سمعت ابا عبد اللہ  
 \* \* \* قال لہ احب ان تاذن لی ان اخذ ما  
 قطیۃ عندی جمیلۃ عاقلة یکون لہا خادماً  
 قال فاذن لہ ابراہیم فدی بہا و وہا السلۃ  
 وہی ہاجرہ اما سہیل ثم ان ابراہیم  
 اما ابطاء علیہ المراد قال اسلۃ لوشئت  
 لبعثنی ہاجرہ لعل اللہ ان یزقنا منہا  
 ولداً فیکون لنا خلفاً فتابع ابراہیم  
 ہاجرہ من سلک الانح \*۔

اللہ دے مجھ کو اُس سے بچہ پس ہو ہمارے لئے پیچھے رہنے والا پس مول لیا ابراہیمؑ نے ہاجرہ  
 کو سارہ سے \*۔

اس آخری فقرہ کا مضمون یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے ہاجرہ کو سارہ سے خرید لیا \*۔  
 ۱۱۔ یہ روایت کئی وجہ سے غیر مسلم ہے (۱) یہ خبر واحد اور غیر قطعی الصدور ہے پس اس سے  
 ہاجرہ کے سرتیہ ہونے کا علم حاصل نہیں ہو سکتا (۲) اس کے راویوں میں ایک راوی سہیل  
 بن زیاد ہے اور یہ شخص ضعیف متهم اور غیر معتد ہے یا لا اقل یہ کہ ضعیف فی الحدیث ہے۔  
 فہرست طوسی میں ہے۔

سہیل بن زیاد آدمی کے کارہنے والا

سہیل بن زیاد الادھی البرازی یکنی

ابا سبیل ضعیف (کان ضعیفاً فی الحدیث  
غیر معتد فیہ وکان احمد بن محمد عیسیٰ  
یشہد علیہ بالغلو والکذب واخرجه  
من القمحا لی الری) ص ۱۲۴ \*  
سے طرف رے کے) ایشیا تک سوئیٹی کلکتہ \*

اور غضائری نے اس کو ضعیف اور فاسد الروایت لکھا ہے۔ رجال شیعہ  
ابو علی موسوم بنو ضمیمہ المقال فی علم الرجال میں ہے \*

قال غضائری انه کان ضعیفاً جداً  
فاسد الروایۃ والمذہب وکان احمد بن محمد  
بن عیسیٰ الا شعری اخرجه عن قدم و  
اظہر الابرارۃ عنه ونہی الناس عن السماء  
عنه والروایۃ عنه ویروی المراسیل و  
یعتد الجاہیل \*

اعتماد کرتا ہے مہمل پر \*

اور کتاب المشرکات میں ہے۔ ابن زیاد المختلف فی توثیقہ \*  
(۳) اور دوسرا راوی ابن محبوب یعنی حسن بن محبوب السوار گوثقہ ہے مگر تم تھا توضیح  
المقال میں ہے۔ اصحابنا یتھون ابن محبوب فی روایتہ عن ابن ابی ہریرۃ اور احمد  
بن محمد بن عیسیٰ کے حال میں لکھا ہے \*

فی کش قال نصیر بن حکم صباح  
احمد بن محمد بن عیسیٰ لا یروی عن ابن محبوب  
من اجل ان اصحابنا یتھون ابن محبوب  
فی روایتہ عن ابی ہریرۃ ثم مات احمد بن  
محمد فوجہ قبل ما مات \*

(۴) ایک اور راوی ابراہیم بن ہاشم ابواسحاق الققی اس کی عدالت پر تنصیف نہیں  
ہوئی گو اس کے مشنی علی بن ابراہیم اور ثقہ الاسلام محمد بن یعقوب کلینی نے عموماً اس کی  
روایتوں پر اعتماد کیا ہے شیخ ابو علی نے توضیح المقال میں لکھا ہے \*

ابو ہیدم بن ہاشم ابواسحاق الققی  
وہ شاگرد ہے یونس بن عبد الرحمن کا

نہیں واقف ہوں میں اپنے اصحاب میں سے کسی کے قول پر بیچ قبح ابراہیم کے اور نہ اس کا تبدیل میں ساتھ تصریح کے اور روایات اس سے بہت ہیں اور راجح یہ ہے کہ اس کا قول مقبول ہے۔

اصلہ الکوفی نہ ادنیٰ صدہ وھو تلمیذ یونس بن عبد الرحمن ولما قف لاحد من اصحابنا علی قول فی القح فہ ولا علی تعدیلہ بالتخصیص والروایات عنہ کثیرۃ والاراجح قبول قولہ۔

(۵) یہ روایت خلاف تصریح صفحہ اول تورات کے ہے چنانچہ علامہ مجلسی نے سیار بن طاووس کی کتاب سعد السعود سے تورات مترجم کی عبارت اس قصہ کے متعلق اس طرح نقل کی ہے :-

سارہ بیوی ابراہیم کے نہیں ہوتی تھی اُس کے اولاد اور تھی اُس کی لونڈی جس کا نام تھا ماجرہ پس کہا سارہ نے ابراہیم سے کہ اللہ نے محروم کیا مجھ کو بچہ سے پس آنو میری لونڈی پر اور زنا فاف کر اس سے شاید میں نسبت کی جاؤں اس سے ساتھ بیٹے کے۔ پس زنا ابراہیم نے قول سارہ کو اور مانا اس کا کہنا پس لائی سارہ بیوی ابراہیم علیہ السلام کی ماجرہ اپنی باندی کو اور یہ جبکہ ٹھہرے تھے ابراہیم زمین

ان سکرۃ امراۃ ابراہیم لکن یولدا ولد وکانت لھا امۃ اسمها ماجرہ۔ فقال سکرۃ لابراہیم ان اللہ قد حرمتنی الولد فادخل علی امتی وابن بھا علی التفریح یولد منہا فسمع ابراہیم یقول سکرۃ واطاعہا فانطلقت سکرۃ امراۃ ابراہیم بھا اجر امنہا وذلک بعد ما سکن ابراہیم ارض کنعان عشر سنین فادخلت علی ابراہیم زوجا۔ (مجلد الانوار جلد ۵) \*

کنعان میں دس برس پس داخل کیا ماجرہ کو ابراہیم اپنے زوج کے پاس۔ اس میں کہیں خرید و فروخت کا ذکر نہیں ہے۔

۱۲۔ یہ امر بھی ضرور قابل بیان ہے کہ جس قدر عبارت ترجمہ توریت سے سید ابن طاووس نقل ہوئی ہے اس کی اصل میں حضرت ماجرہ کی نسبت لفظ ۲۲۵۵ (شغف) آیا ہے اور یہ عبارت توریت عبری کے صحیفہ بریشیت پر ایشہ ۱۶ میں واقع ہے (پسوق ۱-۳) اور گرنیس کے عبرانی لغت میں شغف کے معنی لکھے ہیں کہ جو شخص خاندان میں سے ہو اور اسی جہت سے خادمہ کو بھی شغف کہتے ہیں مگر اس کے معنی لونڈی کے نہیں ہیں۔ تورات کے عربی مترجموں نے یہ غلطی ثابت کی ہے کہ اس کو بلفظ امۃ ترجمہ کرتے ہیں۔

۱۳۔ مولوی محمد علی صاحب چچو انوی کو اس امر پر اصرار ہے کہ حضرت ماجرہ لونڈی تھیں چنانچہ پرچہ نورالآفاق مطبوعہ ذہیرت علیہ صفحہ ۱۸۱ میں فرماتے ہیں۔ توریت موجودہ میں کئی جگہ

ہاجرہ کو بلفظ جاریہ سارہ کے لکھا ہے اور کج گہ یہ بھی لکھا ہے کہ بخشدیا سارہ نے ہاجرہ اپنی جاریہ کو ابراہیم کو انتہی، مگر یہ استدلال ان کا بالکل غلط فہمی اور نادانی پر مبنی ہے۔ لفظ جاریہ کسی طرح ملو کہ یا لہجہ کے معنوں میں نہیں ہے۔

چٹل محمد طاہر نے مجمع بحار الانوار میں بذیل لغت جبری لکھا ہے۔ ط الجملیۃ من النساء من لم يبلغ الجملۃ یعنی جاریہ وہ لڑکی ہے جو جوان نہ ہوئی ہو۔ اور قاموس میں ہے (باب الیاء) الجملیۃ الشمس والسفینۃ والنعۃ من الہ وفتیۃ النساء یعنی جاریہ آفتاب اور کشتی اور نعمت خدا اور لڑکی ہے۔ اور شیخ الاسلام محی الدین نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے۔ (جلد ۲ صفحہ ۲۳۸) واما استعمال الجملیۃ فی الحرۃ لصغیرۃ مشہور معروف فی الجملۃ اہلیۃ والاسلام۔ یعنی برتن جاریہ کا آزاد چھوٹی لڑکی میں پس مشہور ہے جاہلیت میں اور اسلام میں اور بحث دینا اصل تورات میں نہیں ہے بلکہ پورا فقرہ یہ ہے۔

وَمَا كَانَ لِمَوْلَىٰ أَن يَأْتِيَ بِمَا فِي يَدَيْهِ إِلَّا خِطَابًا

یعنی اُس کی بیوی نے اُسے ابراہیم کو دیا کہ اُس کی بیوی ہووے  
اس میں تزویج کی تصریح ہے مگر مولوی محمد علی صاحب لفظی شاک منہ مرید ہیں چنانچہ لکھتے ہیں ابراہیم نے بطور تشری اُن کو اپنے فراش میں رکھایا آزاد کر کے نکاح کیا (ایضاً ص ۱۸۲) مگر تشری کا گمان محض ایک سو وطن ہے اور آزاد کر کے نکاح کرنے کا گمان محض بناوٹ ہے۔

۱۴۔ خلاصہ یہ کہ کوئی حدیث صحیح و ثابت ایسی نہیں ہے جس میں ہاجرہ کو لونڈی کہا ہو۔ جملہ اہل معتصبین یہود نے جو مشہور کر دیا تھا۔ مسلمانوں نے اُس کو بلا تحقیق قبول کر رکھا ہے۔ اور اسی گمان سے بعض روایتوں کو بھی خلاف محل حل کیا ہے۔ پس یہی حقیقت ہے جو ہم نے لکھی۔ والحق الحق بالاحتیاج۔

## تصویر

عموماً مسلمانوں میں یہ بات مشہور ہے کہ تصویریں بنانا بشدت منہ اور مطلقاً حرام ہے حتیٰ کہ مخالفین اسلام کو بھی یہ معلوم ہے۔ ہم کو اس میں ضرور دیکھنا چاہئے کہ آیا ایسے خیال کی کچھ اصل اور سند ہے یا نہیں۔

ہر چند کہ فرقان جمید کا موضوع کلام اور مقصود اصلی نہایت اشرف، اور اعلیٰ مضامین، اور ذکر مسائل الہیات، اور بیان منظر فطرت، اور منظر قدرت، اور اُس کا منشاء، اصلی، نشر طالب

شریفہ و مکارم اخلاق، و مواظبت حسنہ ہے۔ مگر کلام الہی تو منبع کل حکمت ہے اور بے شک ہمارے اقوال و افعال اُسی کی طرف منتقل ہیں۔ اور ہم کو سب کاموں میں اُسی کی طرف رجوع کرنا ہے، چنانچہ اس بحث خاص میں اس آیت قرآن سے، جو بعض قصہ حضرت سلیمان علیہ السلام وارد ہے، دیکھو کہ مایشتامین محاسن و تماثیل (سبحانہ ۶۶ ج) بہت سی باتیں صاحب ذہن سلیم و مذاق صحیح اور اک کر سکتا ہے +

اول۔ اس کی دلالت ظاہری اور لغوی اس بات پر ہے۔ کہ حضرت سلیمان علیہ السلام تماثیل اور تصاویر بنواتے تھے، خواہ تماثیل و تصویر کو مراد لفظ سمجھئے یا تصویر کو دخل تماثیل سمجھئے، بہر صورت اس فعل کے جائز اور پرمغیدہ ہونے میں (خصوصاً ایسی حالت میں کہ اُس کی ممانعت کی کوئی خبر ایسے قطعی طریق اور اس مرتبہ کے ثبوت میں نہ ہو جیسے اس کا جواز ہے کسی طرح کا شک نہیں باقی رہتا، اور یہ کچھ اس قسم کا ثبوت نہیں ہے کہ جیسے اکثر مسائل فقیہہ ظنیہ عدم ذکر یا عدم ورود نہی سے جائز مانے جاتے ہیں بلکہ بعلم قطعی اور بدلتہ النص ثابت ہے +

دوسرے۔ اسی آیت سے وہ ایک شبہ بھی باطل ہوتا ہے کہ تصویریں کے بنانے میں تشبیہ حضرت الباری، تعالیٰ عن التشبیہ پایا جاتا ہے، کیونکہ اگر کیفیت مضامین تخلق اللہ اس میں پائی جاتی تو یہ فعل حضرت سلیمان علیہ السلام کا معمول نہ ہوتا +

کچھ بعید نہیں کہ مانعین تصویر اس میں یہ احتمال نکالیں، کہ تماثیل سلیمانی غیر جاندار چیزوں یعنی درختوں اور پھولوں کی ہونگی، مگر اس طرح سے بھی وہ قول مشہور اور مسئلہ مقبول، کہ تصویریں بنانے کی حرمت اس وجہ سے ہے کہ اس میں مضامین تخلق اللہ ہے باطل ہوتا ہے، کیونکہ تصویر ذی روح اور غیر ذی روح یعنی حیوانات اور نباتات کی تصویریں، صرف حیوانیت کا فرق ہے، الا صورت جسمیہ و نوعیہ اور اقطار ثلاثیہ نمونہ کرنا دونوں میں مشترک ہے، اور جو صنعتیں کہ جناب باری نے اشجار و نباتات میں رکھی ہیں، وہ اقسام حیوانات کی صنعتوں سے کم نہیں ہیں، پس ایسی صورتوں میں اگر حیوانات کی تصویریں تشبیہ عہد حضرت معبود پایا جاتا ہو، تو اشجار و نباتات کی تصویروں میں بھی پایا جائیگا +

تیسرے۔ ایک اور مغالطہ عام اور عقیدہ باطل، کہ تصویر والے گھر میں فرشتے نہیں آتے، یا لانگ رحمت نہیں نازل ہوتے، یا حضرت جبرائیل نہیں داخل ہوتے، قطعاً باطل ہو گیا، کیونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے ایوان رفیع المکان میں اکثر ملائکہ عموماً اور خصوصاً آتے جاتے

تھے، اور یہ تصویریں بھی جو اس اہتمام اور حفاظت الہی میں بنتی تھیں بیکار اور رایگان جاتی ہو گئی  
بلکہ ان کے دیوان دیوان عالی شان لگائی اور سجائی جاتی ہو گئی۔

**چوتھے۔** دلیل قطعی سے ان تماثل سیمانی میں مثال خدائے متعال الذی لیس کشلہ  
شیء، اور فرشتوں کی صورتوں میں اور خدا کے پیشوں اور بیٹیوں کی فرضی تصویریں داخل نہیں  
ہو سکتیں، اور ایسی تصویریں خواہ وہ پتھر کی ترشتی ہوئی، یا کھودی ہوئی ہوں، یا کاغذ پر کھینچی ہوئی  
ہوں قطعاً ناجائز اور حرام ہیں۔

پانچویں۔ اقسام اور اوثان بنانا، یعنی ان معبودانِ جطل کی تصویریں، جو خدا کے ماسوا  
پوجے جاتے ہیں، اور تماثل قبیحہ و تصاویر فاحشہ جو ظلمات تہذیب و شائستگی و شرم و حیا کے ہول  
وہ بھی اُن سے خارج ہیں۔

**چھٹے۔** وہ تصاویر حسنہ اور تماثل صالحہ جو حضرت سلیمان کے حکم سے اور انہیں کے لئے  
بنتی تھیں۔ انبیاء کرام اور بزرگانِ دین، اور سلاطین ماضیہ اور معارفِ جنگ اور عظامِ فوج وغیرہ  
عمائد مشاہیر اور نیر و خوش طبع اور دیگر مضامیر قدرت اور مناظر فطرت کی تصویریں ہو گئی، جن سے  
متعدد فوائد اور مختلف منافع حاصل ہوتے ہیں۔

بیشک انبیاء بنی اسرائیل کی وضع عبادت، اور امانت اُمت، اور طریق ہدایت  
اور اہم اسرائیلیہ کے بعض احوال اور واقعات کی تصویریں، ارباب بصیرت کو باعث حصول  
عبرت ہوتی ہیں۔

ہم دوسری تحریریں اُن حدیثوں اور روایتوں کی تحقیق اور تفتیش کرینگے جن کو بعض متوعین  
اسلام اور مغلیہ فقہان مانتے عمل تصویریں قطعی اور سندی سمجھتے ہیں۔

## یورپ اور تارن

زحافظانِ جہاں کس چہندہ جمع نہ کرو  
لطائف حکما بالکتاب قرآنی (حافظ)

۱۔ مندرجہ ذیل فرست سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بارہویں صدی عیسوی سے اس زمانہ تک  
ممالک جرمن و فرنج۔ روم کبیر اور انگلستان میں ہر طبقہ کے عالوں نے قرآن مجید کے ترجمے کرنے  
لے دیکھو سورۃ انبیاء، ج "وَلَنُفَصِّلَنَّ الْآيَاتِ"

اور اس سے اقتباس فوراً احتقاق حق میں ہمیشہ اہتمام اور کوشش بیع کی ہے \*

(۱) رابرٹ روٹن این سس .. .. لاطن .. .. ۱۱۳۳ء	Robertus Retenensis.
(۲) انڈریا اروا بینی .. .. اطالیہ	Andria Arravabene.
(۳) جودھناس انڈریاس .. .. اروگوین .. .. ۱۵۰۰ء	Johannes Andreis.
(۴) انڈریو ڈورائیر .. .. فرنج .. .. ۱۶۰۰ء	Andrew du Ryer.
(۵) الگزینڈر راس .. .. انگریزی	Alexander Ross
(۶) لیوس مراکشی .. .. لاطن .. .. ۱۶۹۵ء	Lewis Maracci.
(۷) جارج سیل .. .. انگریزی .. .. ۱۷۳۴ء	George Sale.
(۸) سیدواری .. .. فرنج .. .. ۱۷۸۳ء	Savary.
(۹) میگسین .. .. جرمن .. .. ۱۷۶۲ء	Megerlin.
(۱۰) وائل .. .. ایضاً .. .. ۱۸۷۵ء	Wahl.
(۱۱) گارسٹنی ٹاسی .. .. فرنج .. .. ۱۸۲۹ء	Garcin de Tacy.
(۱۲) کاسرکی .. .. ایضاً .. .. ۱۸۸۰ء	Kasimirski.
(۱۳) المان .. .. جرمن .. .. ۱۸۴۰ء	Ullmann.
(۱۴) راڈویل .. .. انگریزی .. .. ۱۸۶۲ء	J. M. Rodwell M. A.

۲۔ مالک یورپ کے مطبوعہ نسخے قرآن مجید کے یہ ہیں :-

(۱) اسکندریہ گینیٹہ .. .. مقام دیس .. .. ۱۵۱۵ء	(۲) ابراہام ہینکلین .. .. ہمبرگ .. .. ۱۶۲۹ء
(۳) فیلوگل .. .. لیسہ .. .. ۱۸۳۵ء	

اور فلوگل کی تخریج آیات جرمن میں ۱۸۴۲ء میں چھپی اور فی الحال مشریندالس کی تصنیف میں سے کتاب سلاک البیان فی مناقب القرآن لندن میں چھپی اس کتاب کا موضوع یہ ہے کہ لغات قرآن ایک جامع کئے گئے ہیں \*

۳۔ جرمن اور فرنج یا اطالیہ اور انگلینڈ میں مسلمانوں کی طرف سے واعظ اور وفود (مشرقی)

۱۵۔ یہ شخص پہلے ایک مسلمان تھیں پھر ۱۸۴۷ء میں شہر وینیشیا صوبہ ایتالیہ میں عیسائی ہو گیا اس نے کتاب امداد کا بھی ترجمہ کیا تھا \*

۱۵۔ الگزینڈر راس نے اس کو ڈورائیر کے ترجمہ سے ترجمہ کیا تھا \*

۱۵۔ یہ نسخہ پوپ کے حکم سے جلایا گیا اور اب اس چھاپے کی ایک نقل بھی کسی کتب خانہ میں نہیں ہے \*



اور معلم کبھی نہیں بھیجے گئے کہ انہوں نے ان ملکوں میں برسوں قرآن کا وعظ کیا ہو۔ اور اس کے محاسن اخلاق اور معرفت اور حقیقت کی باتوں کو مشہور کیا ہو۔ بلکہ قرآن نے خود ہی اپنی الٰہی تاثیر سے اُن ملکوں میں جہاں سب اس کے منکر یا اس سے ناواقف تھے اپنی تجلی کی۔ اور اپنے مضامین حقیقت آگین اور زبان معجز بیان سے وہاں کے اہل لال اور طلب سلیم والوں میں ایک تحریک پیدا کی اور ان لوگوں نے اس سے اقتباس کر کے اپنے خیالات کو بھی منور کیا اور نیر علم معانی و بیان کی نظر سے اس کو اپنا مقتدا اٹھرایا +

کیا جرمن کے مصلحان دین عیسوی خصوصاً لوتھر مقدس پر غل نہیں چکا کہ یہ لوگ درودِ ہدایہ کو پھیلانا چاہتے ہیں؟ کیا اسلام (یا قرآن) اور لوتھر کے اصول ثبت شکنی کو شیخ المشائخ مراکش نے باہم مطابق نہیں بتلایا؟ کیا اتخذوا اجلسا ہم و رہبانہم اس با با من دون اللہ نے لوتھر کے دل پر کچھ اثر نہیں کیا؟

۴۔ اس قدر فرصت اور سامان تو مینا نہیں کہ ان سب ترجموں کے حسن و فح حال لکھا جاوے مگر کسی قدر چند ترجموں پر نظر ضرور ہے +

دولت فرینچ کی طرف سے انٹرس و ڈولمانیو سلطنت مصر میں تونس و سلوس تھا چو کہ عربی ترکی سے ماہر تھا اس نے فرانسیسی زبان میں قرآن کا ترجمہ کیا۔ گویہ ترجمہ روٹن ان سس کے لاطن ترجمہ سے بہت افضل اور فائق تھا مگر پھر بھی غلطیوں سے محفوظ نہ تھا۔ مشر سیکل کہتے ہیں کہ اسکے ہر صفحہ میں غلطیاں ہیں اور اکثر تبدل و حذف و زیادتی کی ایسی خطائیں ہیں کہ اس قسم کی تصنیف میں معاف و معذور نہیں ہو سکتیں +

There being mistakes in every page, besides frequent transposition, omissions, and additions, faults unpardonable in work of this nature."—G. Sale.

سیوا سہی جو ایک اور فرانسیسی مترجم قرآن ہے اس ترجمہ کی نسبت کہتا ہے کہ اگر قرآن جو تمام مشرقی ملکوں میں عبارت کے کمال اور قوت خیال کے مجد و اجمال میں اعلیٰ مرتبہ پر ہے ڈورائر کے ترجمہ میں ایک نثر غیر منتظم و بے رونق جس کے پڑھنے سے طبیعت کو ماندگی آوے معلوم ہو تو یہ الزام اس طرز پر ہے کہ جس طور سے اس کو ترجمہ کیا گیا ہے۔ یہ کتاب (قرآن) زبور و اود کی مانند مجد اجد آیتوں میں ہے۔ یہ طرز تحریر جو نبیوں نے اختیار کیا اس غرض سے تھی۔ کہ نثر میں زندہ خیالات اور نظم کے استعائے اور محاورات بیان ہیں اُسکیں۔ ڈورائر نے بالاحاطہ تن کے سب آیتوں کو ملا دیا۔ اور ان کو اک بیان مسلسل کر دیا اور اس مصیبت کے رفع کرنے کو

بار و تفسیریں اور پیچکارو و عنایتیں بیچ میں ملا دیں جس سے اس (قرآن) کے خیالات کی شان اور عبارت کی فریبندگی بالکل جاتی رہی اور اصل کی تعریف ناممکن ہو گئی۔ اس ترجمہ سے کوئی نہیں خیال کر سکتا کہ قرآن عربی زبان میں فدا اور وحید ہے۔ انتہی +

“If” says Savary, “the Koran, which is extolled throughout the east for the perfection of its style, and the magnificence of its imager, seems, under the pen of Du Ryer, to be only a dull and tiresome rhapsody. the blame must be laid on his manner of translating. This book is divided into verses, like the Psalms of David. This kind of writing, which was adopted by the prophets, enables prose to make use of the bold terms and the figurative expressions of poetry. Du Ryer paying no respect whatever to the text, has connected the verses together, and made of them a continuous discourse. To accomplish this mishappen assamblage, he has had recourse to frigid conjunctions and to trivial phrases which, destroying the dignity of the ideas, and the charm of the diction, render it impossible to recognize the original. While reading his translation, no one could ever imagine that the Koran is the masterpiece of the Arabic language, which is fertile in fine writers; yet this is the judgment which antiquity has passed over it.”\*

۵۔ ایک اور بہت مشہور ترجمہ قرآن شریف کا لاطینی زبان میں فادر مرکشی نے لکھا اور جمل المنن مصحاشیہ ۱۶۹۹ء میں چھپا اس ترجمہ کی نسبت فاضل سیواری کی یہ رائے ہے کہ ”اس فاضل راہب نے جس نے چالیس برس ترجمہ اور ترویج کرنے میں صرف کئے صحیح طریقہ کا برتاؤ کیا یعنی اس نے متن کے موافق اس کی آیتوں کی تقسیم کی مگر اس نے ترجمہ لفظی کر ڈالا اس نے قرآن کے مضمون کو نہیں بیان کیا بلکہ اس کو لاطینی وحشی زبان میں پریشان کر دیا ہے اور گواہ عبارت کی سب خوبیاں اس ترجمہ سے جاتی رہیں تاہم اس ترجمہ کو ڈورائے کے ترجمہ پر ترجیح ہے۔ انتہی +

“Of Maracci's translations Savary says : Maracci that learned monk, who spent forty years in translating and reiting the Koran, proceeded on the right system. He divided it into verses according to the text; but, neglecting the precept of a great master.

‘Noc verbum verbo carabis reddere, fidus Interpres; &c.

\* Sale's translation of the Koran, page 7, note.

The translated it literally. He has not expressed the ideas of the Koran, but travestied the words of it into barbarous Latin. Yet, though all the beauties of the original are lost in this translation, it is preferable to that of Du Ryre."

۱۔ ایک رسالہ بھی مسلمانوں کی تردید میں اس ترجمہ کے ہم نخت چھپا تھا۔ اس کی طرز استدلال کی نسبت مسٹر جارج سیل لکھتے ہیں کہ "جو حاشیے اس نے لگائے وہ تو بڑے فائدے کے ہیں مگر اس کی تردید جس کی وجہ سے کتاب کی ضخامت بہت بڑھ گئی وہ بہت ہی کم یا کسی کام کی نہیں کیونکہ اکثر غیر کافی اور گاہ گاہ گستاخ ہے۔"

"The notes he had added are indeed of great use; but his refutations, which swell the work to a large volume, or of little or none at all, being often unsatisfactory, and sometimes impertinent."—G Sale.

۲۔ ۳۲ علم میں جارج سیل صاحب کا انگریزی ترجمہ قرآن مجرم کی زندگی میں چھپایا ترجمہ عرب لکھے ترجموں سے زیادہ تصحیح اور صاف ہوا اور اس وقت سے تمام اہل تحقیق اور اہل علم میں معتبر اور مشہور ہے مگر اس میں جو نقص رہ گیا وہ یہ ہے کہ مترجم نے آیتوں کی تفریق نہیں کی اور تمام کتاب کو ایک بیان مسلسل کر دیا۔ اور یہ ایک بہت بڑا نقص تھا جس کی اہل علم میں بڑی شکایت تھی اور ناواقفوں کو طعنہ کی گنجائش۔ ایک امر کی اور بھی شکایت دیوینڈن اڈویل نے کی ہے کہ سیل نے ترجمہ قرآن میں مراکشی کے تتبع پر تفسیری فقرے بھی تین تین لکھے ہیں لگو ان کو پوری تیز کے لئے دوسری قسم کے حرف میں لکھا) اور یہ کہ سیکسن کی زبان کے عوض اکثر الفاظ لاطن زبان کے لکھے ہیں۔

Sale has, however followed Maracci too closely. especially by introducing his paraphrastic comments into the body of the text, as well as by his constant use of Latinized instead of Saxon words.

Rev'd J. M. Rodwell's translation of the Koran.

page XXV

۳۔ ان ترجموں کے بعد ریورینڈ اڈویل رجودار العلم کیمبرج سے مخاطب خطاب فیصل العلماء ہیں) کا اپنا ترجمہ انگریزی میں شہرہ ہوا۔ اس ترجمہ میں دو باتیں نئی اور لائق تعریف ہیں ایک یہ کہ ہر ایک آیت کا ترجمہ بالکل علیحدہ علیحدہ کیا ہے اور ایک ایک عشر پر ہندسہ شمار بھی قائم کیا

Sale's translation of the Koran, page 8, note.

۹۔ سورتوں کی یہ ترتیب بہت قدیم ہے اور غالباً صرف جمع اور ضخامت کے اعتبار پر ہے مثلاً پہلی سیدہ طویل (یعنی سات لمبی سورتیں) پھر سُنُون (یعنی سو سورتیں تک کی سورتیں) پھر مثنائی (جن میں سو سورتوں سے زیادہ ہیں) پھر مفصل (باقی کی چھوٹی چھوٹی سورتیں) اگر اس ترتیب کی رعایت ضروری نہیں ہے۔ مصحف حضرت علیؑ اور ابن مسعودؓ والی کی جُدا جُدا ترتیبیں تھیں +

قال الباقلاویؒ ان ترتیب السور لایجب فی الکتابۃ ولا فی الصلوۃ ولا فی الدرس والتلقین وانہ لمدیکن نص ولاحد یحرر فی الفہ ولذا الذائف بترتیب المصحف بعل عثمان مجمع بحار الانوار۔ تکملہ (ج) ص ۳۳ +

سورتوں کے سیاق اور ترتیب میں غالباً اہل یورپ نے مسلمانوں کی بہ نسبت زیادہ دقیق نظر کی اور باریکیاں نکالیں اور جود و دہانت دکھائی وہ کہتے ہیں کہ اس کی عبارت کہیں تو مجمل و لیرائے و فضل جلال سے بھری ہوئی تیز آسان اور باہم متشابہ ہے۔ اور کہیں مفصل کثیر الفقرات منقطع ملائم اور منشور ہے اور انہیں مختلف کیفیتوں پر یورپین اہل تحقیق نے جہاں کہ روایتوں سے تاریخ نزول نہیں ملتی ترتیب کی بنا رکھی ہے۔ دیکھو حمیرس انسائیکلو پیڈیا جلد ۵ +

The style varies considerably, sometimes concise and bold, sublime and majestic, impassionate, fluent and harmonious, obscure, tame and prosy: and on this difference modern investigators have endeavoured to form a chronological arrangement of the Koran, wherein other dates fail.

“Ohamber's Encycl. Vol. V.

ایک اور محقق عائیل ڈی اوش (اسرائیلی) کہتا ہے کہ عموماً تین قسمیں اصل میں ہو سکتی ہیں۔ ایک ابتداء کے زمانہ کے مجاہدات جن کی علامتیں کلام شعر گوئی میں طبیعت کی روانی اور نیچر کے محاسن کا احساس شدت سے بڑی حرارت کوہ آتش فشاں کی مانند دفعتاً بھڑک اُٹھنے سے جن کا

لہ قال الخطابی والتحقق ان اجناس الکلام مختلفۃ ومزاجات البیان متفاوتہ فیہا البلیغ الوصیین الجلیل ومنها الفصیح القریب السہل ومنها الجائز الطلق الرسول وھذا اقسام الکلام الفاضل الحمد ونا اول اعلاھا والثانی اوسطھا والثالث ادناھا واقرھا فجاءت بلاغات القرآن من کل قسم ھذا الاقسام حصۃ واخذت من کل نوع شعبۃ فانتظم بها بانتظام ھذا الاوصاف نظم الکلام بحکم صفی الخاتمۃ والعدوبۃ ما علی الاقراء فی لغوتھا کا المتضادین لان العدوبۃ تاج السہولۃ والجزالة والمقالۃ۔ یوالجان نوعاً من الزعمی اما کان اجتماع کلادین فی نظہ مع یتوکل واحد منہما علی الآخر فضیلہ خص بہ القرآن لیکون ایتہ بنیۃ صلی اللہ علیہ وسلم انتاج ۴۰۶ +

الفاظ میں منظم ہونا بھی دشوار ہے۔ پائی جاتی ہے۔ اور زیادہ تر نثر کی عبارت اور نصاب کے احکام بلوغ اور رشد کے زمانہ پر دلالت کرتے ہیں اور ادھر و نو اہی اور خطبی اور احکام و نصاب کی تکرار اور کتب سابقہ کی اعانت چھوڑ دینا یہ اشارہ کرتے ہیں۔ اقتدار کے حصول کامل اور رسالت کی تکمیل اور تنظیم پر۔ دیکھو رسالہ کو اس ٹولے میں یو یو جلد ۳۷ نمبر ۲۵۴۔ لندن ۱۹۹۶ء

Broadly speaking, three principal divisions may, with psychological truth, be established: the first, corresponding to the period of early struggles, being marked by the beauties of culture, in period of early struggles being marked by the beauties of nature, in sudden, most passionate, lava-like outbursts, which seem scarcely to articulate themselves into words.

The more prosaic and didactic warns us of the approach of manhood, while the dogmatizing, the sermonizing, the reiterations and the abandoning of all Scriptural and Haggadic help-mates point to the secure possession power, to the consummation and completion of the mission."

THE QUARTERLY REVIEW. VOL. 127 No. 254.

LONDON 1869 Art. "Islam."

مگر ان لوگوں کے یہ خیالات محض قیاسی ہیں عبارتوں کا اختلاف ایسے حالات اور حوادث کا نتیجہ نہیں ہے۔ دیکھو چیمبرس نے اسی مقام پر متصلاً لکھا ہے کہ ان کوششوں میں کامیابی نہیں آئی کیونکہ جوانی کا کمال کھولتے کا زمانہ اور انحطاط مجرأت ایسی چیزیں نہیں ہیں جو ایسے آدمی کی تحریر میں جیسے محمد (صلعم) تھے آسانی دریافت ہو سکیں

"But none of these attempts can ever be successful, full manhood, approaching age, and declining vigour are not things so easily traced in the writings of a man like Mohammed." Chambers Ibid.

۱۰۔ اور بالآخر ان اہل نظر کو اس میں اعتراض کرنا پڑا کہ یہ متبادل یعنی کلام کا ایک حالت دوسری حالت کو بدل جاتا ہے اور وقت جیسے بجلی کی سی چمک۔ قرآن کی بڑی سحر و جادو میں سے

لے قال بعضهم الفرق بين التخلّص والاستطراد انك في التخلّص توكت ما كنت فيه بالكلية واقبلت على ما تحصلت اليه۔ وفي الاستطراد تذكر ما كان الامر الذي سطرت اليه مروراً بالبرق الخاطف ثم تتركه وتعود الى ما كنت فيه كأنك لم تفقد ما وانما عرض عروضا قال وبهذا يظهر ان ما في سورتي الاعراف والشعراء من باب الاستطراد لا التخلّص بل هو في الاعراف الاقصة موسى لقوله ومن قوم موسى امة الى اخره۔ وفي الشعراء الاذكار الانبياء

ہے۔ چنانچہ فاضل جرنی گیتا کہتا ہے کہ جب کبھی ہم قرآن کو پڑھتے ہیں تو ہمیشہ تازہ معلوم ہوتا ہے۔ اور بتدریج اس کی کشش پائی جاتی ہے۔ تعجب دلاتا ہے۔ اور بالآخر اپنا فریفتہ کر لیتا ہے۔ دیکھو وہی رسالہ اسی مقام پر +

“And it is, exactly in these transitions, quick and sudden as lightning, that one of the great charms of the book, as it now stands, consists, and well might Goethe say that, ‘as often as we approach it, it always proves repulsive anew, gradually, however, it attracts, it astonishes and, in end forces into admiration.’—

“The Quarterly Review.” Ibid.

۱۱۔ قرآن کی آیتوں کی ترتیب جس پر یہاں ضمناء لنگو ہو رہی ہے عجیب حسن اور حکمت سے ہے۔ غیر ملکوں میں جو قرآن کے ترجمہ ہوئے اور ان میں سے اکثر نے اس کو ایک بیان مسلسل کر دیا اس وجہ سے اس کا لطف مناسبت و ارتباط آیات جاتا رہا اور ترجمہ کے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۱ | والا ممد۔ ویقرب من حسن التخص الانقال من حدیث الی آخر  
تنشیط السامع مفعولاً بحدیث القولہ فی سورۃ ص بعد ذکر الابیاء۔ ہذا ذکر وان التتقین  
لحسن ما یفانہ القرآن نوع من الذکر لما انتہی ذکر الابیاء وهو نوع من التتقین اذ اذکر انہ ذکر نوع امر  
وهو ذکر الحجة واهلہا ثم لما فرغ قال ہذا وان للطاعین لشراب تذکر لہا امر اہلہا التقان نوع امر منہ  
لہ ”انا سمعنا قرآنا عجیباً“ سورۃ احسن +

عند وقت قلت فی اعجاز القرآن وجہا ذهب عنه الباس وهو صنیعة فی القلوب وتثیر  
فی النفوس فانہ لا تنسم کل ما غیر القرآن منظوماً ولا مثولاً اذ فرج السم خالص لہ الی القلب من اللہ  
والجلالة فی حال ذی الروعة والمہابة فی حال اخر اتخلص منہ الیہ قال تعالیٰ۔ لوان تذکر لہ  
القرآن علی جبل لرایتہ خاشعاً متصلاً عامراً خشیة اللہ وقال لوانزل احسن الحدیث کتباً متشابہاً  
شانی نفسہ منہ جلوا والذین یحشون ربہم خطابی (علی ما نقل عنہ فی الاقان ۶ ص ۷۵۸) +  
ومنہ الروعة التي تلحق قلوب سامعہ عند سماعہم والحبیة التي تعزیم عند تلاوتہ  
وقد اسلم جماعت عند سماع الایات منہ کما وقع ببجیرین مطعمہ انہ سمع النبی صلی اللہ  
علیہ وسلم یقرء بالغرب بالطور قال فلما بلغ ہذا الایة امخلفو من غیر شیء مہم  
لما لقون الی قولہ المصیطرون کا وقلبی ان یطیر۔ قال وذات اول ما وقوا السلام  
فی قلبی۔ وقد مات جماعت عند سماع الایات منہ (ایضاً ص ۷۶۰) +

پڑھنے والوں کو ایک بے مزہ بھکی الجھاؤ کی تقریر معلوم ہوئی :

“One assemblage” says M. Karimiski in his preface. “informe et incoherent de preceptes moraux, religieux, civils et politique maled' exhortations, de promesses, et de menaces.”

مگر حقیقت ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ ہرچند کہ قرآن کا نزول مختلف واقعات اور متفرق اسباب پر ایک عرصہ دراز میں ہوا جن کی وجہ سے اکثر ایسی عبارتیں جو جملہ واحدہ نازل ہوئیں مستغنی عن الغیر اور اکثر آیتیں مستقل ہیں اور ایسے فقرات کے باہم انتساق اور ارتباط کی توقع عبرت ہے مگر تاہم اکثر آیات کا ربط مخفی اور مناسبت معنوی بڑی حکمت کی ہے اور عموماً مفتتن نے اس و شواہد را راہ اور دقیق مرحلہ میں گزر نہیں کیا :

۱۲۔ قرآن کی آیات اپنی ذات سے اور نیز واقعات کے لحاظ سے اور اس وقت کی رسم و عادات کی نظر سے جیسا کہ متفرق متفرق ہوتی تھیں ویسی ہی ان کی قوت تھی اکثر زبان

لہ المناسبة علم حسن لکن یشرط فی حسن ارتباط الکلام ان یقع فی امر متحد مرتبط اولہ بأخروہ فان وقع علی اسباب مختلفہ لم یقع فیہ ارتباط ومن مبربط ذلک فهو متکلف بما لا یقدر علیہ الا بربطہ بربط یصل عن مثله حسن الحدیث فضلاً عن احسنہ فان القرآن نزل فی نیف وعشرین سنة فی احکام مختلفہ شرعت لاسیاب مختلف وما کان کذلک لایاتاتی ربط بعضہ ببعض۔ شیخ عزیز الدین بن عبد السلام :  
لہ علم المناسبت علم شریف قل اعتنا المفسرین بہ لدقته ولہن اکثر منہ الامام فخر الدین۔ اول من اطهر علم المناسبتہ الشیخ ابوبکر الیشاپوری وکان عزیز العلم فی الشریعة ولادب وکان یقول علی الکرسی اذ اقروی علیہ لم جعلت ہذا الایۃ الی جنب ہذا وما حکمتہ فی جعل ہذا السورۃ الی جنب ہذا السورۃ وکان یدہری علی علمہ ویدہر ادبہ وعلہم بالمناسبتہ۔ وقال الامام الرازی فی سورۃ البقر ومن تامل فی لطایف نظم ہذا السورۃ وفی بداہیم ترتیبہا علم ان القرآن کما اذہ معجز الجسب فصاحتہ الفاظہ وشرف معانیہ فهو ایضاً بسبب ترتیبہ ونظم آیاتہ۔ ولعل الذین قالوا انہ معجز بسبب اسلوبہ امر ادو ذلک الا انی رايت المفسرین معزین عن ہذا اللطایف غیر متنبہین لہذا الاسرار ولس الامر فی ہذا الباب الا کماتیل

والنجم تستبصر الا بصار صورته

والذنب للطرف لا انجم فی الصغر - اتقان ۴۲

ہوا کرتی تھی اور سننے والوں کی جماعت کے آگے قرآن پڑھ سُنایا جاتا تھا اور اس وجہ سے بہت کچھ باتیں از قلم نہاد و تعجب و سکون و ترتیل یا مد و قصر و استقام و مبالغہ پڑھنے والے کے حسن ادا پر موقوف رہتی تھیں۔ اور اس وجہ سے بہت سے الفاظ جن کی کتابت میں ضرورت ہوتی ہے پڑھ سنانے میں حاجت نہیں پڑتی تھی اور اُس کا ایسا ایک مذاق ہوتا تھا کہ سننے والے اُس پر غش کرتے تھے اور وجد میں آتے تھے۔ اور سنگدل مخالف اس کی قوت میں شور و غل کرتے تھے تاکہ اُوں لوگ اس پر دل نہ لگادیں +  
سراڈویل صاحب دیباچہ ترجمہ قرآن صفحہ ۱۱ میں لکھتے ہیں :-

“ And of the Suras it must be remarked that they were intended not for readers but for hearers—that they were all promulgated by public recital—and that much was left, as the imperfect sentences show, to the manner and suggestive action of the reciter.”

The Koran translated by the Revd. J. M. Rod.

Wall M. A.

یعنی سب سورتیں پڑھنے والوں سے خطاب نہیں کی گئی تھیں بلکہ سننے والوں سے خطاب کی گئی تھیں اور سب کی سب جلسہ عام میں پڑھی جاتی تھیں اور بہت کچھ (جیسا کہ ناتمام فقرہ سے ظاہر ہوتا ہے) پڑھ سنانے والے کے آداب اور طرز ادا پر چھوڑا جاتا تھا +  
چنانچہ قاری کی اس طرز و انداز اور پتروں کی رعایت پر قرآن مجید میں بھی اشارہ ہوا ہے +

وقوانا فوقنا لا نقرا لا علی الناس علی مکث۔ (اسری ۶۱) +  
یعنی پڑھنے کا وظیفہ کیا ہم نے اُس کو ثابت کرتا کہ تو اُس کو لوگوں پر بھڑھڑھ کر پڑھے اور سرثلثہ ترتیل (دوقان ۳۱) پڑھ سُنایا اُس کو ہم نے بھڑھڑھ کر +  
اس نکتہ باریک کی رعایت سے ترتیب کی مناسبت اور بہت سی مشکلات کا حل ہونا حاصل ہوتا ہے +

۱۳۔ قرآن کی کتابت اور حفاظت کا اہتمام جناب پیغمبر کے زمانہ حیات میں اُس شان اور نگہداشت سے ہوتا تھا کہ ایک جماعت صحابہ کلمات وحی کو لکھتی تھی اور دوسری

لہ ان الذین اوتوا العلم من قبلہ اذایتلی علیہم یخرون للہ ذقان سجدا۔ (اسری) +

ویخرون للہ ذقان یسکون وینزلہم خشوعاً (ایضاً) +

لہ وقال الذین کفر والاسمعوا لهذا القرآن والغوا فیہ لعلکم تغلبون۔ (رحمہم اللہ)



جماعت اُس کے حفظ کرنے پر متعین اور بہت سے اصحاب حافظ اور جامع ہی تھے چنانچہ تمام قرآن جتنا کہ اب موجود ہے جناب پیغمبر کے زمانہ میں لکھا جا چکا تھا۔ اور خود قرآن میں متعدد مقامات پر اس کے مکتوب ہونے پر اشارہ اور تصریح ہوئی ہے اور لکھنے والوں کا بھی ذکر ہوا ہے \*

(۱) ”کَلَّا اِنْهَا تَذَكَّرَا“ \*

”فَمِنْ شَاءَ ذَكَرَا“ \*

”فِي صَحْفٍ مَّكْرُمَةٍ“ \*

”مَرْفُوعَةٍ مَّطَهَرَةٍ“ \*

”بِأَيْدِي سَفَرَةٍ“ \*

”وَكِرَامٍ بَدْرَةٍ“ \*

(جلس ۱۱-۱۲)

یعنی یہ قرآن اک نصیحت ہے۔ پھر جو کوئی چاہے اُس کو پڑھے لکھی ہے ادب کے ورثوں میں۔ عالی اور پاک۔ مکتوبوں میں لکھنے والوں کے جو معزز اور نیک ہیں \*

یہ بہت قدیم سورہ ہے اور غالباً ہجرت حبشہ کے پہلے کی ہے۔ یہ زمانہ ابتداء اسلام کا زمانہ تھا۔ اس وقت میں کاتبان قرآن کی تعریف اور توثیق ہوئی جس سے قدیم سے اسکی کتابت اور حفاظت کا اہتمام ثابت ہوتا ہے \*

(۲) ”بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَّجِيدٌ“ \*

”فِي لَوْحٍ مَّحْفُوظٍ“ \*

(بروج ۲۱ و ۲۲)

یعنی یہ قرآن ہے بڑی شان کا۔ لکھا ہے تختی پر جس کی نگہبانی ہوتی ہے \*

لوح کہتے ہیں شانہ کو اور شانہ کی چوڑی ہڈی پر قرآن لکھا جاتا تھا۔ (لوح۔ کتف و ہرچہ بہن باشد از استخوان و چوب و تختہ۔ صراح۔ وفيہ ايتونى بكتف و بدوات اکتب لکم کتابا و هو عظم عریض فی اصل الحيوان کانوا یکتبون فیہ لقلہ القراطیس عند ہمد۔ مجمع بجلال الانوار) جس شخص کو سابق کی کتب مقدسہ کی تحریر اور حفاظت کے سامان پر تھوڑی سی بھی اطلاع ہوگی اور جانتا ہوگا کہ بنی اسرائیل میں کتب مقدسہ کے لکھنے کا کیا دستور تھا اور ان پر کیا کیا حادثہ پڑے اور اُس کو لفظ ”محفوظ“ سے بعلم یقینی معلوم ہوگا کہ کس بات کی رعایت رکھی گئی ہے \*

یہ سورہ بھی قدیم کئی سورتوں میں سے ہے \*

”بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِي صُدُورِ الَّذِينَ اَوْتُوا الْعِلْمَ“ غلبت ۴۵ \*

(۳) ”وکتب مسطور“ \*

”فی سرق منشور“ \* (طور ۳۷)

معنی قسم ہے لکھی کتاب کی۔ کشادہ ورق میں \*

سورہ طور بھی مکی سورت ہے جو قبل ہجرت نازل ہوئی۔ رق کہتے ہیں چمڑے کو جس پر اگلے زمانہ میں کتابیں لکھی جاتی تھیں رق بالفتح پورست آہو کہ بروے نویسد (صرح) -  
سرق جلد سقیق یکتب فیہ (قاموس) \*

قدیم زمانہ میں مصریوں نے کتابت کے واسطے پیرس کا کاغذ ایجاد کیا۔ اہل مصر اس کاغذ کو جو ایک درخت کے پتوں سے بنایا جاتا تھا پاؤں سے اہل یونان نے پلیٹیں کسنا شروع کیا۔ عبرانی زبان میں اسے گوئی کہتے تھے شاید یہ لفظ قبلی زبان سے لیا گیا ہے کیونکہ وہ لوگ کتاب کی جلد کو گوم کہتے ہیں اور عربی جدید میں اس کا نام بردی ہے۔ پہلے تمام ممالک میں اسی کاغذ پر کتابیں لکھی جاتی تھیں مگر جب یونینوس دوسرے بادشاہ مصر نے پیرس کاغذ کو جانا بند کر دیا تب شہر رگوس میں (جو ایشیائے کوچک میں بہت آباد اور اب اس کی خرابات کا نام پرگہ ہے)۔ چمڑے کا کاغذ بتا شروع ہوا اور اسی شہر کے نام سے معروف ہوا چنانچہ اسی پرگوس کو بگاڑ کے انگریزی میں پاچنٹ کہتے ہیں۔ سنہ عیسوی سے اک صدی پیشتر اس چمڑی کاغذ کا خوب رواج ہو گیا تھا۔ ہیرودوٹس نے اپنے زمانہ میں چمڑے کے کاغذ کی کتابوں کا ذکر کیا ہے۔ یہ مورخ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بھی پانچ سو برس پیچھا پیشتر ہوا ہے۔ مگر پلینی نے اس کی ایجاد کی تاریخ ۹۶ سال قبل سنہ عیسوی قرار دی \*

اس آیت سے قرآن کا مکتوب ہونا تو ظاہر ہے مگر لفظ رقی نے بہت بڑا فائدہ دیا کہ اس کا چمڑے کے ورقوں پر لکھا جانا ثابت ہوا۔ ہم کو خبر ملی ہے کہ انجیل کے نسخے پیرس کاغذ پر لکھے جاتے تھے اور چونکہ یہ کاغذ بہت سستا تھا اس لئے بہت ہی بود اور ناپاؤمرا تھا اور انجیل کے نسخے بدست مومنین میں متداول بہتے سے بہت جلد تلف ہو جاتے تھے (دیکھو چمڑے)۔ انسائیکلو پیڈیا۔ آرٹیکل بیبل اس لئے قرآن کی زیادہ حفاظت اور صیانت کے لئے اس کو شروع میں چمڑے کے ورقوں پر لکھتے تھے \*

اور وائٹس بھی اسی کی تائید میں ہیں کہ پہلے قرآن قطعات ادیم یعنی چمڑے پر لکھا جاتا تھا علامہ ابن حجر کا قول تفسیر القرآن (نوع ۱۸ ص ۴۸) میں منقول ہے۔ انما کان فی الادیب والعصب الا قبل ان یجمع فی عبد ابوبکر ثلثہ جمع فی الصحف فی عہد ابوبکر کما ذلت علیہ اخبار الصحیحۃ المتراذفہ \*

(۴) ”انہ لقوان کویہ“ +

”مفی کتاب مکنون“ +

”الایمہ الا المطہرون“ + (واقعہ ۷۵-۷۸)

یعنی بے شک یہ قرآن ہے عزت والا لکھا ہوا ہے محفوظ کتاب میں اس کو وہی چھو تے ہیں جو پاک ہیں +

اس میں قرآن کی تعریف میں وہی کتابت اور حفاظت بیان ہوئی ہے اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کے نسخے بکثرت موجود تھے اور عوام میں منتشر تھے۔ اور کتاب کنون کہتے ہیں اشارا اس پر کہ کا تبوں کے وہم اور غلط سے محفوظ ہے۔ اور جس شخص کو کتابوں کی بے احتیاطی غفلت اور خود رانی کی اصلاح جو انہوں نے کتب سابقہ کی نقل و کتابت میں کی ہے معلوم ہو اس کو البتہ ان الفاظ کا کنون اور محفوظ کا بھیدا و رکابوں کی دیانت اور امانت کی توثیق کی وجہ خوب ظاہر و روشن ہوگی +

(۵) یہ تو مکہ کی کیفیت تھی اور مئی آیتوں میں اور بھی زیادہ قرآن کے مکتوب ہونے کا

ذکر ہے +

”رسول من اللہ تیلوا صحف مطہرۃ“ +

”میں ہا کتب قیمہ“ + (بینہ ۳۵۲)

یعنی رسول اللہ کا پڑھنا ہو یا پاک نوشتے جن میں سچی کتابیں لکھی ہوئی ہیں +

(۶) کئی جگہ قرآن کو کتابت کے لفظ سے یاد کیا ہے +

”ذالک الکتاب لاریب فیہ“ + (بقرہ)

”کتاب احکمت ایانہ“ + (نساء)

”انزل علیک الکتاب“ + (نور)

ان کل آیات پر نظر کرنے سے ظاہر ہے کہ مدینہ میں قرآن کے نسخوں کی بہت کثرت سے اشاعت ہو گئی تھی اور آپ سے آپ ہی ایسا ہوا ہو گا کیونکہ جبکہ مکہ میں قرآن کے متعدد نسخے موجود تھے اور ایک جماعت کا تبوں کی متعدد تھی حالانکہ وہ زمانہ اسلام کی مصیبت کا تھا اور مسلمان بھی کم تھے اور جبکہ مدینہ میں مسلمانوں کو امن ملا اور تعداد بھی بڑھی تو بالضرور کتابت کی کثرت اور دور دورے میں منتشر ہونے ہونگے +

۱۴۔ ایک تو اس وجہ سے کہ عرب میں اکثر لوگ اپنی عادت اور طبیعت کی وجہ سے نصیحت کی باتوں اور تاریخی حالات کو شعر اور قصیدوں کو حفظ کرنے کے عادی تھے اور دوسرے

اس وجہ سے کہ قرآن کے عالی مضامین اور عمدہ نصیحتیں اور خدا کی صفات اور مکارم اخلاق اس زمانہ کے کاہنوں اور شاعروں کے خیالات سے نہایت عمدہ اور فضل اور فصاحت و بلاغت میں لاثانی اور بے مثل اور ہمیشہ عجائبات قدرت کا ذکر اس میں پایا جاتا تھا اس جہت سے عرب کے لوگ اس کو اور بھی پسند کرتے تھے اور عجارت اور مضمون دونوں کی خوبی پر لوٹ جاتے تھے اور اچنبھے سے سنتے اور توجہ سے کان لگاتے تھے۔ پس یہ باتیں اس کی حفظ اور نگہداشت پر علاوہ زمانہ کی عادت اور رسم کے اور بھی قوی وجہیں ہوئیں۔

جناب پیغمبرؐ کی حیات میں تمام جزیرہ عرب میں اسلام مشہور ہو گیا تھا بجز قلم سے لیکر کتب کے کنارے تک وہاں سے خلیج فارس کے آخر تک اور فرات سے ہوتا ہوا ملک شام کے کنارے کنارے پر بجز قلم تک تمام ملک اسلام سے مملو تھا اس میں کثرت سے دیہات اور قصبات آباد تھے اور بحرین نجد و عمان و قبیلہ بنی طے و ربیعہ و قضاعہ و طائف و مکہ و مدینہ وغیرہ شہروں اور بستیوں میں قرآن کی تلاوت اور کتابت بڑی کثرت اور شوق اور احترام اور وینداری سے ہوتی تھی اور ایک ہی متن مصحف سب اطراف میں شایع اور منتشر تھا۔

”ذکر السید الاجل المحدث علیہ السلام ابو القاسم علی بن الحسین الموسوی۔ ان القرآن کان علی عهد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجموعاً مولفاً علی ما ہو علیہ الآن واستدل علی ذلك بان القرآن کان یدرس ویحفظ جمیعہ فی ذلک الزمان وانہ کان یعرض علی النبی ویتلے علیہ وان جماعة من الصحابة کعب اللہ بن مسعود وابی ابن کعب وغیرہم ختموا القرآن علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عدت ختمات وکل ذلک بادی تامل یدل علی انہ کان مجموعاً مرتباً غیر منشوراً ولا مبثوثاً“

”قال ابو محمد رحمۃ اللہ مات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والسلام قد انتشر وظهر فی جمیع جزیرۃ العرب من مقطع البحر المعروف ببحر القلزم ملأ السواحل الیمن کلھا الی بحر الفارس الی منقطعة مارا الی الفرات ثم علی منقطعة وصفیہ الی منقطع الشام الی بحر القلزم فی هذا الجزیرۃ من المدين والقری ما لا یعلم الا اللہ عز وجل کالین والعیرین والعمان والنجد وجبل طی بلاد مصر وریبعہ وقضاعہ والطائف ومکہ کلہم قد اسلموا بنو المساجد لیس فیہا مدینة ولا قویۃ ولا جملہ الاعراب وقد قرئ فیہ القرآن فی الصلوۃ وعلمہ الصبیان والرجال والنساء وکتب“

رکتاب الفیصل ابو محمد ابن حزمہ لاندلسی

شیخ محدث حر عاملی رسالہ تواتر قرآن میں لکھتے ہیں: (ومن تتبع الاجل فی تصفہم الاثار

من کتب الاحادیث والتواریخ وغیر ذلک فانہ یعلم قطعاً ان القرآن کان فی غایت الکثرة نقله من الناقلین اکثر منهم وانما زال یزید وقد تقدّم فی کلامہ سید المرتضیٰ انہ کان مجموعاً موثقاً علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ ویا علی کثیر ما یدل علی ذلک فظہر انہ بلغ حد المتواتر بل زاد علیہ بمراتب کثیرۃ“ +

۱۵۔ یورپ کے علما اور اہل تحقیق نے قرآن کے حفظ و ضبط اور کتابت کی تفصیلی کیفیتوں کے بیان میں بہت غلطیاں کی ہیں گو اس کے نفی تو اترا و تحریف سے محفوظ رہتے کو سب ہی تسلیم کیا ہے مگر اکثر یہی سمجھے ہوئے تھے کہ آنحضرت کے زمانہ میں قرآن لکھا ہوا نہیں تھا۔ ایک سال بعد انتقال کے جمع ہوا اور جارجیل با اینمہ کثرت معلومات لکھتے ہیں۔ کہ جبکہ کاتب وحی نئی سورۃ کو لکھتے تھے تو مسلمانوں میں شہرہ کی جاتی اور کئی لوگ تو اس کی نقلیں اپنے اپنے لئے لکھ لیتے مگر اکثر تو حفظ ہی یاد کرتے تھے اور جب وہ اصل تحریریں پس آیا کرتی تھیں۔ تو ان کو بلاتر تیب ایک صندوق میں جمع رکھتے جاتے تھے + +

اس میں اگر غرابت ہے تو صرف صندوق کے ذکر میں ہے ورنہ آخر ان اصلی نوشتوں کی حفاظت کے لئے تو کوئی صورت تجویز کی گئی ہو اور گو کہ ہر ایک وحی کی تحریر میں بظن غالباً آلات کتابت کی موافقت اور یکسانیت ممکن نہ تھی اور غالباً اصلی تحریریں پیرس (عسب) الحاف (درم تھیر) قلع الادیم (پارچمنٹ) شانہ اور پسلی کی بڑیوں (بالا کتاف والاضلاع) یا اونسٹ کی پیٹھ پر رکھنے کی لکڑیوں (اقتاب) پر ہوتی تھی تو آخر وہ کیس جمع تو رہتی ہوں گی۔ اور ہر چند کہ بجائے موسوی الواح ”حوش“ کتبہ بن (شہوس ۳۲) جناب پیغمبر اور مسلمانوں کے دل کی زندہ سختیوں پر قرآن نقش ہو جاتا تھا۔ اور نیز مسلمانوں کے پاس سورتوں کی نقلیں اور صفحات بھی محفوظ اور مکثون رہتی تھیں مگر ضرور ہے کہ ایک نسخہ خاص اور صفحہ نبوی پر صفحہ مکرمہ۔ لوح محفوظ۔ کتاب مسطور۔ رقی منشور۔ کتاب مکثون۔ اور صفحہ مطہرہ کا خصوصاً بھی اطلاق ہوتا تھا جامع رہتا ہو گا گو بعد میں جب کہ قرآن شہرت اور تواتر میں کامل ہو گیا تو اب بعد کے زمانہ میں تو اصل نوشتوں کی حفاظت کی ضرورت رہی اور نہ کاتبوں کی توثیق کی +

“After the new revealed passages had been from the prophet's month taken down in writing by scribe, they were published to his followers, several of whom took copies for their private use, but the far greater number got them by heart. The originals, when returned, were put promiscuously into a chest.”

۱۶۔ اب ہم متاخرین محققین یورپ کے نتیجہ تحقیق میں چند اقوال نقل کرتے ہیں :-  
 (۱) سرولیم میور کی تحقیق ایک امر میں بڑی تعریف کے لائق ہے۔ پہلی جلد مطبوعہ لندن  
 ۱۸۳۷ء میں لکھتے ہیں :

“ But the preservation of the Koran during the life-time of Mahomed was not committed to memory dependent on any such uncertain archives. The divine revelation was the corner stone Llam. The recital of a passage formed an essential part of every celebration of public worship ; and its private perusal and repetition was enforced as a duty and a privilege, fraught with a richest religious merit. This is the universal voice of early tradition and may be gathered from the revelation itself. The Koran was accordingly committed to memory more or less by every adherent of Islam, and the extent to which it could be recite was reckoned one of the chief distinctions of nobility in the early Moslem empirie. The custom of Arabia favoared the task. Passionately fond of poetry, yet possessed of but limited means and skill in committing to writing the difusions of t heir bards, the Arabs had long been habituated to imprint them on living tablets of their hearts.

The recollective faculty was thus cultivated to the highest pitch, and it was applied, with all the ardour of an awakened Arab spirit, to the Koran Such was the tenacity of their memory, and so great their power of application, that several of Mohamets followers, according to early tradition, could, during his life-time repeat, with scrupulous accuracy the entire revelation.” The life of Mahomet by W. Muir Esq. Vol 1 page V.

ترجمہ: مگر محمد (صلعم) کی حیات میں قرآن کی حفاظت صرف ان متفرق تحریروں ہی میں منحصر نہیں تھی۔ یہی وحی الہی تمام مسلمانوں کا نبی تھا۔ ہر ایک جماعت عام میں قرآن پڑھنا ضروری تھا۔ اور خلوت میں قرآن کی تلاوت اور ذکر باعث ثواب عظیم تھا۔ یہ مضمون تمام روایات قدیم میں متواتر المعنی ہے اور خود قرآن ہی سے بھی پایا جاتا ہے اسی کے مطابق ہر ایک مسلمان کم و بیش حفظ کرتا تھا۔ اور مسلمانوں کی قدیم سلطنت میں جو شخص جس مقدار تک قرآن پڑھ سکتا تھا اسی اندازہ کے موافق اس کی قدر و منزلت ہوتی تھی اور عزت کی رسم سے اس کی زیادہ تائید ہوتی۔ وہ لوگ نظم کے توازن و شائق تھے اور فن کتابت کا سامان کافی اُن کے پاس نہ تھا۔ کہ خطبوں کو لکھ کر رکھتے اس لئے مدت سے وہ لوگ اس کے مادی ہو رہے تھے

کہ اشعار و خطب کو اپنے دل کی زندہ تختیوں پر نقش کر رکھتے تھے۔ قوت حافظہ اُن کی انتہا کے درجہ پر تھی اور اُس کو وہ لوگ قرآن کی نسبت بکمال سادگرمی کام میں لاتے تھے۔ اُن کا حافظہ ایسا مضبوط اور اُن کی محنت ایسی قوی تھی کہ حسب روایات قدیم اکثر اصحابِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پیغمبر کی حیات ہی میں بڑی صحت کے ساتھ تمام وحی کو حفظ پڑھ سکتے تھے۔“

کتاب سیرتِ محمدی مصنفہ انریبل ولیم میور  
جلد ۱ - صفحہ ۵ - مطبوعہ ۱۸۶۱ء

(۲)۔ پھر اسی باب میں لکھتے ہیں :-

“However retentive the Arab memory, we should have still regarded with distrust a transcript made entirely from that source. But there is good reason for believing that many fragmentary copies embracing among them the whole Koran, or nearly the whole, were made by Mahomet's follower during his life. \* \* \* \* \* The ability being thus possessed, it may be safely inferred that what was so indefatigably committed to memory, would be likewise committed carefully to writing.”

W. Muir. Ibid.

یعنی عرب کا حافظہ کیسا ہی دیرپا کیوں نہ ہوتا ہم ان تحریروں کو جو صرف یاد ہی سے لکھی جاتیں ہم بے اعتبار سمجھ لیتے۔ لیکن اس امر کے باوجود کرنے کی وجہ معقول ہے کہ بہت سی مخبری نقلیں جن میں کل قرآن شامل تھا یا جو تقریباً کل پر مشتمل تھیں مسلمانوں نے پیغمبر کی حیات میں لکھ لی تھیں \* \* \* جبکہ ان لوگوں کو لکھنے کی استعداد حاصل تھی تو صحیح نتیجہ نکل سکتا ہے۔ کہ جو چیز ایسی حفاظت شدید سے یاد کی جاتی تھی وہ اسی طرح بکمال احتیاط لکھی بھی جاتی ہوگی۔“

(۳) اور پھر اسی مقام پر مصللاً لکھا ہے +

“We also know that when a tribe first joined Islam, Mahomet was in the habit of deputing one or more of his followers to teach them Tanscription of portions of the Koran common among the early Moslems. the Koran and the requirements of his religion. We are frequently informed that they carried written instruc-

tions with them on latter point, and it is natural to conclude that they could provide themselves also with transcripts of the more important parts of the Revelation, especially those upon which the ceremonies of Islam were founded, and such as were usually recited at the public prayers. Besides the reference in the Koran itself to its own existence in a written form, we have express mention made, in the authentic tradition of Omar's conversion, of a copy of the twentieth Sura being used by his sister's family for social and private devotional reading. This refers to a period preceding, by three or four years, the emigration to Medina. If transcripts of the revelation were made, and in common use, at that early time, when the followers of Islam were few and oppressed, it seems a sure deduction that they multiplied exceedingly when the prophet came to power, and his Book formed the law of the greater part of Arabia."

Sir W. Mair, Ibid,

تجسس۔ ہم کو یہ بھی معلوم ہے کہ جب کوئی قبیلہ مسلمان ہوتا تھا تو محمدی (صلعم) کی عادت تھی کہ اپنے اصحاب میں سے کسی ایک یا دو اصحابی کو ان کے پاس بھیج دیتے تھے تاکہ ان کو قرآن اور ضروریات دین سکھایاں۔ اور اکثر خبر ملتی ہے کہ وہ اپنے ساتھ مذہبی امور کی تعلیم کے لئے تحریریں لیا یا کرتے تھے پس لاجرم یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ لوگ قرآن کی ضروری سورتیں بھی ہمراہ لیا یا کرتے ہونگے۔ بالخصوص وہ اجزاء قرآن جن پر مذہبی رسوم موقوف تھیں اور جو نمازیں اکثر پڑھی جاتی تھیں۔ علاوہ ان تصریحات کے جو قرآن ہی میں خود اس کے مکتوب ہونے پر اپنی بات ہی میں ایک صحیح روایت میں جعفر بن محمد رضی اللہ عنہما کے مسلمان ہونے کی کیفیت مردی ہے قرآن کی سیوس سورۃ کی نقل کا تذکرہ ہے جو عمر رضی اللہ عنہ کی بہن کے گھر میں جو ان کی ذاتی مصرف کے لئے تھی۔ یہ اس زمانہ کا ذکر ہے جو ہجرت سے ۳ یا ۴ برس پیشتر گذرا تو اگر اس قدر قدیم زمانہ میں قرآن کی نقلیں لکھی جاتی تھیں اور عام تھیں دراصل ایک مسلمان کم اور مظلوم تھے تو یقینی نتیجہ نکلتا ہے کہ جب پیغمبر صلعم کو قوت ہوئی اور یہ کتاب اکثر ملک عرب کے لئے شریعت قرار پائی جاتی تو اس وقت قرآن کے نسخہ کثرت سے بڑھ گئے ہونگے۔ (ایضاً ص ۹ و ۱۰) \*

(۴) پھر ایک جگہ صفحہ ۲ کے حاشیہ پر لکھا ہے \*

"It is evident that the revelations were recorded, because they are called frequently throughout the Koran itself *kitab*, i. e. "the writing," "scripturales."



یعنی یہ بات بدیہی ہے کہ وحی لکھی جایا کرتی تھی کیونکہ خود قرآن میں بارہا اس کا کتاب نام رکھا گیا ہے ۔

(۵) اور اڈویل صاحب سورہ قیامہ و طہ کی بعض آیات سے استنباط کرتے ہیں کہ شروع ہی سے محمد صلعم نے ایک لکھی ہوئی کتاب کے شتہ کرنے کا منصوبہ کر لیا تھا ۔

“ We are led to conclusion that, from the first, Mahommed had formed the plan of promulgating a written book.”

Rev. J. M. Rodwell p. 47.

(۶) کلابسہ الا المطہرون کے حاشیہ پر لکھتے ہیں کہ ”یہ آیت اس امر پر متضمن ہے کہ لا اقل قرآن کے اجزاء کی نقلیں عام کے استعمال میں موجود تھیں اور جب عمر رضی اللہ عنہ ایمان لائے اور انہوں نے اپنی بہن کے ہاتھ سے بیسویں سورہ کی نقل لے لینی چاہی تب ان کی بہن نے اسی آیت کا حوالہ دیا تھا“

“ This passage implies the existence of copies of portions at least of the Koran in common use. It was quoted by sister of Omar when at his conversion he desired to take her copy of Sura XX, into his hand.”

Rev. Rodwell. p. 98.

۷۔ اب یہاں پر ایک شبہ یہ وارد ہو گا کہ جبکہ قرآن جناب پیغمبر ہی کے زمانہ میں سب لکھا گیا اور خود قرآن ہی سے اس کا مسطور و مکتوب ہونا ثابت ہے تو پھر عہد خلافت صدیق میں جمع ہونا کیا معنی اور حضرت عثمانؓ کا جامع القرآن ہونا کیسا ۔

## جواب

حضرت خلیفہ اول کے عہد میں قرآن جمع کئے جانے اور اس سے پہلے اس کا جمع کیا ہوا نہ ہونے کی خبر منجملہ اخبار احاد ہے جو قطعی اور یقینی حالت کے مقابلہ میں قائم نہیں رہ سکتی۔ اور اس کی تقریر ایسی مبالغہ امیر ہے کہ قطعی واقعات کے خلاف ہے۔ پھر اگر اسی طور سے زید ابن ثابت کا قرآن جمع کرنا ہوا ہوتا تو ضرور شتہ ہوتا اور بہت سی روایتیں اسکی پائی جاتیں۔ مگر برخلاف اس کے صحاح میں بہت ہی کم اس کی خبر ملتی ہے۔ خیال کیجئے کہ یہاں کی لڑائی بھڑائی واقعہ و ابومعشرؓ کی ہجری کے ربیع الاول میں ہوئی۔ اور بحساب طبری ۱۱ سال اور بقول اخر ۱۱ سال کے آخر میں ہوئی۔ اور زمانہ خلافت صدیق ۲ برس ۲ مہینے تک مشکل پہنچتا ہے۔ اور

زید کی متبع و تلامش البتہ اک معتد بہ عرصہ تک رہی ہوگی۔ اور کچھ ور کے پتے اور پتھر کے ٹکڑے چرٹے کے ورق۔ تختیاں اور چوڑی ہڈیاں ڈھونڈنی اور منگوانی اور حاقطوں کو ہر چار طرف سے جمع کرنے میں بہت بہت عرصہ اور نیز شرہ ہوا ہوگا تو یہ معاملہ ایسا مشہور ہو جاتا جیسے بدر کا معرکہ اور حزاب کی لڑائی۔ مگر تمام صحاح کو چھان مار ویہ زید ابن ثابتؓ کی بیٹی بن عبد الرحمان۔ یثرب بن سعد ابن شہاب اس کے ناقل پائے جاتے ہیں اور ان کی روایت ایک اور شخص کی روایت سے ایک بڑی بات میں مختلف ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ حضرت حدیثؓ نے خلافت کی حیثیت سے حکماء یعنی خلافت کی حیثیت سے سرکاری طور پر ایک نسخہ (فیشیل اڈیشن) تمام وکمال ایک جلد میں زید سے لکھوایا اور دستور العمل خلافت اور ہدایت نامہ ریاست کے طور پر اس کو رکھا گو وہ پہلے سے بہت لوگوں کے پاس لکھا ہوا موجود اور دُور دُور کے ضلعوں اور پرگنوں میں مشہور تھا۔

میری یہ رائے محقق حارث المحاسنی کے قریب قریب ہے۔ کہا قاتل فی فہم اللسان و کتابت القرآن ایست بحمدہ ثمانہ و ستون عید و سلم کان یا و کتبنا بئسہ و کتبہ کان مفتر قافی الوقاع والکناف والعیب فانما امر الصدیق بنسخنا من مکان الی مکان مجتمعاً وکان ذالک بمنزلۃ اوراق وجدات فی بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیہا القرآن منتشر فجمعہا جامع و بربطہا بخیط حتی لا یضم منها شیء (اتقان نوع ۱۸)۔

مگر یہ نہیں معلوم ہوتا کہ یہ نسخہ تمام وکمال کس چیز پر لکھا گیا غالباً کاغذ پر ہوگا۔ فی موطا ابن ذہب عن مالک عن ابن شہاب عن سالم بن عبد اللہ قال جمع القرآن فی قراطیس۔ اور ایسا ہی مغازی ابن عقبہ میں ابن شہاب سے ہے۔ کان ابوبکر اقر من جمع القرآن فی الصحف۔ مگر صفحہ کی اولیت تو غلط ہے کیونکہ پیغمبر صلعم ہی کے زمانہ میں قرآن صفحہ میں تھا۔ رسول من اللہ ویتلوا صحفاً مطهرة۔

البتہ اسی نسخہ میں غالباً سورتوں کی ترتیب ایسی ہی کی گئی تھی کہ پہلے سبع طوال پھر مؤن پھر مثانی پھر مفصل جیسے اب تمام جہان کے نسخوں میں ہے۔

اور حضرت عثمانؓ تو اپنے عہد میں جامع قرآن نہیں ہو سکتے۔ انہوں نے صرف اتنا ہی کیا کہ قرآن معروف کے کئی ایک نسخے لکھوا کے حکماء اطراف و جوانب دیار اسلام اور فوج کی چھاونیوں میں بکھوادینے اور اس وجہ سے قرآن کی اور بھی زیادہ شہرت اور اشاعت ہوئی یہاں سے حارس محاسنی نے دو تحقیق دی چنانچہ تفسیر اتقان میں منقول ہے مقال الحارث المحاسنی المشہور عند الناس ان جامع القرآن عثمان و لیس کذلک۔

مگر یہ وہابیات روایت کہ انہوں نے کچھ قرآن جلو ابھی دیئے محض بے ثبوت ہے یہ بھی واقعہ اسی قسم کا تھا کہ اگر ہوا ہوتا تو بہت مشہور ہوتا اور بہت اہل مصاحف شکایت کرتے اور ایک بڑی لکھنوی رنج جاتی۔ خصوصاً مخالفان عثمان رضی اللہ عنہ تو اُس کو بہت ہی شہور کرتے مگر بائینہمہ تو فرو داعی کا نول کان خبر نہیں ہوئی ۔

اس کے علاوہ اقل تو اسی میں اختلاف ہے کہ جذا نیکا حکم دیا تھا یا پھاڑنے کا۔ فتح الباری شرح صحیح بخاری تصنیف علامہ ابن حجر عسقلانی میں ہے۔ قوله امر بما سوا لا من القرآن فی کل صحیفۃ او مصحف ان یحرق۔ فی روایۃ اکثر ان یحرق بالخاء المعجمة والمروزی بالمہملۃ وسوا لا الاصلی بالوحجین والمعجمۃ اثبت الخ مگر ابن عطیہ کہتا ہے الروایت بالخاء المہملۃ اصح ۔

پھر ایک یہ بات بھی محل غور ہے کہ ہر ایک حکم سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ تعمیل بھی ہو گیا ہو اور جب تک کہ اُس کے وقوع کی خبریں ایسی ہی جزم اور یقین کے ساتھ نہ سننے میں آویں۔ تب تک اس امر کے واقع ہو جانے اور تعمیل کئے جانے پر یقین نہیں ہو سکتا خصوصاً ایسا امر جو حس اور مشاہدہ کے متعلق ہو۔ اور بخاری کی خبر واحد میں صرف امر ہی امر پایا جاتا ہے اور وہ کچھ بھی ثابت نہیں کر سکتا ۔

بخاری کی شرح کرنے والوں نے (جیسا کہ شرح کرنیوالوں کا دستور ہے کہ متن کے متعلق آؤ مضامین بھی خواہ مخواہ تلاش کر لائیں گے) اس روایت کی شرح میں دو ایک خبریں جلوئے جانے کی لکھی ہیں جو کسی طرح لائق الطینان اور قابل قبول نہیں ہو سکتیں۔ چنانچہ ایک روایت تو ایسی ہے کہ بکربین الاشج صرف قیاساً اور روایت بالمعنی کے طور پر انس کے قول ”اموان یحرق“ کو ”فامر بجمع المصاحف فاحرقها“ کمال مبالغہ سے بیان کرتا ہے۔ اور شعیب کی روایت میں (عند ابی داؤد والطبرانی) اس قدر عبارت زیادہ ہے ”فذلک الزمان احرق المصاحف بالعواق بالنار“ مگر ہم یہ نہیں سمجھتے کہ انس کی یہ روایت کس قسم کی ہے کہ مدینہ میں بیٹھے ہوئے عراق کا حال کہہ رہے ہیں اور مدینہ کے واقعہ کا کچھ ذکر ہی نہیں کرتے۔ غالباً اہل صحاح نے اس جز کو وضعی سمجھ کر طرح دیا ہوگا۔ اور مصعب بن سعد کے طریق سے یہ روایت ہے ”ادرکت الناس متوافرین حین احرق المصاحف فاعجبہم ذلک“ اور پھر یہی روایت اس طرح پر بھی ہے ”ولم ینکو منہم احدا“ یہ دونوں یا ہم ایک دوسرے کی تردید کرتی ہیں اور یقیناً دونوں بناوٹ معلوم ہوتی ہیں ۔

لہذا اس روایت کا ایک راوی شیعہ ہے ۔

خلاصہ یہ کہ اس روایت خلافت وراثت کا ماخذ صرف قولاً یاد ہوا اور قیاساً اس ہی تک پہنچتا ہے اور بوجہ خبر واحد اور مختلف فیہ ہونے کے اس کا غیر مفید علم ہونا پر ظاہر ہے \*  
 ۱۸۔ یہ امر کسی قدر بیان بھی ہوا اور زیادہ بیان کا محتاج بھی نہیں کہ قرآن کے حفظ و کتابت میں ہر ملک اور ضلع کے مسلمانوں نے ہر طبقہ اور صدی میں ایسی کوشش بلج کی اور اس کثرت سے اس کے نسخے مشہور اور محفوظ رہے کہ ایشیا میں اقصاب و چین سے یورپ کے قصائے باہر اسپین تک اور غالباً افریقہ و دیگر جزائر ایشیا و یورپ میں دونوں بھی مختلف نہ ملینگے اور ایک بھی ایسا غلط لفظ یا سو کا تب نہ ملے گا جس کی صحت میں حفاظ اور اہل فن کو ذرا بھی تامل ہو۔ تمام جہان میں جہاں دیکھو ایک ہی متن پاؤ گے اور اس کا ایسا اتحاد اور ہر نسخہ کی ایسی تعجب انگیز موافقت اور یکسانیت بلا مبالغہ ایک اعجاز ہے جس کو منکرین اعجاز بھی حجازاً یا مبالغہاً اعجاز سے منسوب کرتے ہیں۔ تمام بلاد مختلفہ اور ہمسایہ و دوست ایشیا و یورپ و افریقہ سب ملکوں کے حافظوں کے دلوں کی زندہ لوح گو یا کہ اس لوح محفوظ کے ایک ہی چھاپے کی لاکھوں کروٹوں نقلیں ہیں جنہیں چودہ سو برس سے آج تک بعینہ ایک ہی عبارت چلی آتی ہے \*  
 مسٹر آڈوارد ڈگلبن نے ایک مقام پر لکھا ہے :-

... and the various additions of the Koran assert the same miraculous privilege of an uniform and uncorruptable text."

E. Gibbon. Ch. 50. Vol. 6.

یعنی "قرآن کی بہت سی نقلوں سے وہی اعجاز کا سا خاصہ یکسانیت اور عدم قابلیت تحریف کا متن ثابت ہوتا ہے" \*

(تاریخ رومنہ الکبریٰ جلد ۴ باب ۵۰)

سر ولیم میور فرماتے ہیں جلد اول صفحہ ۲ \*

"We may upon the strongest presumpt, affirm that every verse of the Koran is the genuine and unaltered composition of Mahomet himself, and conclude with at least a close approximation of the verdict of Von Hammer.—

"That we hold the Koran to be as surely Mahomet's" word, as the Mahometans hold it to be the word of God."

Sir William Muir. Vol. 1 P. XXVII.

یعنی مثنویت قوی گمان پر ہم اقرار کرتے ہیں کہ ہر ایک فقہ قرآن کا صحیح اور بلا تبدیل محمد ہی کا کما ہوا ہے اور اسکے نتیجے میں جیسا کہ وہ ان ہمیر نے کہا ہے یہ کہتے ہیں کہ قرآن کو ہم بالیقین ایسا ہی محمد کا کلام سمجھتے ہیں جیسا کہ مسلمان اُس کو کلام الہی سمجھتے ہیں۔ ہاں ایک جگہ اور لکھا ہے اور وہ بھی خوب لکھا ہے :-

"The recension of Othman has been handed down to us unaltered. So carefully, indeed, has it been preserved, that there are no variations of importance,—we might almost say no variation at all,—among the innumerable copies of the Koran scattered throughout the vast bounds of the empire of Islam. Contending and embittered factions, taking their rise in the murder of Othman himself within a quarter of a century from the death of Mahomet have ever since rent the Mohometan world. Yet but *ONE KORAN* has always been current amongst them ; and the consentaneous use by all to the present day of the same Scripture, is an irrefragable proof that we have now before us the very text prepared by the unfortunate Caliph. There is probably in the world no other work which has remained twelve centuries with so pure a text."

Ibid p. XIV and XV.

یعنی عثمان کا نسخہ ہم تک بلا تحریف چلا آیا ہے۔ درحقیقت ایسی احتیاط سے اسکی حفاظت ہوئی ہے کہ قرآن کے بے شمار نسخوں میں جو اسلام کی کثیر الوسعت مملکت میں منتشر ہیں بڑے اختلاف نہیں ہیں۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ بالکل اختلافات نہیں ہیں۔ محمد صلی علیہ وسلم کی وفات کے بعد ایک چارم صدی میں قتل عثمان کے وقت سے مسلمانوں میں تنازع اور شدید مخالفتیں پیدا ہونے سے مسلمانوں میں پھوٹ پڑ گئی تھی تاہم ان میں ایک ہی قرآن ہمیشہ سے جاری رہا ہے۔ اور سب میں بالاتفاق اسی ایک ہی قرآن کا استعمال میں رہنا اس بات کے ثبوت کی ایک لاجواب دلیل ہے کہ ہمارے پاس اب وہی کتاب ہے جو اس مظلوم خلیفہ کے حکم سے لکھی گئی تھی غالباً دنیا میں کوئی اور ایسی کتاب نہیں ہے جو ۱۲ سو برس تک ایسی صحیح المتن رہی ہو۔

۱۹۔ ہماری اگلی کتب مقدسہ کی کیفیت تھی کہ جوں جوں اُن کے نسخہ زیادہ منتشر اور شہر ہوتے تھے اختلاف عبارات بھی اسی قدر زیادہ ہوتے جاتے تھے اور رفتہ رفتہ یہ اختلاف عبارات ایک بحر فوار اور دریائے ناپیدار کنار ہو گئے۔ علمائے بنی اسرائیل اور مشائخ عیسوی ہمیشہ اسکے شاکل ہے۔ اور نسخوں کے دو قبیلہ مشرقی اور مغربی قائم ہو گئے۔

لہٰذا تورات میں اختلاف پڑ جانے کی خبر قرآن میں بھی دی گئی ہے "واذینا موسیٰ الکتاب فاختلف فیہ ۲۷۲-۲۷۰"۔

توریت کے باب میں عبرانی۔ سامری۔ یونانی نسخوں کا اختلاف فیلوا اور یوسیفس علماء کے زمانہ کی عبارتیں پھر کتب یہود مسل ربوٹ پر کی ایضا ذر۔ اور قسری کی دوسری طرز کی عبارتیں اور ربی سعدیاس ادرجی کی قرابتیں اور ان کے زمانہ کے بعد ابن عزرا۔ پرجی۔ ربی سیونیو بن مرشی (رمبام) اور قحی یہ سب لوگ اختلافوں کے شاکر رہے اور آخر میں میئر ایوی دیابت ۱۵۴۷ء) عبرانی نسخوں کے اختلافات پر بہت ہی فوج زن رہا دیکھو انسائیکلو پیڈیا ابراہام برلس ح ۴ ۱۹ء) اس زمانہ کے بعد بائبلین یہود نے متن کی اصلاح پر کمزور بھی بنی یونز انون نے اسی غرض سے سیاحت اختیار کی اور شلو مونسورزی نے کتاب منھاٹ شانی میں خطی نسخوں سے دو ہزار اختلاف عبارت جمع کئے یہ کیفیت یہود کے مجاہدات کی اس وقت کی تھی جبکہ عیسائیوں میں توریت کی بالکل صحت پر پورے پھر سا تھا۔ اسی انسائیکلو پیڈیا میں اس مضمون کے بعد لکھا ہے :-

"So that at the time when Christians were generally insisting on the perfection of the Hebrew text, the Jews were labouring to correct it, and lamenting its great imperfection in the following terms. . . . ."

کہ جس زمانہ میں کہ عموماً عیسائیوں کو متن توریت کی صحت پر اصرار تھا اس وقت یہود اس کی اصلاح میں مشقت کر رہے تھے اور ان الفاظ میں اس کے بڑے نقص پر فوج سرائی کرتے تھے الخ +

پھر ۱۸۰۷ء صدی میں مسیحوں کو بھی اصلاح اختلاف عبارت پر توجہ ہوئی اور یہود سے زیادہ کوشش کی اور ڈاکٹر کیٹاک اور ڈی روسی اپنا نام کر گئے۔ مطبوعہ نسخوں میں سے جو پہلے ۱۷۸۷ء میں چھپا تھا اس سے وائڈ ہوف کو دوسرے نسخہ میں جو ۱۸۰۷ء میں چھپا بارہ ہزار جگہ اختلاف کرنا پڑا +

عہد جدید کے نسخوں کے اختلافات بھی جانچے گئے اور بہت سے جرمنی محققوں نے اس میں محنت کی ڈاکٹر بیل نے عہد جدید کے چند نسخے جمع کر کے تیس ہزار اختلاف عبارت نشان دیئے (دیکھو انسائیکلو پیڈیا برٹنیکا ۱۷، لفظ اسکریپچرس دفعہ ۱۳۳) پھر جان جیمس وٹسٹین نے مختلف ملکوں میں پھر کے اپنے متقدمین کی نسبت بہت زیادہ نسخے چھپتے خود دیکھے اور اس کی تعداد اختلاف عبارت کی دس لاکھ سے زیادہ ہوئی (ایضاً دفعہ ۱۳۵) اور ڈاکٹر گریسل نے ڈیٹرھ لاکھ اختلاف عبارت شمار کئے (دیکھو طاس ہارٹ ول ہارن کی کتاب جلد اب ۲ ف ۳ -

ص ۱۰۶ مطبوعہ فلاڈلفیا ۱۸۵۳ء) حالانکہ کل تعداد انجیل کے نسخوں کی جو کلا یا جزاً مقابلہ ہوئی۔ تخمیناً پانچ سو نسخوں تک پہنچتی ہے مگر یہ تعداد ان نسخوں کی تعداد کی ایک جزو قلیل ہے جسے پبلک

پراٹویٹ کتب خانوں میں ہیں۔ (دارلن ج ۲ ص ۱۰۰ و ۱۰۱) \*  
 گویہ اختلافات یحیدوبے حساب ہوئے اور زیادہ متبع اور تفصیل پر اور بھی زیادہ ہونگے مگر  
 تاہم ان سے ان کتابوں کے موضوع و مقصود اور انتشار اصلی کو کم ضرر پہنچا ہے \*  
 لارڈ بولنگ بروک وغیرہ منکروں نے یہ حجت کی تھی کہ اگر یہ کتابیں خدا کی طرف سے تھیں تو  
 ضرور تھا کہ وہ بعینہ اپنی اسی اصلیت اور اصلی صحت پر باقی رہتیں۔ مگر ڈاکٹر کینکٹ نے ایسے  
 اعتراضوں کے جواب میں کہا کہ ان کتابوں میں بہت سی غلطیاں چڑ گئیں ہیں تو ان سے جناب  
 باری تعالیٰ کی حکمت پر کوئی حرف نہیں آسکتا کیونکہ معظم امور بہنوز محفوظ اور متیقن رہیں اور ہمیشہ  
 لوگوں نے ان کتابوں سے ہدایت پائی ہے \*

بعض اہل شوق نے قرآن کے بھی دو چار نسخے مقابلہ کئے اور ان میں کہیں بشر کو نشر اور  
 تکلیف کو تکلف یا یرتغ و یلعب یا یا مگر یہ اختلاف محض بے حقیقت ہیں کیونکہ کتاب کی  
 غلطی و سہو میں گفتگو نہیں شکایت تو اس امر کی ہے کہ دو عبارتیں ایسی مختلف پائی جائیں جنہیں  
 سچی اور اصلی عبارت کی تیز و شنوار ہو جاوے۔ پس قرآن کے نسخوں کے سوکاتب کو صحت  
 سابقہ کے اختلاف نسخ سے کچھ نسبت نہیں ہے اور بالآخر سر ولیم میور نے یہ فیصلہ کیا \*

“To compare (as the Moslems are fond of doing) the pure text with the various readings of our Scriptures, is to compare things between the history and essential points of which there is no analogy”

Sir William Muir. Vol. Lr. XV note.

یعنی مسلمانوں کا اپنی خاص کتاب کا ہماری کتب مقدسہ کے اختلاف عبارات سے مقابلہ  
 کرنا ایسی چیزوں کا باہم مقابلہ کرنا ہے جن کے حالات اور اصلی امور میں کچھ بھی مناسبت نہیں  
 ہے۔ انتہی \*

۲۰۔ اسی بحث کے متعلق تھوڑا سا حال اُن اخبار احاد ضعیف اور موضوع کا بھی ضرور  
 ہے جن کو بعض نے قرآن کے نقصان یا بعض حروف کے تغیر میں پیش کیا ہے۔ اخبار احاد تو  
 کبھی مفید علم ہوتی ہی نہیں عقل کی راہ سے اور نہ قاعدہ روایت و ضابطہ روایت کی راہ سے  
 خصوصاً ایسی صورت میں جبکہ قطعیات اور متواترات کے مقابلہ میں ہوں۔ \*

علمائے شیعہ میں سے شیخ ابو جعفر طوسی تبیان میں ایسی روایتوں کی نسبت لکھتے  
 ہیں۔ ”طریقہ الاحاد التي لا توجب علماء“ اور سید مرتضیٰ علم اندی فرماتے ہیں۔ ”فان الخلاف  
 فی ذلک مضاب الی قومہ و فعلوا الخبل ضعیفہ ظنوا صحتہا لایوجہ بمثلہا عن العلوم

المقطوع علی محتہ“ \*

اور نیکو سنی سنت و جماعت میں سے حکیم تریبی صاحب نوادہ اصول میں فرماتے ہیں۔ والعجب من هؤلاء الرواة احمادهم بیروی عن ابن عباس انه قال فی قوله حتی تستنوا وتسلموا هو خطأ من الکاتب انما هو تستناذلوا وتسلموا واهل السری مثل هذه الروایات الا من کید الزنا وقد فی هذه الاحادیث انما یریدون ان یرکبوا الاسلام بمثل هذه الروایات الخ \*

بعضے مستضعفین نے ایسی روایات نقصان کا معارضہ اور طرح پر کیا ہے یعنی جبکہ ان کا ابطال متفقہ ذکر کے اور بنا چاری ایک قسم کا نسخ یعنی منسوخ التلاوة ایجاد کیا اور ان خرافات روایات سے بول چپچا چھڑایا اور متاخرین نے اس کو مقلدانہ قبول کیا۔ مگر اہل عقل خراب سمجھتے ہیں کہ یہ محض ایک بے بنیاد بات ہے اور بہت لوگوں نے اس سے انکار بھی کیا ہے تفسیر یقین میں ہے۔ حکم القاضی ابو بکر فی الانتصار عن قوم انکار هذا الضرب لان الاجل فیہ اخبار احاد ولا یجوز القطع علی نزال قرآن ونسخه باخبار لا حجة فیہا \*

اس قسم کے نسخ کے بطلان کو ذرا ہم مفصل بیان کریں \*

(۱) وہ سب خبریں جن کے غلبہ وہم سے یہ قسم نسخ ایجاد ہوئی ہے سب اخبار احاد ہیں جن پر کبھی یقین نہیں ہو سکتا \*

(۲) اس مسئلہ پر سب اتفاق کرتے ہیں۔ ان القرآن لا یثبت الا بالتواتر اور یہ بھی ماجا بخبر الاحاد لا یثبت بد القرآن۔ پس یہ بڑی غلطی ہے کہ ان روایتوں کے مذکورات کو قرآن منسوخ التلاوة سمجھا جاوے \*

(۳) جو لوگ نسخ قرآن کو جائز رکھتے ہیں ان کے مسلک پر نسخ کے جواز کی یہ آیت ہے ما ننسخ من آية او ننسها نأت بجایز منها او تملأ جاس اس میں ضرور ہے کہ جو آیت منسوخ ہو اُس کے بدلے میں ایک آیت آئی چاہئے اور جو منسوخ التلاوة فرض کی گئیں ہیں اُن کے بدلے کی کوئی آیت نہیں بیان کی جاتی \*

۲۱۔ یہ آیتیں کسی قدر مطول و مبسوط ہو گئیں اور گویہ بھی فائدے سے خالی نہیں مگر اس سے زیادہ مفید مطالب جو ہمارے پیش نظر تھے وہ ہمنو زبان میں نہیں آئے۔ اب ہم انتشار الشیخ آن کی فصاحت و بلاغت کی حقیقت اور علم و حکمت کی وجہ اعجاز اور پھر اسکے محاسن اصلی اور خیر محض کے اصول اور اسکی فضیلتوں کے بیان میں اہل یورپ کا اعتراف اور مخالفوں لہ ہم نہیں سمجھتے کہ آیت کو یہاں اصطلاحی معنوں پر کیوں حل کیا جاتا ہے۔ لغوی معنی کو ترجیح ہونی چاہئے \*



کی شہادت بیان و نقل کرینگے۔ پھر چند اعتراضات۔ جو بنا بر اصول، تمدن و حکمت و اردو کے جانتے ہیں اور بعض مطاعن علمی و فلسفی جو حکمت جدید کی اشاعت اور فلسفہ فزیک کی ترقی سے پیش آتے ہیں معرض بحث میں آویں گے \*

## پنجم پر کس

”وَقَالَ الظَّالِمُونَ اِنْ تَتَّبِعُونَ الْاٰجِلَآءَ سَبِّحُوْا“

(فراقان)

۱۔ کسی سچے مسلمان کا تو یہ کام نہیں کہ جناب پیغمبر کی نسبت ایسا کہے کہ اُن پر کبھی ایک منٹ کے لئے بھی جادو کا اثر ہوا۔ یہ بات تو کافروں ہی کو زیبا تھی اور انہوں نے ہی کسی تھی کہ یہ نبی تو جادو کا مارا ہوا ہے۔ اور اس تہمت نالایق کو خدا نے بھی جھٹلایا چنانچہ سوہ فوآن اور اسری کی آیت کو ہم نے اس بیان کے عنوان میں لکھ دیا ہے۔ مگر ایک عرصہ سے مسلمانوں میں سے ایسی حمیت جاتی رہی وہ اس کی تو کچھ پروا نہیں کرتے۔ بلکہ ایسے مضمون کی حمایت کرتے ہیں \*

۲۔ مسلمان محدثوں نے اس مضمون کی ایک عجیب و غریب روایت کی ہے کہ ایک یہودی نے جناب پیغمبر پر جادو کر دیا تھا اور وہ چالیس دن تک یا چھ مہینے یا برس دن تک اس میں مبتلا رہے۔ ابی حمزہ کی روایت میں تو چالیس دن ہیں اور وہاب کی روایت میں چھ مہینے۔ مگر زہری کی روایت میں برس دن ہے۔ علامہ ابن حجر نے اسی کو معتبر قرار دیا ہے سبحانک هذا بہتان عظیم \*

۳۔ اس سحر کا اثر (دروغ بر گردن راوی) یہاں تک ہو گیا تھا کہ معاذ اللہ جناب پیغمبر کے دماغ میں خلل آگیا تھا۔ چوں مادہ سحر بسر مبارک رسید بود چنان نخیل میکرد کہ پیرے کہ

لہ فی روایت ابی حمزہ عند الاسماء عیسیٰ انہ صلی اللہ علیہ وسلم اقام راہبین فی روایت وہیب عن هشام عند احمد ستۃ اشہر و جم بان ستۃ اشہر من ابتداء التقیر مزاجہ والاربعین یوما من استلکامہ لکن فی جامع معمر عن الزہری انہ لیث ستۃ و اسناد صحیح۔ قال ابی حجاز فہو المعتمد۔ ارشاد السنن علی شیح صحیح بخاری ج ۸ ص ۳۲۲ دت بقائے اس عارضہ بقولے چل روز و در روایتے شش ماہ و در روایتے یک سال بود۔

شرح سفر السعادت۔ عبدالحق دہلوی \*

نکرده است کرده میشود و ایس تصرف است از ساحر و طبیعت و ماده و موی تا آن ماده برطن مقدم  
و مانع غلبه کرد و مزاج آن از طبیعت اصلی برگشت (سفر السعاده علامه مجد الدین  
فیروز آبادی) ص ۱۶۹- یہی مضمون ابن القیم نے بھی لکھا ہے \*

۴- ایسے لغو اور واهی خیالوں کو تو قرآن مجید جھٹلا چکا پس جو روایتیں بھی اس مضمون  
کی ہوں گی وہ کس بایق التفات ہونگی وہ راوی بھی انہیں کافروں کی کہی ہوئی کہتے ہیں  
شیخ الاسلام علامہ ابن الدین طبرسی نے تفسیر مجمع البیان میں (ذیل مروت مروت) لکھا ہے \*  
”ما راوی من الاجل من الانبیاء سحر فکان یرئی انہ فعل ما لم یفعله و انہ  
لم یفعل ما فعله فاختر و فاعله - لا یلتفت الیہا“ \*

۵- اگرچہ جھوٹی روایتیں سچی ہوں تو پھر نبی کی بات پر کیا اعتبار ہو سکتا ہے۔ بہت  
سی وحی کی باتیں بھی صرف اُن کے تغیر و مانع کی وجہ سے خیال میں آگئی ہوں گی۔ حدیث کی  
شرح کرنیوالے ایک عجیب شخصہ میں گرفتار ہیں تو ان سے اس روایت باطلہ کی تکذیب کہتے  
بنتا ہے اور نہ منکر دلوں کو جواب دیتے بنتا ہے۔ قاضی عیاض الغرناطی نے سنہ ۴۷۴ھ  
- ۴۷۷ھ ہجری) کتاب شفا فی تعریف حقوق المصطفیٰ میں (ص ۲۹۹ و ۳۰۰) اس  
اعترض کے اٹھانے کی کوشش کی ہے مگر یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ جادو کا اثر جناب پیغمبر  
کے دل اور اعتقاد و عقل پر نہ تھا صرف ظاہر میں ہاتھ پیر پر ہوا تھا مگر بخاری و مسلم کی روایتوں  
کے مقابلہ میں وہ تاویلین پیش نہیں جاتیں اور معہذا اصل سحر کے مان لینے سے کچھ مضرت نہیں  
نہتا۔ اور مسح و وہی ہے جس کی عقل میں خلل آگیا ہو \*

۶- ہم نے مناسب جانا کہ اس بحث میں پہل روایتوں پر نظر کی جاوے اور دیکھیں کہ  
وہ کچھ مقیم ہو سکتی ہیں یا نہیں \*

بخاری نے روایت کی ہے۔ حد ثنا ابواہید بن موسیٰ اخبرنا عیسیٰ بن یونس  
عن هشام عن ایبہ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت سحر رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم رجل من بنی ذریق یقال لہ لبید بن الاعصم حتی کان رسول اللہ یخیل  
الیہ انہ کان یفعل الشئ و ما فعلہ الخ \*

حدثنی عبد اللہ بن محمد قال سمعت ابن عیینۃ یقول اول من حدثنابہ  
ابن جریج یقول حدثنی ال عروہ عن عروہ فالت هشام عنہ حدثنابہ عن ایبہ

لہ و المسحوط الذی قد سحر فاختلف علیہ عقل و مال عن حد الاستواء ہذا  
هو القول الصحیح تفسیر کبیر فی خزائن (اسوی) \*

عن عائشة رضي الله عنها قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم سحر حتى كان يرى انه ياتي النساء ولا ياتيهم الخ \*

حدثنا عبيد بن اسماعيل حدثنا ابو اسامه عن هشام عن ابيه عن عائشة قالت سحر رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى يخيل اليه انه يفعل الشيء وما فعله الخ \*

مسلم نے روایت کی ہے۔ حدثنا ابو کریب قال حدثنا ابن نمير عن هشام عن ابيه عن عائشة رضي الله عنها قالت سحر رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى يخيل اليه انه يفعل الشيء وما فعله الخ \*

ان روایتوں میں یہ قول تو حضرت عائشہ کی طرف منسوب ہے کہ جناب پیغمبر پر ایک یہودی نے جادو کر دیا تھا اور اس قول کے بعد ایک قصہ ہے کہ جن میں اختلاف الفاظ اور کسی قدر مختلف مضمون بھی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جناب پیغمبر نے فرمایا کہ دو آدمی میرے پاس آئے اور ایک نے دوسرے سے پوچھا کہ اس شخص کا (یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا) کیا حال ہے اس نے جواب دیا کہ شیخس مطبوب ہے اس کا ترجمہ حدیث کی شرح کرنے والوں نے مسخو رکھا ہے یعنی جادو کا مارا ہے پھر اُس نے پوچھا کہ کس نے جادو کیا تب اُس نے جواب دیا کہ لبید بن اعصم نے جادو کیا ہے۔ پھر اُس نے پوچھا کہ اس سے جادو کیا ہے اُس نے کہا کہ نگھی اور سر کے ٹوٹے ہوئے بال اور کھجور کے درخت کا گابہ۔ پھر اُس نے پوچھا وہ کہاں ہے اُس نے جواب دیا کہ دروان کے کنوئیں میں۔ تب جناب پیغمبر اور صحابہؓ ماں تشریف لے گئے اور وہاں سے اگر حضرت عائشہؓ سے کہا کہ اُس کنوئیں کا پانی سُرخ سا تھا اور اُردو درخت وہاں کے ایسے تھے جیسے سانپ کی سر یا بہ صورت الخ \*

۸۔ یہ ایسی روایت ہے کہ جس کو اگر صحیح و قطعی تسلیم بھی کر لیا جادوے تو بھی کسی ذی عقل اور صاف طبیعت آدمی کی نظر میں اس میں کچھ خلاف حقیقت نہیں ہے مگر جو لوگ جاہلی طبیعت کے ہیں اور دیو بھوت اور جادو کو مانتے ہیں وہ اس روایت کے مضمون کو اپنے دھنگ پر لیجاتے ہیں اور کچھ تحریف اور تاویل کر کے بنی کو جادو کا مارا ہوا بنا لیتے ہیں۔ ذالک ظن الدین کفرا \*

۹۔ اس روایت کی تفسیر ہمارے مذاق پر تو یہ ہے کہ ہم کو اس امر سے تو انکار نہیں ہے کہ کوئی شخص جادو نہیں کرتا یا کوئی شخص کسی کو جادو کا مارا ہوا نہیں سمجھتا بلکہ ہمارا قول صرف یہی ہے کہ ہم کو جادو کے تحقیق سے انکار رہے یعنی جادو کبھی چلتا نہیں اس کا اثر کسی پر ہوتا نہیں۔

لایفلم الساحر حیث آتی، گو وہ لاکھ پڑا کہا کرے کہ میں نے اس شخص پر جادو کر دیا ہے اور جس شخص کی نسبت جادو کر نیوالیا جادو کرنے کا دعویٰ کر نیوالا یہ کہے کہ میں نے اس پر جادو کر دیا ہے تو عرف میں اس کو مسحور یا جادوکارا ہوا بھی کہیں گے جو حقیقت میں اس مسحور پر کچھ جادو کا اثر نہ ہوا ہو جیسے عموماً کہتے ہیں کہ فلاں شخص فلاں شخص کا معشوق ہے حالانکہ شخص عاشق کے عشق کا اس پر درحقیقت کچھ بھی اثر نہیں ہوا کرتا +

عرب میں اور یہودیوں میں مسحور اور ساحری کا بڑا چرچا تھا ایسا ہوا ہو گا کہ لبید بن عصم یہودی نے اسی خیال باطل یعنی جادو کے کارگر ہونے کی بنا پر جناب پیغمبر کی نسبت جادو کا عمل کیا ہو اور کنگھی اور سر کے بال کسی درخت کی چھال میں لپیٹ کر ذروان کے کنوئیں میں داب دیئے ہونگے اس معاملہ کا چرچا لوگوں میں ہوتا ہو گا۔ ان میں سے دو آدمی جنہوں نے یہ بات سنی ہو گی جناب پیغمبر کے پاس بھیج کر باتیں کرتے ہونگے کہ لبید نے اُن پر اپنے زعم میں) فلاں کنوئیں میں جادو کیا۔ اس بات کو سن کر جناب پیغمبر اس کنوئیں پر خود گئے یا کسی کو بھیجا ہو کہ نیکو اور روایتوں میں ہے۔ عند ابن سعد من حدیث ابن عباس فبعث انی علی و عمار ناموہا ان یا بنی البید کہ اپنے اصحاب کو بھیجا تھا اور یا یہ ہڑا ہو کہ اصحاب میں سے کوئی خود ہی چلے گئے ہوں +

۱۰۔ پس اس اہمیت میں کوئی بات جادو کے تحقق کی نہیں نکلتی۔ سب سے زیادہ مشکل اور باطل قول یہ ہے کہ مسحور رسول اللہ الخیرہ اگر ان معنوں میں لیا جاوے کہ لبید نے پیغمبر کی نسبت جادو کا عمل کیا تو کچھ بھی وقت نہیں مالا اگر یہ مراد ہو کہ درحقیقت پیغمبر پر کسی کے جادو کا عمل چل گیا اور جادو اُن میں مؤثر ہو گیا اور اُن کے دماغ میں خلل آگیا اور عقل میں فتور پڑ گیا تو یہ بالکل جھوٹ اور باطل ہے یقیناً رادیوں کے دماغ میں فتور آگیا ہو گا یا محدثوں کی عقل میں خلل آگیا ہو گا۔ کیونکہ کسی شخص کے جادو کے ماسے ہوئے ہونے پر گواہی دینا ایک ایسے امر پر شہادت دینا ہے جو قابلِ حس نہیں ہے کسی کو مسحور سمجھنا امرِ حسی نہیں ہے پس اس پر کوئی گواہی نہیں ہو سکتی +

۱۱۔ عوام نے اس روایت کے مضمون سمجھنے میں چند غلطیاں کی ہیں۔ اول تو یہ کہ مسحور رسول اللہ الخیرہ حقیقی اور واقعی سمجھتے ہیں حالانکہ یہ ایسے ہی ثابت ہے کہ کوئی کہے کہ زید پر گولی چلی گو زید اس گولی کے اثر سے بالکل محفوظ ہو۔ یا کوئی کہے کہ ہندہ کو خالد کی معشوق ہے گو ہندہ کو خالد سے کچھ بھی واقفیت نہ ہو یا اُس کے عشق کا اثر ذرا بھی اس میں نہ ہوا ہو۔ دوم یہ کہ وہ جو شخص پیغمبر کے پاس آ کے بیٹھے تھے اُن میں سے ان لوگوں نے ایک کو توجیریل بنایا اور ایک کو میکائیل۔ حالانکہ بخاری و مسلم کی روایتوں میں ”سجلان“ کا لفظ صاف موجود ہے (یعنی ذو آدمی) جو روایتیں ان صحیحین کے درجہ سے گھٹی ہوئی ہیں اُن کے رادیوں نے اپنے دل سے ”سجلان“ کی جگہ ”مکان

یعنی وہ فرشتے، کر دیا۔ جیسا کہ طبرانی کی روایت میں ہے اور جن راویوں نے اور بھی زیادہ آزادی برتی اور روایت بالمعنی پر کفایت نہ کی وہ اس سے بھی بڑھ گئے اور صاف ”جبرائیل و میکائیل“ ہی کہہ دیا جیسا کہ ابن سعد کی ایک منقطع روایت میں ہے۔ سوم یہ کہ ان دونوں آدمیوں نے جو یقیناً بلید کے ہمراز تھے جناب پیغمبر کو مطبوع بتلایا اس نقطہ کو شارحین نے مسح کر کے معنی میں قرار دیا ہے حالانکہ یہ بھی ایک زبردستی سی ہے۔ قسطلانی شارح بخاری نے اس کتاہ کو صرف تغاؤل کے طریق پر قرار دیا ہے اور قسطلانی نے کچھ اور یہی لکھا۔ انما قبل للسحر الطب لان اصل الطب الخدق والتفطن له فما كان كل من علاج المرض والسحر بما يتأتى عن فتنة وخذق اطلق على كل منحصا هذا الاسم۔ جب طب کا لفظ ایسا عام ہے تو اس سے خاص مسحر سمجھنا فعلی مانع سے خالی نہیں اصل یہ ہے کہ ان لوگوں نے یہ امر تسلیم کر لیا ہے کہ جادو کا اثر ضرور متحقق ہوتا ہے پس اب جو کوئی خبر جادو کی روایت میں آوے گی وہ ضرور تسلیم کی جائے گی۔ حالانکہ اس کا تحقیق محض ایک دہم اور خیال ہے اور معتزلہ کو جو مسلمانوں میں ایک حکیمانہ خیال کا فرقہ ہے جادو کے تحقیق سے انکار ہے +

۱۲۔ اگر ضابطہ فن درایت کی رو سے اس روایت پر نظر کیا جائے تو یہ کسی طرح صحیح ثابت و یقینی قطعی نہیں ٹھہر سکتی +

اول تو یہ ایک خبر واحد ہے اور اخبار راہ سے کسی امر کی نسبت جس کی وہ خبر دیتے ہیں یقین نہیں چل ہوتا۔ پس یہ خبر بھی سچی اور یقینی نہیں ہو سکتی +

دوم یہ کہ اس روایت میں عنعنہ ہے یعنی عیسیٰ بن یونس اور ابن نمیر اور ہشام بن عروہ اور عروہ بن زبیر نے حدیث نایا اخذ کیا مگر روایت نہیں کی جس سے اتصال پایا جاتا بلکہ عن عن کمر روایت کی ہے جس میں احتمال ہے کہ ایک نے دوسرے سے گوش خود سنا ہو یا اوروں سے سنا ہو جن کا نام ظاہر نہیں کیا اور ایسی روایت جس کا کوئی راوی بھی مجهول یعنی نامعلوم رہ جائے صحیح اور سندی نہیں ہو سکتی +

اس باب میں جو کچھ چھتیس اور تقریریں ہیں وہ ہم کو معلوم ہیں۔ علی ابن المدینی (اُستاد بخاری) اور بخاری اور ابوبکر صبرنی اور شافعی کا یہ مذہب ہے کہ روایت معنعن کو متقبل سمجھا جائے جبکہ دونوں راوی ایک ہی زمانہ میں ہو اور ان میں یا ہم ملاقات ہونا بھی ثابت ہو اور وہ لوگ مدلس بھی ہوں اور مسلم وغیرہ کا یہ مذہب ہے کہ دونوں راویوں کا صرف ایک زمانہ میں ہونا چاہئے تاکہ ملاقات کا ثابت ہونا شرط نہیں ہے۔ مسلم نے مقدمہ صحیح میں اپنے مخالف کی بڑی فیضیت کی ہے اور ایک طولانی تقریر کی ہے گرجی الدین نووی نے منہلج شرح صحیح مسلم بن حجاج میں باب ”انصہم بدروایت الرواة بعضهم عن بعض“ لکھا ہے کہ جس باب کی طرف مسلم گیا ہے محققوں نے اس سے حکم

کیا ہے اور اس کو ضعیف بتلایا ہے اور جس بات کو مسلم نے روکیا ہے اُسی کو صحیح قرار دیا ہے۔ مگر ہماری رائے میں تو ان دونوں مذہبوں میں ایک گونہ سہل انگاری اور مسامحت ہے کیونکہ ان میں جس نے زیادہ تشدد کیا ہے وہ صرف یہی کہتا ہے کہ صرف ان دونوں راویوں کا جو غفہ کرتے ہیں باہم ملاقات کا ہونا ہی کافی نہیں ہے۔ بلکہ ایک مرتبہ شاید تمام عمر میں ملاقات کا ہو جانا بھی ثابت ہونا چاہئے۔ اور یہ اصول پھر بھی ناقص ہے کیونکہ جب تک ہر خبر میں بالمشافہ سنی ہونے کی تصریح نہ ہوگی ہمیشہ وہی احتمال ارسال قائم رہیگا۔ ہم روز کے تجربے سے بات ثابت پاتے ہیں کہ گوزید و خالد دونوں راوی ایک ہی شہر میں رہتے ہوں اور ملاقات بھی ہو اُکرتی ہوتا ہم زید کا ہر عنعنہ خالد سے بلا واسطہ اور بالمشافہ ہمیں ہوتا چاہیے کہ کتب احادیث کے راوی جن میں سے ایک تو خراسانی ہے اور ایک بصری اور ایک کوئی ہے تو ایک مصری اور پھر ان کی معضن روایتیں اتصال پر حمل کی جاتی ہیں یہ عجب قاعدہ ہے +

مسلم نے اپنے قول کی تائید میں انہیں راویوں کا حوالہ دیا ہے۔ جن پر ہم بحث کر رہے ہیں۔ یعنی ہشام بن عروہ عن ابیہ عن عائشہ۔ چنانچہ لکھا ہے۔ یقیناً نقل ان ہشاماً قد سمع من ابیہ وان ابیہ قد سمع من عائشہ رضی اللہ عنہا۔ المگر جب تک ایک خاص خبر میں بالمشافہ مستثنا ثابت نہ ہو تب تک عام طور کا سماع کچھ مفید نہ ہوگا +

غرض کہ اس میں نہایت شبہ ہے کہ عیسیٰ بن یونس اور ابن خیر نے ہشام سے یہ روایت بلا واسطہ سنی یا بلا واسطہ اور ایسے ہی ہشام نے عروہ سے بالمشافہ سنی یا کسی آفرو واسطے سے اور ایسے ہی عروہ نے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے رو برویہ روایت سنی یا آفرو کے ذریعہ سے۔ پس اس وجہ سے یہ روایت ناقابل اعتبار ہے +

سوم یہ کہ اس روایت کا ایک راوی ہشام بن عروہ ہر چند کہ عموماً ممدوح اور ثقہ اور معتبر مگر امام مالک نے اُس کو جھوٹا یعنی کذاب کہا ہے پس یہ راوی مقدوح ٹھہرا اور روایت کم سے کم ضعیف ٹھہر گئی اسرار رجال کی کتاب تہذیب الکمال میں لکھا ہے۔ قال للمحافظ ابو بکر الخطیب

۱۔ وهذا الذي صرح عليه مسلم قد انكره المحققون وقالوا هذا الذي صرحا عليه مسلم ضعيف والذي رده هو المختار الصحيح الذي عليه ائمة هذا الفن مثل علي بن المديني والبخاري وغيرهما۔ شرح صحيح مسلم للنووي +

۲۔ والعن الذي قيل فيه فلان عن فلان من غير لفظ صحيح بالسمع او التحدث او الاختلاط عن رواة سمين معروفين موصول عند الجمهور بشرط ثبوت لقاء العنيتين بعضهم ولو مرة الخ۔ ارشاد السلي شري بخاري للقسطاني ج ۱ ص ۹ +

اخبرنی الروانی قال حدثني محمد بن احمد بن عبد الملك الاوفي قال حدثنا محمد بن علي الايادي قال حدثنا زكريا بن يحيى الساجي قال حدثنا احمد بن محمد البغدادي قال حدثنا ابراهيم بن المنذر قال حدثنا محمد بن فليح قال قال لي مالك بن انس هشام بن عمار كذاب الخ۔ اگر ہمارے جواب میں یہ کہا جاوے کہ یہ روایت ایک خبر واحدہ ہے۔ اس پر یقین نہیں ہوتا تو ہم کہیں گے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر جاوہو جانے کی روایت بھی تو خبر واحدہ ہے اس پر بھی یقین نہ کیجئے \*

چھٹا امر یہ کہ حضرت ام المؤمنین عائشہ کا یہ فرمانا کہ سحاح الشبی الخ صا بطرف درایت کے موافق تو قابل قبول نہیں ہے کیونکہ اس میں کسی امر حسی کی خبر نہیں ہے پس جیسا کہ راوی کا ثقاہد عدل ہونا ضرور ہے ویسا ہی یہ بھی ضرور ہے کہ اس نے امر حسی یا واقعہ چشم دید کی خبر دی ہو نہ کہ امر عقلی یا خیالی یا وہمی اور اعتقادی کی۔ ہم ان راویوں کے مشاہدات پر اعتبار کرتے ہیں مگر ان کی رائے اور خیالات کو نہیں مانتے۔ رائے تو صرف شخص معصوم صاحب الوحی کی ثانی عاتی تھی \*

پس ان وجوہ سے یہ خبر قابل قبول اور لائق اعتبار نہیں ہے \*

## سُليمان عليه السلام

علم منطق الطير۔ جن۔ نمل۔ طير۔ ہند  
غفریت۔ عرش بلقیس۔ کشف ساق

## علم منطق الطير

(۱) وورث سليمان داود وقال يا ايها الناس علمنا منطق الطير واوتينا من كل شيء

ان هذا الطير الفضل المبين (سورہ النمل) \*

توجہ۔ اور سليمان داود کے وارث ہوئے اور کہنے لگے اے صاحبو ہم کو پرندوں کا علم ملا ہے اور ہر چیز میں سے ہم کو غنایت ہوا ہے۔ یہ بیشک بڑی فضیلت ہے \*

تفسیر۔ منطق الطیر ایک علم ہے جس میں پرندوں کی بناوٹ۔ صورت اور عادات کا بیان ہوتا ہے اور یہ ایک شعبہ ہے حیوۃ الجموان کے علم کا جس میں ہر قسم کے جانداروں کا ذکر ہوتا ہے منطق الطیر ٹھیک ترجمہ ہے یونانی اُرنی ثو۔ لوجیا کا۔ اُرنیس اور اُرنی تھوس کہتے ہیں۔





مینے گانے والے اور گانے والیاں رکھیں اور بنی آدم کے سامان عیش۔ شیطان اور جنات اپنے لئے فراہم کئے +

گوٹیل کے سب ترجمے اس مقام پر جس کو ہم نے شیطان و جنات ترجمہ کیا ہے مختلف ہیں مگر یہودی مدراش ہائے موافق ہے +

ترجمہ اردو ۱۸۴۵ء و ۱۸۴۶ء	ہیکم اور بیگمات
ترجمہ انگریزی ۱۸۴۵ء	بابے اور سب قسم کے ساز
ترجمہ مذہب رومن کیتھولک ۱۸۴۵ء	پیالے اور برتن شراب ڈھلنے کے
ترجمہ عربی	سید و سیدات
ترجمہ فارسی	انواع ساز مائے موسیقی
ترجمہ یونانی قدیم	ساقی اور ساقیات -
ترجمہ عربی ۱۸۴۳ء	شانات و یارین للخدمة لکسب الخمر

اصل عبری میں یہ الفاظ **לשון** (لشون) (شدہ و شدوت) ہیں جن کی اصل **לש** (شدہ) ہے۔ اربعہ عسیم یعنی عقیدت کی اصل عبرانی کتابوں میں اور جہاں جہاں یہ لفظ آتا ہے ان شیطان اور دیویا دیوتا کے معنے لئے گئے ہیں۔ استثناباب ۳۲-۱۷-۱۸ انہوں نے شیطان کی قربانیاں گندرائیں۔ **לשון** (لشون) (شدہ و شدوت) اور زبور ۱۰۴-۳۷ (لشون) عبری انہوں نے تو اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کو شیاطین کے لئے قربانی کیا +

**לשון** (لشون) (شدہ و شدوت) اور زبور ۱۰۴-۳۷ (لشون)

روبن بجوایۃ بینہم وایۃ بنوئیم لشدیم) +

توجہ۔ عربی میں یہ فقرہ ۱۰۵ زبور میں ہے وذبوا بنیہم وبناتہم للشیاطین +

پس یہ سب ترجمے اردو انگریزی عربی۔ فارسی مقام مذکورہ بالا کے غلط ہیں +

اب دیکھنا چاہئے کہ **לש** (شدہ) کی وجہ تسمیہ کیا ہے یعنی عبرانیوں میں جن اور

شیطان کو **לש** کیوں کہا۔ ظاہر ہے کہ پرنے یہودیوں میں جن و شیطان کے خیالات نہیں

تھے وہ ان ناموں سے مطلق واقف نہ تھے جب ایرانیوں یعنی زروشت کے مذہب الوں سے

اور یہودیوں سے میل جول ہوا تب انہوں نے ان سے ایسے خیالات اور محاورات سیکھ لئے

اگرچہ سلیمان کا زمانہ اس واقعہ سے قبل کا ہے۔ مگر مصریوں میں اور کنعانیوں میں اور اقواموں

میں جو بنی اسرائیل کے ارد گرد تھیں شدت سے بُت پرستی اور جن پرستی اور شیطان پرستی ہوتی

تھی اور بنی اسرائیل نے کسی نہ کسی مناسبت سے ان کے نام کھ لئے تھے مثلاً **לש**

(سعیم) بھی عبرانی کتابوں میں (یویان) ۱۷-۲۰-۲۱-۲۲ اخبار الانام (۱۱-۱۵) شیاطین کے معنوں میں آیا ہے حالانکہ اس کا ترجمہ لفظ بالوں والے (بصیغہ جمع) ہے۔ شیر کے معنی بال ہیں جسے عربی میں شعر کہتے ہیں اور م جمع کا ہے مصریوں میں ایسی بکری کی جس کے بڑے بڑے بال ہوتے تھے پرستش ہوتی تھی اور جس دیوتا کے نام وہ بھڑکرا مخصوص ہوتا (جیسے ہمارے یہاں میراں اور شیخ سدوا تو ایسے بکرے کو اسرائیلیوں نے اصل شیطان کے نام سے موسوم کیا۔ حالانکہ وہ بکرا شیطان نہ تھا ایسے ہی شدید بھی اصل میں قوی نیکل اور مضابط و شدید جو اپنی حیات میں یا مرنے پر بچتے ہوں گے شیاطین کے نام سے موسوم ہو گئے حالانکہ دراصل وہ انسان تھے۔ یہی لفظ سعیم اور سعیر توریت میں آؤر جگہ (توریت کی تیسری کتاب ۲۳ و ۲۴ و ۲۵) اپنے اصلی معنوں میں یعنی بکرا اور علوان آیا ہے +

پُرانی زبانوں میں ایسا محاورہ تھا اور آیت بھی اس کے آثار ملتے ہیں کہ تمدن کی حیثیت نے بنی آدم کی دو تقریقیں کر دی تھیں ایک تو شہری دوسرے دشتی اور جبلی اس وجہ سے اس قسم کے الفاظ الٹ سیدہ اور آیتش تم عبرانی میں (پیدائش ۲۵) اور جیسے بدوی اور حضری۔ ایسے ہی جن اور انس تھے کیونکہ جن کے معنی چھپے ہوئے کے ہیں اور انس جو چیز نظر آئے۔ جو لوگ حضرت سلیمان کے یہاں پتھر تراشے کا کام کرتے تھے انکو جلیلم (اسلاطین) یعنی پہاڑی کہا ہے اور قرآن میں اُن کو جن اور شیاطین (انبیاء) کہا ہے۔ ان کا تفصیلی بیان دوسرے موقع پر ہو گا +

یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ ۶۷ کے معنی میں تباہ کرنا فنا کرنا اور غارت کرنا داخل ہے اسلئے ڈائروں شریروں کو بھی ۶۷ شد کہتے ہیں اور کتاب اشمال سلیمان علیہ السلام ۲۱-۷۱- اور صحیفہ اشعیا ۱۶-۴۷ میں یہ لفظ انہیں مضمون میں ہے اور عربی میں بھی شدہ سختی اور زور کو کہتے ہیں بس شد ۶۷ یا جو اس کی جمع ہے شدید۔ ہندی میں اس کے معنی صابلی اور مادیو کے ہونے چاہئیں = اور چونکہ جس قدر چیزیں خدا کے ماسوا پوجی جاتی تھیں اور اب بھی پوجی جاتی ہیں وہ سب انسان اور انسان کی رو میں ہیں کہ وہ لوگ اپنے زمانہ حیات میں کسی نہ کسی وجہ سے بنی آدم پر غالب ہوئے اور بعد مرنے کے الہ بنائے گئے جسے آگے میاروں کی پرستش کی اصل یہی ہے کہ اُن کو بھی دراصل انسان مانا جاتا ہے بعد مرنے کے وہ آسمان کو اڑ گئے جیسے نہرہ وغیرہ۔ پس حضرت سلیمان کے جن اور شیطان شدہ اور شدہ۔ وہ سب حضرت انسان ہی میں سے تھے۔

اور قرآن کا مضمون حضرت سلیمان کی کتاب سے بالکل موافق ہے۔ محالفلوں نے اوڑا داغ بدستوں نے یہ بات مشہور کر رکھی ہے کہ قرآن کا یہ مضمون کہ سلیمان کے پاس جنات تھے محض ایک افسانہ ہے جسم ہود کے بے اصل قصہ کہانیوں سے اخذ کیا گیا ہے گراہ اُن کی کیسی غلطی ثابت ہوئی کہ

سیمان کی سچی کتاب میں (واعظ علیہ) وہی مضمون جس سے مضمون قرآن کی تصدیق ہوتی ہے ثابت ہوتا ہے +

## نمل

(۳) حتیٰ اذا نوا علی واد النمل قالت نملة یا ایتما النمل ادخلوا مساکنکم لا یحطمنکم سلیمان وجنودہ لا یشعرون۔ (نمل) +

قرجہ۔ یہاں تک کہ جب قوم نمل کی میدان میں پہنچی تو اس قوم کی رئیس عورت نے اپنے اہل قوم سے کہا کہ اے قوم نمل اپنے گھروں میں داخل ہو جاؤ ایسا نہ ہو کہ سلیمان اور اُن کا لشکر تم کو نوا دانتہ آزار پہنچا دیں +

تفسیر۔ چیونٹی کو بھی نمل کہتے ہیں اور اس نام کا ایک قبیلہ بھی تھا جب اس قوم یا قبیلہ کے ملک میں سلیمان کا لشکر پہنچا تو چونکہ دستور ہے کہ لشکر آدمی اکثر اوروں پر زیادتی اور خیر کرتے ہیں اس لئے رئیس قوم نے اپنے اہل قوم کو سمجھا دیا کہ اپنے گھروں میں بیٹھے رہو +

آپ دیکھئے کہ سب قوموں میں دستور ہے کہ وہ اپنے نام جانوروں کے نام پر رکھتی ہیں جیسے عرب میں اسد اور کلب کے دو مشہور قبیلے تھے اور ہندوستان میں ناگ بنسی۔ توکیا درحقیقت وہ شیر اور کتے اور سانپ تھے۔ ایسے ہی نمل بھی چیونٹی کو بھی کہتے ہیں اور ایک قبیلہ یا قوم کا نام بھی تھا +

مسلمان مفسرین میں سے عجائب پسند اور وہی خیال کے آدمیوں نے اس قوم نمل کو چیونٹی سمجھا اور شاعروں کی وجہ سے اُس کی بڑی شہرت ہو گئی اور نام مسلمان مخالفوں نے قرآن کی راہ سے اس پر طعن و طنز کئے۔ ایک قوم تو اپنی سادگی سے اور دوسری قوم شہرارت سے بہک گئی +

قرآن مجید کے جس قدر عربی۔ فارسی اور ہندی ترجمے ہوئے سب نمل کا یہی ترجمہ کر دیا حالانکہ یہ نام ہونے کی وجہ سے ترجمہ کے لائق نہ تھا +

یونانی زبان کی پُرانی کتابوں میں بھی قوم نمل کا حال ملتا ہے چنانچہ اسطرابو یونانی جو

۱۔ اس میں نمل سے ایسا خطاب کیا گیا ہے جیسا کہ عقلمند آدمیوں سے کیا جاتا ہے نہ کہ جیسا کہ عقلمندی پر جوتا ہے۔ جانوروں کی خلقت میں عقل اور منطق رکھا ہی نہیں گیا۔ ولا تبدیل لخلق اللہ +

۲۔ حلم کے معنی روکنے کے نہیں ہیں بلکہ توڑنے کے ہیں۔ چیونٹیوں کے مضمون پر جانے کے لئے اس کا ترجمہ روزنامہ کر دیا جاتا ہے +

سال عیسوی سے ۶۰ برس پیشتر پیدا ہوا تھا اُس نے اپنی کتاب جزافیہ میں دجواب انگریزی میں ترجمہ ہو کر تین جلدوں میں چھپ گئی ہے عشاء ۱۸ مرقی کا میڈ "کا ذکر کیا ہے اس لفظ کے معنی بھی جینوئی کے ہیں (کہ وہ زمین سے مٹی کھودتی ہے اور اُس میں سے موتی کے قطرے نکلتے ہیں۔ اور اُس کے اطراف کے رہنے والے باربرواری لیکر آتے ہیں اور چیونٹیوں سے لڑتے ہیں۔ اور وہ مٹی بھر کر بجاتے ہیں اور اُس میں سے سونا الگ کر لیتے ہیں۔ اس امر کی تصدیق ہم کو مقرزی کی تاریخ سے ہوئی دیر موثرخ احمد المقرزی مصر میں ۱۲۷۲ھ تک تھا۔ اُس نے عربی میں مسلمانوں کی تاریخ لکھی (کہ جب مارون الرشید دورہ کرتے ہوئے وادی نمل میں پہنچے تو وہاں کی ایک بڑھیا نے ان کی دعوت کی عجیب اتفاق ہے کہ سلیمان کے وقت میں بھی شاید اس قبیلہ پر ایک عورت حملہ حکمراں تھی اور مارون کے وقت میں بھی ایک بڑھیا اس قوم کی رئیس بھی (مارون نے اس خیال سے کہ یہ گائوں بہت ہی چھوٹا ہے۔ دعوت قبول کرنے میں تامل کیا آخر قبول کی۔ اور رخصت کے وقت اُس بڑھیا نے کئی تھیلیاں اشرفیوں کی تذکریں۔ بادشاہ نے تعجب سے پوچھا تو اُس نے جواب دیا کہ ہمارے یہاں ایسا سونا بہت نکلتا ہے +

### طیر

(۴) وتفق الطیر فقال مالی لا امری المهد هدا مکان من الغائبین لا عذبته

۱۔ سید فیروز الدین احمد وزیر سلطنت تونس نے کتاب اقوام المسالک فی احوال الممالک (ص ۳۰) میں جو کہ ترجمہ نظم الممالک (ص ۶۲) میں ہوا ہے لکھا ہے کہ۔

"مقرزی نے مامون شید کی ایک حکایت لکھی ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی ثروت اور دولت اُنکے عدل کے زمانہ میں کتنی ہی پر تھی چنانچہ اُس نے لکھا ہے کہ جب مامون شیعہ مصر کے علاقہ کا دورہ شروع کیا تو وہ ہر گاؤں میں ایک استون ٹھہرنا تھا جب وہ طرابلس ایک گاؤں میں پہنچا تو وہاں حسب معمول اُس نے قیام کیا اور اُسے کہہ چلا تو ایک بڑھیا اُنسی گاؤں کی مامون رشید کی خدمت میں آئی اور اُس نے عرض کیا کہ آپ جیسے گاؤں میں بھی قیام فرماویں جب مامون شیعہ اُس کی التجا کو قبول فرمایا اور وہاں قیام کیا تو اُس بڑھیا نے اپنی حیثیت کے موافق مامون شید کی اور اُسکے لشکر کی دعوت کا سامان کیا اور جب مامون شیعہ وہاں سے واپس ہو کر آیا تو اُس نے اُس بڑھیا کو دیکھا تو اُس نے اُس کی ایک ٹہنی کے ساتھ مامون شید کی نذر گزاریں مامون شید اول تو اپنی اور اپنے لشکر کی دعوت ہی متعجب ہوا تھا جب اُس نے اس کو دیکھا تو اُس نے فرمایا کہ یہ تو ایک غریب بڑھیا ہے اُس نے کہا کہ یہ کوئی بڑی چیز نہیں ہے بلکہ یہ سونا تو ہمارے گاؤں کی مٹی میں سے پیدا ہوتا ہے علاوہ اسکے میرے پاس تو بہت کچھ آؤر موجود ہے یہ تو کچھ بھی نہیں ہے جب مامون شیعہ یہ سنا تو اُس کو خوشی قبول کیا اور اُس بڑھیا کی اُس گاؤں میں عزت اور وقت زیادہ کر دی +

عذاباً شدیداً اولاً ذبحتہ اولیاً یتقی بسلطان حسین (نمل) +

ترجمہ۔ اور سلیمان نے لشکر کا جائزہ لیا تو کہا کہ کیا وجہ کہ ہر دو ایک شاید میرے فوج یا مصاحب تھا (نظر نہیں آتا) کیا وہ غیر حاضر ہو گیا اس کی تیس سزا کروں گا یا قتل کروں گا۔ اگر وہ کوئی معقول عذر نہ پیش کرے گا +

تفسیر۔ لوگوں نے اُردو میں اس کا ترجمہ عجیب کیا ہے کہ اور خیر لی اُڑتے جانوروں کی اڑتالاکہ طیرہ کے معنی لشکر کے بھی ہیں۔ حماسہ میں جو علم عربیت کی منبر اور مشہور کتاب ہے موسیٰ بن جابر کا یہ ایک شعر ہے۔

فما نفرت جنتی ولا قتل مبدی

ولا اصبح طیری من الخوف دفناً

اس کی شرح میں شیخ ابوزکریا یحییٰ بن علی الخطیب التبریزی نے لکھا ہے۔ دیکھو نہ ان یرید بالطیر سوا یدہ وطوائف خیلہ التی کانت تذہب فی الغارات والار تباء وتجسس الاجل وغیرہ (ص ۱۸۲ شرح حماسہ مطبوعہ بونارس ۱۳۵۴ء) +

ہد ہد

ہد ہد ایک آدمی کا نام ہے اور ایک چڑیا بھی عربی زبان میں ہد ہد کہلاتی ہے اور لفظ ہد ہد جو کہ ہد ہد کی جمع ہے ایک قبیلہ کا نام ہے جو یمن میں تھا (اصلح) اور تواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سلیمان کے زمانہ میں اور آدمی اسی نام کے یا اسی کے قریب اللعجم نام کے تھے چنانچہ ہد ہد ۶۶۶ جس کا ذکر کتاب اقل سلاطین ۱۱۱ میں ہے ہد ہد عز ۶۶۶ ۶۶۶ ایضاً ۱۱۱ اور شاید بعض تفسیروں میں ہے کہ ہد ہد بقیس کے چچا کا نام تھا اور ڈاکٹر یو کاک کی تاریخ عرب میں جو سولہویں صدی میں تصنیف ہوئی بقیس کے باپ کا نام ہد ہد بن شرمیل لکھا ہے مفسرین نے لفظ طیر کی مناسبت سے ایک انسان سردار لشکر یا مصاحب حضرت سلیمان مسمیٰ ہد ہد کو چڑیا بنا دیا +

## عفريت عرش

(۵) قال يا ايها الملاء ايكديا تيبخى بعروشها قيل ان يا قونى مسلمين فقال عفريت<sup>۵۲</sup>

لہ یہ باتیں اُسی کی نسبت کہی جاتی ہیں جو کہ مکلف اور ذمی عقل ہونہ چڑیوں کی نسبت +

۵۲ قولہ تعالیٰ عفريت التاء زاید لا لانه من العفريقاں عفريت وعفريتہ۔ اعراب القرآن +

للعن الجن انا آتيتك به قبل ان تقوم من مقامك والى عليه لقوى الامين (نمل) +  
 ترجمہ۔ حضرت سلیمان نے فرمایا کہ اے دربارو التوم میں کوئی ہے کہ اس کا تخت اُنکے  
 حکم برور ہو کر آنے سے پہلے اُسے اُسے قبیلہ جن میں غفریت نامی ایک شخص نے کہا کہ آپ کے اپنی جگہ  
 سے اُٹھنے سے پہلے میں اُس کو لادیتا ہوں اور میں اُس پر قوی اور امین ہوں +  
 تفسیر غفریت ایک آدمی کا نام تھا اور کسی شہر یا قلعہ کا نام بھی ہو سکتا ہے قاموس میں  
 غفر کے مادہ میں لکھا ہے۔ اسم ارض و قلعة بفلسطين واسم امرأة والرجل الكامل

۱۔ بخاری نے کتاب الصلوة و تفسیر میں روایت کی ہے۔ حدثنا اسحاق بن ابراہیم حدثنا روح و محمد  
 بن جعفر عن شعبة عن محمد بن زياد عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان غفریت  
 من الجن تفلت علی الباریخۃ او کلمۃ یخوضھا ليقطع علی الصلوة فامکنی الیہ منہ و اردت ان  
 اربط الی سلسلہ من سوارى المسجد حتى تصبحوا و تنظروا الیہ کلکم ذنکوت قول اخي  
 سليمان هي لي ملكا لا ينبغي لاحد من بعدی قال سادح فردا خاسئا +  
 یعنی جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک غفریت جو میں سے میری نمازیں آیا میں نے اُس کو پکڑ لیا اور چاہا  
 کہ مسجد کے ستون سے باندھ رکھوں مگر سلیمان کا قول یا دیا یا اللہ یہ روایت ثابت اور صحیح نہیں ہے +

اول تو یہ کہ یہ ایک خبر واحد ہے جو مفید علم و یقین نہیں ہوتی +  
 دوسرے یہ کہ اس میں راوی نے ٹھیک وہ الفاظ جو جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائے تھے یا نہیں لکھے  
 چنانچہ اس کا شک اور تردد او کلمۃ یخوضھا سے ثابت ہے +  
 تیسرے یہ کہ یہ روایت مُرْسَل ہے جس میں شعبہ اور محمد اور ابی ہریرہ اور جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم عن  
 کر کے روایت ہوئی ہے جو اتصال پر یقیناً عمل نہیں ہو سکتی احتمال ہے کہ ان سب راویوں کے درمیان ایک ایک  
 دو دو واسطہ چھوٹ گیا ہو +

چوتھے یہ کہ حضرت ابو ہریرہ سے اکثر غلط روایتیں مشہور ہو گئی ہیں اور خود اُنکے زمانہ میں بھی ان کی روایت  
 پر لوگ طہارت وغیرہ کرتے تھے اور ان کی روایتوں کو حضرت عائشہ پر عرض کر کے تصحیح یا تغلط کرتے تھے چنانچہ مسلم نے  
 روایت کی ہے رباب استجاب بذا و النعال بالیستی الخ حدثنا ابو بکر بن ابی شیبہ و ابو کریب  
 واللفظ لابن کویب قال حدثنا ابن ادریس عن الاعش عن ابی زین قال خرج الینا ابو ہریرۃ رضی اللہ  
 عنہ فصر بیدہ علی ارجلہ فقال الا انکم تجدون ان الذکب علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ  
 یعنی ابو زین کہتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ ہم لوگوں کے پاس گئے اور اپنا ماتھا کوٹ کے فرمانے لگے کہ تم لوگ کہتے ہو کہ میں جناب  
 پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھتا ہوں الخ پانچویں یہ کہ روح راوی بھی متکلم فیہ ہے بیس اکثر فتح الباری شرح بخاری تصنیف ابن حجر  
 عسقلانی کے مقدمہ کی نوید فہرست سے ظاہر ہے پس یہ روایت کسی طرح قابل یقین نہیں ہو سکتی +

ضابطہ القوی۔ پس یہ عفریت جو حضرت سلیمان کے دربار میں تھا قبیلہ بنی عاملیق سے جو جن کلاتے ہیں ہوگا اور یہ نام یا تو شہر عفرول کی نسبت سے اُس کا ہوگا یا اُس کا ذاتی نام اور یا اُس کی قوت اور شدت کی وجہ سے وہ عفریت کہلاتا ہوگا جس کا اشارہ لفظ قوی میں بھی ہے اور یہ تو عجائب پرستوں کی ایک خام خیالی ہے کہ وہ راکش یا دیوتھا۔

عبرانی کتابوں میں عفرہ ۲۶۵ آدمی کا نام بھی ہے (۱۔ اخبار الایام ۱۱) اور شہر کا نام بھی (قاضیوں کی کتاب ۶۱، ۶۲، ۶۳) ایسے ہی عفرول ۲۶۵ بھی آدمی کا نام ہے۔ (پسیدائش ۲۳، ۲۴) اور شہر کا نام بھی (۲۔ اخبار الایام ۱۳، ۱۴، ۱۵) +  
(۶) قال الذی عندہ علم من الكتاب انا اثبتہ بقبل ان یزید الیث طرفہ فاما الہ مستقر عندہ قال هذا من فضل ربی لیس بونی اشکر ادا کفر (نمل) +

ترجمہ جس شخص کے پاس کتاب کا علم تھا وہ بولا کہ میں اس کو ایک طرفۃ العین میں لا دیتا ہوں جب سلیمان نے اس کو اپنے پاس رکھا دیکھا تو کہا کہ یہ میرے خدا کے فضل سے ہے۔ میری آزمائش کو کہ میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری +

تفسیر۔ وہ عفریت تو قوم عاملیق سے تھا اور شیخ اہل کتاب میں سے تھا اس نے کہا کہ میں بلقیس کے تخت کو بہت جلد منگو اوتیا ہوں غالباً اس کا تخت ایک معمولی طوکے بیٹھنے کی چوکی ہوگی جسے بلقیس ساتھ لائی ہوگی وہ اس نے بلقیس کے یہاں سے منگوادی اور یہ بات غالباً بلقیس کی اطلاع سے ہوئی پچنانچہ دوسری آیت سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ جب ملکہ سبا کو وہ تخت دکھلا کے پوچھا گیا تمہارا تخت ایسا ہی ہے اس نے کہا۔ کائناتھو واولدنا العلم من قبلہ کہ گویا یہ وہی ہے اور ہم کو معلوم ہو چکا آگے سے۔ قصہ گو مفسرین نے محض ان سیدھی سادی باتوں کو افسانہ کارنگ دینے کو بہت کچھ مبالغے کئے ہیں کہ بلقیس کا تخت حد سے زیادہ مثلاً ۸۰ گز لمبا تھا اور وہ اس کو سات کوٹھڑیوں میں سبا میں بند کرائی تھی اور اس پر پرے کھڑے تھے اور آصف وزیر سلیمان نے درحقیقت ایک طرفۃ العین میں اس طور سے منگادیا۔ کہ اسم اعظم پڑھا اور وہ تخت زمین کے نیچے ہی نیچے چلا آیا اور سلیمان علیہ السلام کے قریب آکر زمین سے پیدا ہو گیا۔ قرآن کے مضمون میں کوئی ایسا مضمون خلاف مجرائے طبعی اور فہمائے کے طور پر نہیں ہے۔ مگر قصہ خوانوں نے اپنی سے نوا اور بیودہ حکایتیں بڑھا اور ملا کے

لہ انہ اراد المبالغۃ فی السرعۃ کما یقول لصاحبہ افعل ذلک فی لحظہ و هذا

قول مجاہد الخ۔ تفسیر کبیر لدی +

۱۵ ذوق اسرار الہی میں سب اسم اعظم اس کو ہر نام میں عظمت ہے: ایک نام میں خاص +

اسی اصلی باتوں کو ایک سُخریہ بنا دیا ہے \*

## کشفِ ساق

(۷) قیل لھا ادخلی الصرح فلما رأت حبتہ لجة وکشف عن ساقہا قال  
انہ صرح مژد من قواہ اسیر۔ (نمل) \*

توجہ۔ کسی نے کہا اُس عورت کو اندر چل چل میں توجہ دیکھا اُس نے وہ سمجھی کہ پانی ہے  
گھبرائی کہ کیونکر جاؤں کسی نے کہا یہ تو ایک محل ہے اس میں شیشے جڑے ہیں \*  
تفسیر۔ کشفِ ساق سے کنایتاً گھبراہٹ مراد ہے کیونکہ جب کوئی ہنگامہ برپا ہو یا  
معرکہ جنگ میں سکت ہو پڑے اور ہل چل اور بھاڑ پڑے تو عرب کے لباس کے مقتضاً  
سے پنڈلیاں کھل جائیں گی \*

پس یہاں یہ ترجمہ بہت ہی مناسب اور چسپاں ہے۔ قرآن مجید میں ایک جگہ اور بھی کشفِ  
ساق کا ذکر ہے یوم یكشف عن ساق (ن) اور یہاں قیامت کے ہول اور گھبراہٹ اور ہزہز  
اور افرا تفری مچ جانے سے یہی صاف اور صحیح معنی ہو سکتے ہیں کہ جس اُن ہڑپے۔ نہ یہ کہ حقیقت  
میں کسی کی پنڈلی کھل جائے اور عرب کا ایسا محاورہ بھی ہے کہ جب لڑائی میں شدت ہو۔ تو  
کہتے ہیں۔ کشف الحرب عن ساق۔ جو لوگ یہاں پر یہ معنی مراد دیتے ہیں کہ ملکہِ مسبانے اپنی  
دونوں پنڈلیاں ننگی کر دیں تاکہ اُس پانی میں اتر جاوے وہ صرف اس لغو قصہ کی رعایت سے  
ایسا کہتے ہیں یعنی حضرت سلیمان سے جنات نے کہا تھا کہ ملکہِ بلقیس ایک جہنم کے پیٹ سے ہے  
اور اُس کی پنڈلیوں پر بال ہیں اور اُس کے پیڑ گدھے کے کھڑکی مانند ہیں تو اس امر کی تحقیق  
کے لئے حضرت سلیمان نے یہ سب سامان کیا تھا مگر حضرت سلیمان کی نبوت اور حکمت پر نظر کرنے  
سے یہ قصہ محض اہیات معلوم ہوتا ہے اور یقیناً جھوٹ ہے یہ اُن کا بادشاہی سامان تھا۔ او  
اس پانی کو دیکھ کر ملکہِ سبا گھبراتی تھی کہ کیونکر جاؤں اتنے میں کسی نے کہدیا کہ اس پانی پر  
آئینہ کا فرش ہے \*

(۸)۔ اس مضمون میں ہم نے تفسیروں کی عبارتوں سے اور مختلف مفسروں کے اقوال  
سے بحث نہیں کی۔ ہمیں ہندی سادہ و سراسری۔ صرف قرآن مجید کی عبارت اور اُس پر ضروری  
امرتعلق تھا لکھ دیا ہے کیونکہ اس تحریر سے مقصود ہے کہ قرآن مجید میں جو ایسی باتیں ضمناً تفسیر  
لباس اور قصہ خوانوں کی وجہ سے داخل سمجھی جاتی ہیں اُن سے مضمون قرآنی کو پاک کیا جاوے۔  
اور جو سچی اور سیدھی بات ہو وہی راست راست بیان کی جاوے اور جو کچھ اعتراضات منکر و



کی طرف سے ان مضمونوں پر وارد ہوتے ہیں اُن کو یہ بات صاف صاف دکھلا دینی چاہئے۔ کہ اس قدر تو امر حق اور واقعی ہے اور اس قدر لغو اور جھوٹ ہے اور جس قدر جو مضمون قرآن میں وہ تاریخی واقعات اور مجرائے طبعی کے موافق ہے۔ اگر تفسیروں میں جھوٹے قصے اور خلاف حقیقت حکایتیں بھری ہوں تو اس سے قرآن اُس کا ذمہ دار اور جوابدہ نہیں ہو سکتا۔

بعضے بعضے ہو شیار اور حکیم فرج مفسروں کو بھی یہ بات معلوم تھی کہ یہ قصے تفسیروں کے پیرایہ میں اعتراض کے قابل ہیں اور انہوں نے اپنے زمانہ کے علم و حکمت کے رنگ اور مقدمے کے موافق اس کے جواب دینے اور اعتراض اٹھانے پر کوشش بھی کی مگر پھر بھی انہوں نے جواب دینے میں ایک عمدہ اصول کو نظر انداز کر دیا وہ یہ کہ انہوں نے قرآن کے سچے مضمون اور تفسیروں کی جھوٹی کہانیوں میں تمیز نہیں کی الا کہیں کہیں۔

امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں سورہ نمل کی تفسیر میں انہیں آیتوں کے ذیل میں لکھا ہے :-

ان الملاحدة طعنت في هذه القصة من وجوه - احدها ان هذه الايات اشتملت على ان النملة والحد هذه كلها بکلام لا يصدر من ذلك الكلام الامم العقلاء وذلك يحجب به الى السفسطة فانما لو جوزنا ذلك لما امكننا في النملة التمشاهد هاتين المنانين ان يكون اعلم بالهندسة من اقلیدس وبالنجوم من سيبويه وكذا القول في القملة والصبيان ويجوز ان يكون فيهم الانبياء والتكليف والمعجزات ومعلوم ان من جوز ان كان الجنون اقرب - وثانيها ان سليل عليه السلام كان بالشام فكيف طار الحد هذه في تلك اللطيفة من الشام الى اليمن ثم رجع اليه۔

والجواب عن الاول ان ذلك الاحتمال قائم في اقل العقل وانما يدفع ذلك بالاجماع وعن الباقين ان الايمان بافتقار العالم الى القادر المختار يزيل هذه الشكوك۔

اور پھر دوسری جگہ لکھا ہے وہمنا سوال وهو انه كيف يخور والمسافة بعيدة عن ينتقل العرش في هذا الزمان وهذا يقتضيه اما القول بالطفرة او حصول الجسم الواحد دفعة واحد في مكانين۔ جوابہ ان المہند سین قالوا كره الشمس مثل كره الارض مائة واربع وستين ثم ان من كان طوعهما اذ ان قصدير فاذا قسمنا زمان طلوع تمام القرص على زمان القدر الذي بين الشام واليمن كانت النسخة كثيرة فلما ثبت عقلا امكان وجود هذه الحركة السريعة وثبت انه تعالى قادر على كل الممكنات زال السؤال۔ (رازنسخہ قلمی)۔

بجملہ وہ قصے تو عجیب تھے ہی یہ جواب اُن سے بھی زیادہ عجائب و غرائب ہیں خیر اُس زمانہ میں شاید یہی جواب کافی ہوگا۔

ہم نے جو ترجمہ اور مختصر سی تفسیر کر دی ہے اس سے سب قسم کے اعتراضات خواہ وہ علوم حکمیہ کی قسم سے ہوں یا تاریخی واقعات کی قسم سے رفع ہو جاتے ہیں اور سچا مضمون قرآن کا ثابت ہوتا ہے +

اور مضامین حضرت سلیمانؑ کے جو سورۃ سببا۔ انبیا اور ص میں ہیں اُن پر پھر کبھی نظر کی جائے گی +

تسخیرِ ریج۔ جہاز رانی۔ عین القطر یعنی صناعت کے پگھلا ہوا  
تانبا اور اُس کا مقام۔ جہن و شیا طین۔ صُور کے ملک کے  
پھاڑی آدمی جو فنون اور دستکاری و جہاز رانی میں بڑے  
صنّاع اور اُستاد کار تھے۔ باؤن ریجہ۔ یعنی حورام کاریگر  
کا اپنے بادشاہ کی اجازت کے حضرت سلیمانؑ کا کام کرنا۔ اُسکی  
صنّاعیوں کی تفصیل صحفِ سابقہ سے قرآن مجید کی  
تطبیق اور تصدیق اور انکشافاتِ جدید کی توفیق

(۱) قرآن مجید میں تین جگہ فرمایا ہے کہ ہو ا کو سلیمان علیہ السلام کے تابع یعنی مستحرک دیا تھا۔  
ولسلیمان الريح غدواء مشرور واحصا شہراً۔ (سبا۔ رکوع ۲) ولسليمان الريح عاصفة تجري  
بامرج الى الامراض التي بادكتنا فيها۔ (انبيا۔ رکوع ۶) وسخرنا له الريح تجري بامره عاصفاً  
حيث اصاب (ص۔ رکوع ۳) +

سورہ ابراہیم میں ہے وسخرى لکم الفلك لتجری فی البحر بامره وسخرى لکم الانهار وسخرى  
لکم الشمس والقمر والنّیل وسخرى لکم اللیل والنهار +

ترجمہ۔ اور کام میں می تمہارے کشتی کہ چنے دریا میں اُسکے حکم سے اور کام میں دیں  
تمہارے ندیاں اور کام میں دیئے تمہارے سورج اور چاند ایک دستور پر اور کام میں دیئے تمہارے  
رات اور دن +

ان آیتوں سے صاف کھلتا ہے کہ قرآن میں تسخیر کا مضمون کس محاورہ پر آتا تھا یہ عوام الناس  
کی تسخیر نہیں ہے جو پریوں کو تسخیر کرتے ہیں اور منتر پڑھتے ہیں۔ بلکہ جملہ اہل عالم کا ان چیزوں سے قدرتِ

طور پر متبع ہونا ان چیزوں کا اُن کے مسخر ہو جانا ہے ورنہ کسی نے ہم میں سے کوئی پڑھنت پڑھ کر  
کشتیوں اور دریائوں کو اور چاند اور سورج اور رات اور دن کو مسخر نہیں کیا ہے +

(۲)۔ مفسرین تو یہ کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان ایک اُٹل لکھوٹے پر سوار ہو کر مدینہ سازوسازان  
و شہم و خدم اور دھر سے ادھر اور ادھر سے ادھر یعنی ممالک شام و ایران و یمن و فلسطین و یروشلم  
سے اسطخر اور فاریس اور وہاں سے کابل کی سیر کیا کرتے تھے مگر مفسرین کا قاعدہ ہے کہ جب وہ  
کینگے تو ایک انوکھی بات کہیں گے جس کا کچھ تہہ ٹھکانا نہ ہو وہ اپنے خیال کی بلند پروازیوں سے ہم  
کے گھوڑے دوڑاتے ہیں +

میرے توسن کو صبا باندھتے ہیں

شعرا اپنی ہوا باندھتے ہیں

وہ کبھی تاریخانہ تحقیقات پر متوجہ نہیں ہوتے۔ وہ جو شام کی کسی لڑائی میں ایک بار شتر ہوو کے  
قصہ کہانیوں کا لگ گیا تھا وہی اُن کا مایہ بساط ہے حالانکہ حضرت سلیمان کی تاریخی کتابیں جو یہود  
کے مجموعہ اربع عسیریم کے صیغہ کنویم میں مدون ہیں۔ اگر اُن پر رجوع کرتے تو انہیں ان آیات  
کی تفسیر میں باد ہوائی قصہ کہانی لکھنے کی ضرورت نہ پڑتی +

(۳) کتاب سلاطین اور اخبار الامام کے ملاحظہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت سلیمان نے  
بنی اسرائیل میں اول اول جہاز رانی شروع کی اُن کے دو بڑے بڑے بیڑے بحر روم اور بحر ہند میں  
آسمان سے باتیں کرتے ہوئے ہوا کے رخ پر چلتے تھے۔ اور چونکہ اُس زمانہ میں وہ خانی جہاز نہ تھے  
اور بادی جہاز بغیر تسخیر ہوا کام نہیں دیتے۔ اُن کی رفتار ایسی تھی کہ صبح سے شام تک اور شام سے  
صبح تک اس قدر مسافت طے کر جاتے تھے جو اُس زمانہ میں ایک مہینے کے سفر میں طے ہو سکتی تھی  
اور اہل الکرامض التی باد کثنا سے بھی اُن کی واپسی پر اشارہ ہے پس سلیمان علیہ السلام کے ان جہازوں  
کا چلنا اور ہوا کا مسخر ہونا ایک ہی بات ہے۔ قرآن کوئی تاریخ کی کتاب نہیں جس میں مفصل کیفیت  
لکھی جاتی بلکہ اس میں تو بسبیل تذکرہ فضائل سلیمان علیہ السلام اور انعامات الہی کے بیان میں  
اس بات پر اشارہ ہے جو تاریخ کی کتابوں میں مفصل لکھی ہوئی ہے +

(۴) سفر الملوک اول (ب ۹) میں لکھا ہے (۲۶) پھر سلیمان بادشاہ نے عسیریم

میں جو ایلوش کے نزدیک ہے دریائے قازم کے کنارہ پر جو اودوم کی سرزمین میں ہے جہازوں کے  
بحر بنائے اور جہاز میں اُس بحر میں اپنے جاکر ملاح جو سمندر کے حال سے آگاہ تھے سلیمان کے  
چاکروں کے ساتھ کر کے بھجوائے اور وہ اوفیر کو گئے۔ اور کتاب سفوا لایا مثنائی (ب ۲) میں

لے غبارہ کا احتمال ہو سکتا ہے مگر اس کا کوئی تاریخی ثبوت نہیں ہے +

حیرام کا قتل بختاب سلیمان منقول ہے (۱۶) ہم قہنی کٹریاں بچھ کر کار میں لبنان میں کاٹینگے اور انہیں بڑا بندھوا کے سمندر پر سے تیرے پاس یا فائیں پہنچا دیں گے۔ پھر اسی کتاب کے باب آٹھ میں ہے۔ اُس وقت سلیمان سمندر کے کنارے اودوم کے ملک میں عصیون حیر اور ایلوٹ کو گیا اور حورام نے اپنے نوکروں کے ہاتھ سے جہازوں کو اور ملاحوں کو جو سمندر کے حال سے آگاہ تھے اُس پاس بھیجا اور وہ سلیمان کے چاکروں کے ساتھ اوفیر کو گئے اور وہاں سے ساڑھے چار سو قنطار سونا لیا اور سلیمان بادشاہ کے پاس لائے \*

پھر اسی کتاب کے نویں باب میں لکھا ہے۔ کہ بادشاہ کے جہاز حورام کے نوکروں کی سیاتھ طریس کو جاتے اور وہاں سے اُن پر تین برس میں ایک بار سونا اور روپا اور ہاتھی دانت اور بندر اور مور اُسکے لئے بھیجتے تھے۔ اس سے ثابت ہے کہ مقام عصیون جبر میں حضرت سلیمان نے جہاز بنوایا تھا اور وہ جہاز اوفیر کو جاتا تھا اور دوسرا جہاز طریس کو جاتا تھا \*

(۵) محققین نے اس امر میں اختلاف کیا ہے کہ اوفیر کس مقام پر تھا اس شہر کا نام صحیفہ ایوب ۲۲/۲۳ میں بھی ہے۔ ترجمہ یونانی سبٹو اجنٹ میں اوفیر کی جگہ سفرہ لکھا ہے۔ بعضے تو ہاتھی دانت اور بندر اور طاؤس کے قینہ سے اس کو ہندوستان کا کوئی شہر جو مغرب کے کنارہ پر ہوگا بتاتے ہیں اور بعضے اُس کو افریقہ کا مشرقی کنارہ بتاتے ہیں اور لفظ کو ہم کا ترجمہ طوطوں کی ایک قسم کرتے ہیں نہ کہ طاؤس۔ اور یسی نے اپنے جغرافیہ میں سفر کو افریقہ میں قائم کیا ہے اور بلیوس نے ایک سفر اعراب میں اور ایک ہندوستان میں لکھا ہے \*

شاید طریس وہی ملک ہے جو قرطاجنہ کے پاس افریقہ کے کنارہ پر ہے اور اب تونس کے نام سے موسوم ہے۔ گران باتوں کی تحقیق خارج از بحث ہے اس لئے اوفیر اور طریس کی بحث میں جو جغرافیہ کے متعلق ہے کوئی قطعی بات نہیں کہی جاتی \*

وَأَسْلَمْنَا لَهُ الْغَنَاءَ الْفَطْرَ - (سبا) \*

(۶) شاہ ولی اللہ صاحب کا ترجمہ ہے۔ ”دروان ساغتم برائے اوشیم مس“ اور شاہ

۱۔ دیکھو دارن کی تفسیر جلد ۳ صفحہ ۶۰۔ اور مصلط کی کتاب الکائنات (رج ۲ ص ۲۷۹ و ۵۰۰) اور خطبات الاچٹ تفسیر مولوی سید احمد خاں بہادر نجم الدین خطبہ جغرافیہ عرب \*

۲۔ تونس مدینہ کبیرۃ محدثۃ بافریقہ علی ساحل البحر عرفت من القاص قرطاجنہ وہی علی میلیون ہمتا وکان اسم تونس۔ طوسیسیس۔ ابو الفداء \*

۳۔ شہرہ کے عربی زبان میں عین کے بہت معنی ہیں چنانچہ عین کے معنی گزیرہ ہر چیز پر شخص نفس پر فرم بھی ہیں۔ صراح اور قاموس میں ہے دارالمنشی والستید پس یہ معنی ہو سکتے ہیں کہ ہم نے اس کیلئے عہدہ مانا پگھلایا \*

عبدالقاود صاحب کا ترجمہ ہے۔ اور بہادیاہم نے اُسکے واسطے چشمہ گھیلے تانبے کا۔ مگر تانبہ جو ایک معدنی جوہر ہے وہ گچھلا ہوا نہیں ہوتا بلکہ جواہر کافی یعنی معدنیات بجز پائے کے سخت اور صلب ہوتے ہیں۔ قطر کے معنی جمال قرشی نے صراح میں مس کے لکھے ہیں۔ اور فیروز آبادی صاحب الین نے قاموس میں اسکے معنی (نحاس الذائب و صوب منہ) یعنی گچھلا تانبہ اُس کی ایک قسم۔ اس میں قدرت کا بیان نہیں ہے کیونکہ فطرت میں تانبہ گچھلا ہوا نہیں ہوتا بلکہ صنعت کا بیان ہے جس سے سمجھا جاوے کہ حضرت سلیمان نے تانبے کے گچھلاوے کا کارخانہ جاری کیا ہوگا۔ جو کہ بیت المقدس اور بیت الملک وغیرہ عمارات شاہی کے مصرف میں آتا ہوگا۔

(۲) پس جو کچھ اس میں علم حقایق اشیا کی جہت سے اعتراض ہوتا ہے وہ تو رفع ہو گیا اب اس گچھلے تانبے کے چشمہ کا تاریخی ثبوت باقی رہا اور وہ یہ ہے۔

سفر الملوک الاوّل جو ملاخیم کی پہلی کتاب ہے اور اردو مترجموں میں سلاطین کی پہلی کتاب کہلاتی ہے اُس کے ساتویں باب کی ۱۳ اور ۱۴۔ آیت میں ہے۔

پھر سلیمان بادشاہ نے صور سے حیرام کو بلا بھیجا اور وہ نقالی فرقہ کی بیوہ عورت کا بیٹا تھا اور اُس کا باپ صور کا آدمی ٹھیکہ تھا اور وہ دانش اور عقلمندی اور حکمت سے کہ پتیل کے سطح کے کام کرے معمور تھا۔ سو وہ سلیمان بادشاہ پاس آیا اور اُس کا سب کام کیا اور اسی باب میں تانبے سے جو چیزیں بنائی گئیں اُن کی تفصیل بھی لکھی ہے اور پھر کتاب سفر الايام الثانی جو اجنبی الا یاہ کہلاتی ہے اُس کی دوسری کتاب کے دو سکراب کی ۱۳ اور ۱۴۔ آیت میں ہے اور اب میں حورام ابی ایک ہوشیار شخص کو جو کہ امتیاز کرنا جانتا ہے بھیجتا ہوں اور وہ دان کی بیٹیوں میں سے ایک عورت کا بیٹا ہے پراس کا باپ صور کا ایک شخص ہے وہ سونے روپے اور پتیل اور لوہے اور پتھر اور لکڑی اور ارغوانی اور آسمانی اور کتان اور قمری اور ہر طرح کے نقشہ کا کام جانتا ہے اور ہر ایک منصوبے کو جو اس سے پوچھا جاوے اُس کے ایجاد کرنے میں ماہر ہے۔

اصل عبرانی میں نحاس کی جگہ ۶۶۷ ۶۶۸ ۶۶۹ (نحشت) ہے اور وہ ایک ہی لفظ ہے جسکے معنی تانبے کے ہیں۔

اور کتاب دبریہیم (۲۴) میں ۶۶۷ ۶۶۸ ۶۶۹ ۶۷۰ ۶۷۱ ۶۷۲ ۶۷۳ ۶۷۴ ۶۷۵ ۶۷۶ ۶۷۷ ۶۷۸ ۶۷۹ ۶۸۰ ۶۸۱ ۶۸۲ ۶۸۳ ۶۸۴ ۶۸۵ ۶۸۶ ۶۸۷ ۶۸۸ ۶۸۹ ۶۹۰ ۶۹۱ ۶۹۲ ۶۹۳ ۶۹۴ ۶۹۵ ۶۹۶ ۶۹۷ ۶۹۸ ۶۹۹ ۷۰۰ ۷۰۱ ۷۰۲ ۷۰۳ ۷۰۴ ۷۰۵ ۷۰۶ ۷۰۷ ۷۰۸ ۷۰۹ ۷۱۰ ۷۱۱ ۷۱۲ ۷۱۳ ۷۱۴ ۷۱۵ ۷۱۶ ۷۱۷ ۷۱۸ ۷۱۹ ۷۲۰ ۷۲۱ ۷۲۲ ۷۲۳ ۷۲۴ ۷۲۵ ۷۲۶ ۷۲۷ ۷۲۸ ۷۲۹ ۷۳۰ ۷۳۱ ۷۳۲ ۷۳۳ ۷۳۴ ۷۳۵ ۷۳۶ ۷۳۷ ۷۳۸ ۷۳۹ ۷۴۰ ۷۴۱ ۷۴۲ ۷۴۳ ۷۴۴ ۷۴۵ ۷۴۶ ۷۴۷ ۷۴۸ ۷۴۹ ۷۵۰ ۷۵۱ ۷۵۲ ۷۵۳ ۷۵۴ ۷۵۵ ۷۵۶ ۷۵۷ ۷۵۸ ۷۵۹ ۷۶۰ ۷۶۱ ۷۶۲ ۷۶۳ ۷۶۴ ۷۶۵ ۷۶۶ ۷۶۷ ۷۶۸ ۷۶۹ ۷۷۰ ۷۷۱ ۷۷۲ ۷۷۳ ۷۷۴ ۷۷۵ ۷۷۶ ۷۷۷ ۷۷۸ ۷۷۹ ۷۸۰ ۷۸۱ ۷۸۲ ۷۸۳ ۷۸۴ ۷۸۵ ۷۸۶ ۷۸۷ ۷۸۸ ۷۸۹ ۷۹۰ ۷۹۱ ۷۹۲ ۷۹۳ ۷۹۴ ۷۹۵ ۷۹۶ ۷۹۷ ۷۹۸ ۷۹۹ ۸۰۰ ۸۰۱ ۸۰۲ ۸۰۳ ۸۰۴ ۸۰۵ ۸۰۶ ۸۰۷ ۸۰۸ ۸۰۹ ۸۱۰ ۸۱۱ ۸۱۲ ۸۱۳ ۸۱۴ ۸۱۵ ۸۱۶ ۸۱۷ ۸۱۸ ۸۱۹ ۸۲۰ ۸۲۱ ۸۲۲ ۸۲۳ ۸۲۴ ۸۲۵ ۸۲۶ ۸۲۷ ۸۲۸ ۸۲۹ ۸۳۰ ۸۳۱ ۸۳۲ ۸۳۳ ۸۳۴ ۸۳۵ ۸۳۶ ۸۳۷ ۸۳۸ ۸۳۹ ۸۴۰ ۸۴۱ ۸۴۲ ۸۴۳ ۸۴۴ ۸۴۵ ۸۴۶ ۸۴۷ ۸۴۸ ۸۴۹ ۸۵۰ ۸۵۱ ۸۵۲ ۸۵۳ ۸۵۴ ۸۵۵ ۸۵۶ ۸۵۷ ۸۵۸ ۸۵۹ ۸۶۰ ۸۶۱ ۸۶۲ ۸۶۳ ۸۶۴ ۸۶۵ ۸۶۶ ۸۶۷ ۸۶۸ ۸۶۹ ۸۷۰ ۸۷۱ ۸۷۲ ۸۷۳ ۸۷۴ ۸۷۵ ۸۷۶ ۸۷۷ ۸۷۸ ۸۷۹ ۸۸۰ ۸۸۱ ۸۸۲ ۸۸۳ ۸۸۴ ۸۸۵ ۸۸۶ ۸۸۷ ۸۸۸ ۸۸۹ ۸۹۰ ۸۹۱ ۸۹۲ ۸۹۳ ۸۹۴ ۸۹۵ ۸۹۶ ۸۹۷ ۸۹۸ ۸۹۹ ۹۰۰ ۹۰۱ ۹۰۲ ۹۰۳ ۹۰۴ ۹۰۵ ۹۰۶ ۹۰۷ ۹۰۸ ۹۰۹ ۹۱۰ ۹۱۱ ۹۱۲ ۹۱۳ ۹۱۴ ۹۱۵ ۹۱۶ ۹۱۷ ۹۱۸ ۹۱۹ ۹۲۰ ۹۲۱ ۹۲۲ ۹۲۳ ۹۲۴ ۹۲۵ ۹۲۶ ۹۲۷ ۹۲۸ ۹۲۹ ۹۳۰ ۹۳۱ ۹۳۲ ۹۳۳ ۹۳۴ ۹۳۵ ۹۳۶ ۹۳۷ ۹۳۸ ۹۳۹ ۹۴۰ ۹۴۱ ۹۴۲ ۹۴۳ ۹۴۴ ۹۴۵ ۹۴۶ ۹۴۷ ۹۴۸ ۹۴۹ ۹۵۰ ۹۵۱ ۹۵۲ ۹۵۳ ۹۵۴ ۹۵۵ ۹۵۶ ۹۵۷ ۹۵۸ ۹۵۹ ۹۶۰ ۹۶۱ ۹۶۲ ۹۶۳ ۹۶۴ ۹۶۵ ۹۶۶ ۹۶۷ ۹۶۸ ۹۶۹ ۹۷۰ ۹۷۱ ۹۷۲ ۹۷۳ ۹۷۴ ۹۷۵ ۹۷۶ ۹۷۷ ۹۷۸ ۹۷۹ ۹۸۰ ۹۸۱ ۹۸۲ ۹۸۳ ۹۸۴ ۹۸۵ ۹۸۶ ۹۸۷ ۹۸۸ ۹۸۹ ۹۹۰ ۹۹۱ ۹۹۲ ۹۹۳ ۹۹۴ ۹۹۵ ۹۹۶ ۹۹۷ ۹۹۸ ۹۹۹ ۱۰۰۰ ۱۰۰۱ ۱۰۰۲ ۱۰۰۳ ۱۰۰۴ ۱۰۰۵ ۱۰۰۶ ۱۰۰۷ ۱۰۰۸ ۱۰۰۹ ۱۰۱۰ ۱۰۱۱ ۱۰۱۲ ۱۰۱۳ ۱۰۱۴ ۱۰۱۵ ۱۰۱۶ ۱۰۱۷ ۱۰۱۸ ۱۰۱۹ ۱۰۲۰ ۱۰۲۱ ۱۰۲۲ ۱۰۲۳ ۱۰۲۴ ۱۰۲۵ ۱۰۲۶ ۱۰۲۷ ۱۰۲۸ ۱۰۲۹ ۱۰۳۰ ۱۰۳۱ ۱۰۳۲ ۱۰۳۳ ۱۰۳۴ ۱۰۳۵ ۱۰۳۶ ۱۰۳۷ ۱۰۳۸ ۱۰۳۹ ۱۰۴۰ ۱۰۴۱ ۱۰۴۲ ۱۰۴۳ ۱۰۴۴ ۱۰۴۵ ۱۰۴۶ ۱۰۴۷ ۱۰۴۸ ۱۰۴۹ ۱۰۵۰ ۱۰۵۱ ۱۰۵۲ ۱۰۵۳ ۱۰۵۴ ۱۰۵۵ ۱۰۵۶ ۱۰۵۷ ۱۰۵۸ ۱۰۵۹ ۱۰۶۰ ۱۰۶۱ ۱۰۶۲ ۱۰۶۳ ۱۰۶۴ ۱۰۶۵ ۱۰۶۶ ۱۰۶۷ ۱۰۶۸ ۱۰۶۹ ۱۰۷۰ ۱۰۷۱ ۱۰۷۲ ۱۰۷۳ ۱۰۷۴ ۱۰۷۵ ۱۰۷۶ ۱۰۷۷ ۱۰۷۸ ۱۰۷۹ ۱۰۸۰ ۱۰۸۱ ۱۰۸۲ ۱۰۸۳ ۱۰۸۴ ۱۰۸۵ ۱۰۸۶ ۱۰۸۷ ۱۰۸۸ ۱۰۸۹ ۱۰۹۰ ۱۰۹۱ ۱۰۹۲ ۱۰۹۳ ۱۰۹۴ ۱۰۹۵ ۱۰۹۶ ۱۰۹۷ ۱۰۹۸ ۱۰۹۹ ۱۱۰۰ ۱۱۰۱ ۱۱۰۲ ۱۱۰۳ ۱۱۰۴ ۱۱۰۵ ۱۱۰۶ ۱۱۰۷ ۱۱۰۸ ۱۱۰۹ ۱۱۱۰ ۱۱۱۱ ۱۱۱۲ ۱۱۱۳ ۱۱۱۴ ۱۱۱۵ ۱۱۱۶ ۱۱۱۷ ۱۱۱۸ ۱۱۱۹ ۱۱۲۰ ۱۱۲۱ ۱۱۲۲ ۱۱۲۳ ۱۱۲۴ ۱۱۲۵ ۱۱۲۶ ۱۱۲۷ ۱۱۲۸ ۱۱۲۹ ۱۱۳۰ ۱۱۳۱ ۱۱۳۲ ۱۱۳۳ ۱۱۳۴ ۱۱۳۵ ۱۱۳۶ ۱۱۳۷ ۱۱۳۸ ۱۱۳۹ ۱۱۴۰ ۱۱۴۱ ۱۱۴۲ ۱۱۴۳ ۱۱۴۴ ۱۱۴۵ ۱۱۴۶ ۱۱۴۷ ۱۱۴۸ ۱۱۴۹ ۱۱۵۰ ۱۱۵۱ ۱۱۵۲ ۱۱۵۳ ۱۱۵۴ ۱۱۵۵ ۱۱۵۶ ۱۱۵۷ ۱۱۵۸ ۱۱۵۹ ۱۱۶۰ ۱۱۶۱ ۱۱۶۲ ۱۱۶۳ ۱۱۶۴ ۱۱۶۵ ۱۱۶۶ ۱۱۶۷ ۱۱۶۸ ۱۱۶۹ ۱۱۷۰ ۱۱۷۱ ۱۱۷۲ ۱۱۷۳ ۱۱۷۴ ۱۱۷۵ ۱۱۷۶ ۱۱۷۷ ۱۱۷۸ ۱۱۷۹ ۱۱۸۰ ۱۱۸۱ ۱۱۸۲ ۱۱۸۳ ۱۱۸۴ ۱۱۸۵ ۱۱۸۶ ۱۱۸۷ ۱۱۸۸ ۱۱۸۹ ۱۱۹۰ ۱۱۹۱ ۱۱۹۲ ۱۱۹۳ ۱۱۹۴ ۱۱۹۵ ۱۱۹۶ ۱۱۹۷ ۱۱۹۸ ۱۱۹۹ ۱۲۰۰ ۱۲۰۱ ۱۲۰۲ ۱۲۰۳ ۱۲۰۴ ۱۲۰۵ ۱۲۰۶ ۱۲۰۷ ۱۲۰۸ ۱۲۰۹ ۱۲۱۰ ۱۲۱۱ ۱۲۱۲ ۱۲۱۳ ۱۲۱۴ ۱۲۱۵ ۱۲۱۶ ۱۲۱۷ ۱۲۱۸ ۱۲۱۹ ۱۲۲۰ ۱۲۲۱ ۱۲۲۲ ۱۲۲۳ ۱۲۲۴ ۱۲۲۵ ۱۲۲۶ ۱۲۲۷ ۱۲۲۸ ۱۲۲۹ ۱۲۳۰ ۱۲۳۱ ۱۲۳۲ ۱۲۳۳ ۱۲۳۴ ۱۲۳۵ ۱۲۳۶ ۱۲۳۷ ۱۲۳۸ ۱۲۳۹ ۱۲۴۰ ۱۲۴۱ ۱۲۴۲ ۱۲۴۳ ۱۲۴۴ ۱۲۴۵ ۱۲۴۶ ۱۲۴۷ ۱۲۴۸ ۱۲۴۹ ۱۲۵۰ ۱۲۵۱ ۱۲۵۲ ۱۲۵۳ ۱۲۵۴ ۱۲۵۵ ۱۲۵۶ ۱۲۵۷ ۱۲۵۸ ۱۲۵۹ ۱۲۶۰ ۱۲۶۱ ۱۲۶۲ ۱۲۶۳ ۱۲۶۴ ۱۲۶۵ ۱۲۶۶ ۱۲۶۷ ۱۲۶۸ ۱۲۶۹ ۱۲۷۰ ۱۲۷۱ ۱۲۷۲ ۱۲۷۳ ۱۲۷۴ ۱۲۷۵ ۱۲۷۶ ۱۲۷۷ ۱۲۷۸ ۱۲۷۹ ۱۲۸۰ ۱۲۸۱ ۱۲۸۲ ۱۲۸۳ ۱۲۸۴ ۱۲۸۵ ۱۲۸۶ ۱۲۸۷ ۱۲۸۸ ۱۲۸۹ ۱۲۹۰ ۱۲۹۱ ۱۲۹۲ ۱۲۹۳ ۱۲۹۴ ۱۲۹۵ ۱۲۹۶ ۱۲۹۷ ۱۲۹۸ ۱۲۹۹ ۱۳۰۰ ۱۳۰۱ ۱۳۰۲ ۱۳۰۳ ۱۳۰۴ ۱۳۰۵ ۱۳۰۶ ۱۳۰۷ ۱۳۰۸ ۱۳۰۹ ۱۳۱۰ ۱۳۱۱ ۱۳۱۲ ۱۳۱۳ ۱۳۱۴ ۱۳۱۵ ۱۳۱۶ ۱۳۱۷ ۱۳۱۸ ۱۳۱۹ ۱۳۲۰ ۱۳۲۱ ۱۳۲۲ ۱۳۲۳ ۱۳۲۴ ۱۳۲۵ ۱۳۲۶ ۱۳۲۷ ۱۳۲۸ ۱۳۲۹ ۱۳۳۰ ۱۳۳۱ ۱۳۳۲ ۱۳۳۳ ۱۳۳۴ ۱۳۳۵ ۱۳۳۶ ۱۳۳۷ ۱۳۳۸ ۱۳۳۹ ۱۳۴۰ ۱۳۴۱ ۱۳۴۲ ۱۳۴۳ ۱۳۴۴ ۱۳۴۵ ۱۳۴۶ ۱۳۴۷ ۱۳۴۸ ۱۳۴۹ ۱۳۵۰ ۱۳۵۱ ۱۳۵۲ ۱۳۵۳ ۱۳۵۴ ۱۳۵۵ ۱۳۵۶ ۱۳۵۷ ۱۳۵۸ ۱۳۵۹ ۱۳۶۰ ۱۳۶۱ ۱۳۶۲ ۱۳۶۳ ۱۳۶۴ ۱۳۶۵ ۱۳۶۶ ۱۳۶۷ ۱۳۶۸ ۱۳۶۹ ۱۳۷۰ ۱۳۷۱ ۱۳۷۲ ۱۳۷۳ ۱۳۷۴ ۱۳۷۵ ۱۳۷۶ ۱۳۷۷ ۱۳۷۸ ۱۳۷۹ ۱۳۸۰ ۱۳۸۱ ۱۳۸۲ ۱۳۸۳ ۱۳۸۴ ۱۳۸۵ ۱۳۸۶ ۱۳۸۷ ۱۳۸۸ ۱۳۸۹ ۱۳۹۰ ۱۳۹۱ ۱۳۹۲ ۱۳۹۳ ۱۳۹۴ ۱۳۹۵ ۱۳۹۶ ۱۳۹۷ ۱۳۹۸ ۱۳۹۹ ۱۴۰۰ ۱۴۰۱ ۱۴۰۲ ۱۴۰۳ ۱۴۰۴ ۱۴۰۵ ۱۴۰۶ ۱۴۰۷ ۱۴۰۸ ۱۴۰۹ ۱۴۱۰ ۱۴۱۱ ۱۴۱۲ ۱۴۱۳ ۱۴۱۴ ۱۴۱۵ ۱۴۱۶ ۱۴۱۷ ۱۴۱۸ ۱۴۱۹ ۱۴۲۰ ۱۴۲۱ ۱۴۲۲ ۱۴۲۳ ۱۴۲۴ ۱۴۲۵ ۱۴۲۶ ۱۴۲۷ ۱۴۲۸ ۱۴۲۹ ۱۴۳۰ ۱۴۳۱ ۱۴۳۲ ۱۴۳۳ ۱۴۳۴ ۱۴۳۵ ۱۴۳۶ ۱۴۳۷ ۱۴۳۸ ۱۴۳۹ ۱۴۴۰ ۱۴۴۱ ۱۴۴۲ ۱۴۴۳ ۱۴۴۴ ۱۴۴۵ ۱۴۴۶ ۱۴۴۷ ۱۴۴۸ ۱۴۴۹ ۱۴۵۰ ۱۴۵۱ ۱۴۵۲ ۱۴۵۳ ۱۴۵۴ ۱۴۵۵ ۱۴۵۶ ۱۴۵۷ ۱۴۵۸ ۱۴۵۹ ۱۴۶۰ ۱۴۶۱ ۱۴۶۲ ۱۴۶۳ ۱۴۶۴ ۱۴۶۵ ۱۴۶۶ ۱۴۶۷ ۱۴۶۸ ۱۴۶۹ ۱۴۷۰ ۱۴۷۱ ۱۴۷۲ ۱۴۷۳ ۱۴۷۴ ۱۴۷۵ ۱۴۷۶ ۱۴۷۷ ۱۴۷۸ ۱۴۷۹ ۱۴۸۰ ۱۴۸۱ ۱۴۸۲ ۱۴۸۳ ۱۴۸۴ ۱۴۸۵ ۱۴۸۶ ۱۴۸۷ ۱۴۸۸ ۱۴۸۹ ۱۴۹۰ ۱۴۹۱ ۱۴۹۲ ۱۴۹۳ ۱۴۹۴ ۱۴۹۵ ۱۴۹۶ ۱۴۹۷ ۱۴۹۸ ۱۴۹۹ ۱۵۰۰ ۱۵۰۱ ۱۵۰۲ ۱۵۰۳ ۱۵۰۴ ۱۵۰۵ ۱۵۰۶ ۱۵۰۷ ۱۵۰۸ ۱۵۰۹ ۱۵۱۰ ۱۵۱۱ ۱۵۱۲ ۱۵۱۳ ۱۵۱۴ ۱۵۱۵ ۱۵۱۶ ۱۵۱۷ ۱۵۱۸ ۱۵۱۹ ۱۵۲۰ ۱۵۲۱ ۱۵۲۲ ۱۵۲۳ ۱۵۲۴ ۱۵۲۵ ۱۵۲۶ ۱۵۲۷ ۱۵۲۸ ۱۵۲۹ ۱۵۳۰ ۱۵۳۱ ۱۵۳۲ ۱۵۳۳ ۱۵۳۴ ۱۵۳۵ ۱۵۳۶ ۱۵۳۷ ۱۵۳۸ ۱۵۳۹ ۱۵۴۰ ۱۵۴۱ ۱۵۴۲ ۱۵۴۳ ۱۵۴۴ ۱۵۴۵ ۱۵۴۶ ۱۵۴۷ ۱۵۴۸ ۱۵۴۹ ۱۵۵۰ ۱۵۵۱ ۱۵۵۲ ۱۵۵۳ ۱۵۵۴ ۱۵۵۵ ۱۵۵۶ ۱۵۵۷ ۱۵۵۸ ۱۵۵۹ ۱۵۶۰ ۱۵۶۱ ۱۵۶۲ ۱۵۶۳ ۱۵۶۴ ۱۵۶۵ ۱۵۶۶ ۱۵۶۷ ۱۵۶۸ ۱۵۶۹ ۱۵۷۰ ۱۵۷۱ ۱۵۷۲ ۱۵۷۳ ۱۵۷۴ ۱۵۷۵ ۱۵۷۶ ۱۵۷۷ ۱۵۷۸ ۱۵۷۹ ۱۵۸۰ ۱۵۸۱ ۱۵۸۲ ۱۵۸۳ ۱۵۸۴ ۱۵۸۵ ۱۵۸۶ ۱۵۸۷ ۱۵۸۸ ۱۵۸۹ ۱۵۹۰ ۱۵۹۱ ۱۵۹۲ ۱۵۹۳ ۱۵۹۴ ۱۵۹۵ ۱۵۹۶ ۱۵۹۷ ۱۵۹۸ ۱۵۹۹ ۱۶۰۰ ۱۶۰۱ ۱۶۰۲ ۱۶۰۳ ۱۶۰۴ ۱۶۰۵ ۱۶۰۶ ۱۶۰۷ ۱۶۰۸ ۱۶۰۹ ۱۶۱۰ ۱۶۱۱ ۱۶۱۲ ۱۶۱۳ ۱۶۱۴ ۱۶۱۵ ۱۶۱۶ ۱۶۱۷ ۱۶۱۸ ۱۶۱۹ ۱۶۲۰ ۱۶۲۱ ۱۶۲۲ ۱۶۲۳ ۱۶۲۴ ۱۶۲۵ ۱۶۲۶ ۱۶۲۷ ۱۶۲۸ ۱۶۲۹ ۱۶۳۰ ۱۶۳۱ ۱۶۳۲ ۱۶۳۳ ۱۶۳۴ ۱۶۳۵ ۱۶۳۶ ۱۶۳۷ ۱۶۳۸ ۱۶۳۹ ۱۶۴۰ ۱۶۴۱ ۱۶۴۲ ۱۶۴۳ ۱۶۴۴ ۱۶۴۵ ۱۶۴۶ ۱۶۴۷ ۱۶۴۸ ۱۶۴۹ ۱۶۵۰ ۱۶۵۱ ۱۶۵۲ ۱۶۵۳ ۱۶۵۴ ۱۶۵۵ ۱۶۵۶ ۱۶۵۷ ۱۶۵۸ ۱۶۵۹ ۱۶۶۰ ۱۶۶۱ ۱۶۶۲ ۱۶۶۳ ۱۶۶۴ ۱۶۶۵ ۱۶۶۶ ۱۶۶۷ ۱۶۶۸ ۱۶۶۹ ۱۶۷۰ ۱۶۷۱ ۱۶۷۲ ۱۶۷۳ ۱۶۷۴ ۱۶۷۵ ۱۶۷۶ ۱۶۷۷ ۱۶۷۸ ۱۶۷۹ ۱۶۸۰ ۱۶۸۱ ۱۶۸۲ ۱۶۸۳ ۱۶۸۴ ۱۶۸۵ ۱۶۸۶ ۱۶۸۷ ۱۶۸۸ ۱۶۸۹ ۱۶۹۰ ۱۶۹۱ ۱۶۹۲ ۱۶۹۳ ۱۶۹۴ ۱۶۹۵ ۱۶۹۶ ۱۶۹۷ ۱۶۹۸ ۱۶۹۹ ۱۷۰۰ ۱۷۰۱ ۱۷۰۲ ۱۷۰۳ ۱۷۰۴ ۱۷۰۵ ۱۷۰۶ ۱۷۰۷ ۱۷۰۸ ۱۷۰۹ ۱۷۱۰ ۱۷۱۱ ۱۷۱۲ ۱۷۱۳ ۱۷۱۴ ۱۷۱۵ ۱۷۱۶ ۱۷۱۷ ۱۷۱۸ ۱۷۱۹ ۱۷۲۰ ۱۷۲۱ ۱۷۲۲ ۱۷۲۳ ۱۷۲۴ ۱۷۲۵ ۱۷۲۶ ۱۷۲۷ ۱۷۲۸ ۱۷۲۹ ۱۷۳۰ ۱۷۳۱ ۱۷۳۲ ۱۷۳۳ ۱۷۳۴ ۱۷۳۵ ۱۷۳۶ ۱۷۳۷ ۱۷۳۸ ۱۷۳۹ ۱۷۴۰ ۱۷۴۱ ۱۷۴۲ ۱۷۴۳ ۱۷۴۴ ۱۷۴۵ ۱۷۴۶ ۱۷۴۷ ۱۷۴۸ ۱۷۴۹ ۱۷۵۰ ۱۷۵۱ ۱۷۵۲ ۱۷۵۳ ۱۷۵۴ ۱۷۵۵ ۱۷۵۶ ۱۷۵۷ ۱۷۵۸ ۱۷۵۹ ۱۷۶۰ ۱۷۶۱ ۱۷۶۲ ۱۷۶۳ ۱۷۶۴ ۱۷۶۵ ۱۷۶۶ ۱۷۶۷ ۱۷۶۸ ۱۷۶۹ ۱۷۷۰ ۱۷۷۱ ۱۷۷۲ ۱۷۷۳ ۱۷۷۴ ۱۷۷۵ ۱۷۷۶ ۱۷۷۷ ۱۷۷۸ ۱۷۷۹ ۱۷۸۰ ۱۷۸۱ ۱۷۸۲ ۱۷۸۳ ۱۷۸۴ ۱۷۸۵ ۱۷۸۶ ۱۷۸۷ ۱۷۸۸ ۱۷۸۹ ۱۷۹۰ ۱۷۹۱ ۱۷۹۲ ۱۷۹۳ ۱۷۹۴ ۱۷۹۵ ۱۷۹۶ ۱۷۹۷ ۱۷۹۸ ۱۷۹۹ ۱۸۰۰ ۱۸۰۱ ۱۸۰۲ ۱۸۰۳ ۱۸۰۴ ۱۸۰۵ ۱۸۰۶ ۱۸۰۷ ۱۸۰۸ ۱۸۰۹ ۱۸۱۰ ۱۸۱۱ ۱۸۱۲ ۱۸۱۳ ۱۸۱۴ ۱۸۱۵ ۱۸۱۶ ۱۸۱۷ ۱۸۱۸ ۱۸۱۹ ۱۸۲۰ ۱۸۲۱ ۱۸۲۲ ۱۸۲۳ ۱۸۲۴ ۱۸۲۵ ۱۸۲۶ ۱۸۲۷ ۱۸۲۸ ۱۸۲۹ ۱۸۳۰ ۱۸۳۱ ۱۸۳۲ ۱۸۳۳ ۱۸۳۴ ۱۸۳۵ ۱۸۳۶ ۱۸۳۷ ۱۸۳۸ ۱۸۳۹ ۱۸۴۰ ۱۸۴۱ ۱۸۴۲ ۱۸۴۳ ۱۸۴۴ ۱۸۴۵ ۱۸۴۶ ۱۸۴۷ ۱۸۴۸ ۱۸۴۹ ۱۸۵۰ ۱۸۵۱ ۱۸۵۲ ۱۸۵۳ ۱۸۵۴ ۱۸۵۵ ۱۸۵۶ ۱۸۵۷ ۱۸۵۸ ۱۸۵۹ ۱۸۶۰ ۱۸۶۱ ۱۸۶۲ ۱۸۶۳ ۱۸۶۴ ۱۸۶۵ ۱۸۶۶ ۱۸۶۷ ۱۸۶۸ ۱۸۶۹ ۱۸۷۰ ۱۸۷۱ ۱۸۷۲ ۱۸۷۳ ۱۸۷۴ ۱۸۷۵ ۱۸۷۶ ۱۸۷۷ ۱۸۷۸ ۱۸۷۹ ۱۸۸۰ ۱۸۸۱ ۱۸۸۲ ۱۸۸۳ ۱۸۸۴ ۱۸۸۵ ۱۸۸۶ ۱۸۸۷ ۱۸۸۸ ۱۸۸۹ ۱۸۹۰ ۱۸۹۱ ۱۸۹۲ ۱۸۹۳ ۱۸۹۴ ۱۸۹۵ ۱۸۹۶ ۱۸۹۷ ۱۸۹۸ ۱۸۹۹ ۱۹۰۰ ۱۹۰۱ ۱۹۰۲ ۱۹۰۳ ۱۹۰۴ ۱۹۰۵ ۱۹۰۶ ۱۹۰۷ ۱۹۰۸ ۱۹۰۹ ۱۹۱۰ ۱۹۱۱ ۱۹۱۲ ۱۹۱۳ ۱۹۱۴ ۱۹۱۵ ۱۹۱۶ ۱۹۱۷ ۱۹۱۸ ۱۹۱۹ ۱۹۲۰ ۱۹۲۱ ۱۹۲۲ ۱۹۲۳ ۱۹۲۴ ۱۹۲۵ ۱۹۲۶ ۱۹۲۷ ۱۹۲۸ ۱۹۲۹ ۱۹۳۰ ۱۹۳۱ ۱۹۳۲ ۱۹۳۳ ۱۹۳۴ ۱۹۳۵ ۱۹۳۶ ۱۹۳۷ ۱۹۳۸ ۱۹۳۹ ۱۹۴۰ ۱۹۴۱ ۱۹۴۲ ۱۹۴۳ ۱۹۴۴ ۱۹۴۵ ۱۹۴۶ ۱۹۴۷ ۱۹۴۸ ۱۹۴۹ ۱۹۵۰ ۱۹۵۱ ۱۹۵۲ ۱۹۵۳ ۱۹۵۴ ۱۹۵۵ ۱۹۵۶ ۱۹۵۷ ۱۹۵۸ ۱۹۵۹ ۱۹۶۰ ۱۹۶۱ ۱۹۶۲ ۱۹۶۳ ۱۹۶۴ ۱۹۶۵ ۱۹۶۶ ۱۹۶۷ ۱۹۶۸ ۱۹۶۹ ۱۹۷۰ ۱۹۷۱ ۱۹۷۲ ۱۹۷۳ ۱۹۷۴ ۱۹۷۵ ۱۹۷۶ ۱۹۷۷ ۱۹۷۸ ۱۹۷۹ ۱۹۸۰ ۱۹۸۱ ۱۹۸۲ ۱۹۸۳ ۱۹۸۴ ۱۹۸۵ ۱۹۸۶ ۱۹۸۷ ۱۹۸۸ ۱۹۸۹ ۱۹۹۰ ۱۹۹۱ ۱۹۹۲ ۱۹۹۳ ۱۹۹۴ ۱۹۹۵ ۱۹۹۶ ۱۹۹۷ ۱۹۹۸ ۱۹۹۹ ۲۰۰۰ ۲۰۰۱ ۲۰۰۲ ۲۰۰۳ ۲۰۰۴ ۲۰۰۵ ۲۰۰۶ ۲۰۰۷ ۲

(۸) یہودی کی انہیں کتب مقدسہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ چشمہ تانبے کا یعنی وہ مقام جہاں تانبہ پگھلایا گیا تھا ارون کے میدان میں کھنکھناتی مٹی میں سو کوٹ (ساخت) اور صرطان۔  
 (صدا وانا) کے درمیان میں تھا دیکھو اخبار الایام ۱۴۱۱ و سلاطین اول ۱۴۱۱) +  
 مفسرین اس کو قدرتی چشمہ بتلاتے ہیں اور یہ خلافِ فطرت ہے اور اس کی جگہ ملک یمن میں بتلاتے ہیں اور یہ خلافِ حقیقت ہے +  
 (کامرا یگران)

(۹) ومن الشیاطین من یعصون له یعملون عملاً دوزخاً وکنا لہم حفطین (انبیاء) والشیاطین کل بناء وغواص۔ و آخرین مقررین  
 فالا صفاذ (ص ۷۲) ومن الجن من یعمل بین یدیه باذن ربہ ومن ینفخ منصف  
 عن امر تانذقہ من عذاب السعیر۔ یعملون له ما یشاء من محاسن و تماشیل و  
 جفان کا الجواب وقد ویرا سیات اعلوا ال داود شکراً وقلیل من  
 عباد مح الشکور (سبا ح ۱) +

ان میں کوئی اصطلاحی جن و پری اور خیالی شیاطین و دیومراد نہیں اور نہ وہ ہوائی جنات  
 ہیں جن کو مشکل یا مشکل مختلفہ کا اختیار ہے اور نہ وہ شیاطین ہیں جن کو شیطان پرستوں نے  
 معبود باطل اور شفع مان رکھا ہے بلکہ یہاں جن اور شیطان اُن کا ریکروں اور اُستاد کاروں کو  
 کہا ہے جن کو حیرام نے حضرت سلیمان کی درخواست پر بیت المقدس کی تیاری اور بنانے  
 کے لئے بھیجا تھا اور تیران ملاحوں اور جہازی کام مینے والوں کو کہا ہے جن کو اسی حیرام نے  
 بادشاہ صورت پر حضرت سلیمان کے جہازوں پر کام کرنے کو بھیجا تھا۔ اور تیران غیر قوم  
 کے آدمیوں کو کہا ہے جو بنی اسرائیل کی قوم سے نہ تھے اور غیر لیم کہلاتے تھے جن کو تعمیر کے  
 کام پر لگایا تھا۔ انہیں تینوں قسموں کے آدمیوں نے بیت المقدس اور شاہی تعمیرات اور  
 جہاز رانی کے کام کئے اور یہی لوگ جن اور شیطان اور بناء اور غواص +

(۱۰) جب سلیمان نے بیت المقدس (مسجد اقصیٰ) بنانے کی تیاری کی تو حیرام بادشاہ صو  
 کو کھلا بھیجا کہ آپ کو معلوم ہے کہ حضرت داؤد کی جو مراد بیت المقدس بنانے کی تھی وہ تو اُنیوں  
 کے شغل سے پوری نہیں ہونے پائی مگر آپ میں چاہتا ہوں کہ اس کو پورا کروں الا میری قوم  
 میں صیدانیوں کی طرح لکڑی کاٹنے کے کام جاننے والے نہیں ہیں (۱) سلاطین ب ۵ - ۲  
 اخبار باب ۲) چنانچہ حیرام نے ایک مرد عارف بھیجا جو معدنیات کے کام اور نقاشی وغیرہ  
 میں استاد تھا (سفر الایام - ب ۱۲) +

اور اپنے لڑکوں کو اجازت دی کہ جبل لبنان سے دریائے ازر اور سرو کی کڑیاں پہنچا دیں اور سلیمان کے بنار (سمارت) بنائیولے اور حیرام کے بنا اور جلیوں یعنی پہاڑی آدمیوں نے لکڑی اور پتھر تراشے (کتاب اول سلاطین ۹۸) \*

(۱۱) پھر جب سلیمان علیہ السلام نے عصیوں جبر کے مقام پر جہاز بنوایا تو حیرام ۲ بادشاہ صو نے بہت سے ملاح جو فن جہاز رانی کو خوب جانتے تھے بھیج دیئے (سلاطین ۹۹ ۲ اخبار ۱۸) اور حیرام نے اپنے نوکرانوں کے ہاتھ سے جہازوں اور ملاحوں کو جو سمندر کے حال سے آگاہ تھے۔ اس پاس بھیجا۔ انہیں کو قرآن مجید میں غواص کہا ہے۔ وہ جو اہرات اور سونا وغیرہ بھی لاتے تھے (سلاطین ۹۹ ۲ اخبار الایام ۹۱) \*

(۱۲) پھر اقوام غیر میں سے جو لوگ بقیۃ السیف کھان میں بیچ رہے تھے حضرت سلیمان نے اُن کا شمار کر کے (جو ڈیڑھ لاکھ سے زیادہ پائے گئے) اُن کو مصالح ڈھونڈنے اور پہاڑ کھودنے کے کام پر لگایا (۲ اخبار الایام ۱۰۲) یہ بھی جن و شیطان کھلائے جو کہ اموریوں۔ حیثانیوں۔ فرزانیوں۔ حوائیوں اور یابوسیوں کی قوم سے تھے \*

(۱۳) پس یہ تو سب انسان اور بنی آدم ہی تھے جن کو جن و شیطان کہا ہے نہ کہ وہ جن و شیطان جن کو عوام نے اپنے ذہن سے عجیب عجیب غواص اور بقیۃ السیف کی اور لوح بنالیہا ہے اب یہ بات کہ جن آدمیوں کو عبرانی زبان کی کتب ملاخیم اور وبری ہیم میں (۱۰۲) (بنی) تعمیر کرنیوالے کتاب اول سلاطین ۹۹ ۲ ترجمہ عربی ۱۰۲) \*

اور ۶۲۶ ۶۲۷ ۶۲۸ ۶۲۹ ۶۳۰ ۶۳۱ ۶۳۲ ۶۳۳ ۶۳۴ ۶۳۵ ۶۳۶ ۶۳۷ ۶۳۸ ۶۳۹ ۶۴۰ ۶۴۱ ۶۴۲ ۶۴۳ ۶۴۴ ۶۴۵ ۶۴۶ ۶۴۷ ۶۴۸ ۶۴۹ ۶۵۰ ۶۵۱ ۶۵۲ ۶۵۳ ۶۵۴ ۶۵۵ ۶۵۶ ۶۵۷ ۶۵۸ ۶۵۹ ۶۶۰ ۶۶۱ ۶۶۲ ۶۶۳ ۶۶۴ ۶۶۵ ۶۶۶ ۶۶۷ ۶۶۸ ۶۶۹ ۶۷۰ ۶۷۱ ۶۷۲ ۶۷۳ ۶۷۴ ۶۷۵ ۶۷۶ ۶۷۷ ۶۷۸ ۶۷۹ ۶۸۰ ۶۸۱ ۶۸۲ ۶۸۳ ۶۸۴ ۶۸۵ ۶۸۶ ۶۸۷ ۶۸۸ ۶۸۹ ۶۹۰ ۶۹۱ ۶۹۲ ۶۹۳ ۶۹۴ ۶۹۵ ۶۹۶ ۶۹۷ ۶۹۸ ۶۹۹ ۷۰۰ ۷۰۱ ۷۰۲ ۷۰۳ ۷۰۴ ۷۰۵ ۷۰۶ ۷۰۷ ۷۰۸ ۷۰۹ ۷۱۰ ۷۱۱ ۷۱۲ ۷۱۳ ۷۱۴ ۷۱۵ ۷۱۶ ۷۱۷ ۷۱۸ ۷۱۹ ۷۲۰ ۷۲۱ ۷۲۲ ۷۲۳ ۷۲۴ ۷۲۵ ۷۲۶ ۷۲۷ ۷۲۸ ۷۲۹ ۷۳۰ ۷۳۱ ۷۳۲ ۷۳۳ ۷۳۴ ۷۳۵ ۷۳۶ ۷۳۷ ۷۳۸ ۷۳۹ ۷۴۰ ۷۴۱ ۷۴۲ ۷۴۳ ۷۴۴ ۷۴۵ ۷۴۶ ۷۴۷ ۷۴۸ ۷۴۹ ۷۵۰ ۷۵۱ ۷۵۲ ۷۵۳ ۷۵۴ ۷۵۵ ۷۵۶ ۷۵۷ ۷۵۸ ۷۵۹ ۷۶۰ ۷۶۱ ۷۶۲ ۷۶۳ ۷۶۴ ۷۶۵ ۷۶۶ ۷۶۷ ۷۶۸ ۷۶۹ ۷۷۰ ۷۷۱ ۷۷۲ ۷۷۳ ۷۷۴ ۷۷۵ ۷۷۶ ۷۷۷ ۷۷۸ ۷۷۹ ۷۸۰ ۷۸۱ ۷۸۲ ۷۸۳ ۷۸۴ ۷۸۵ ۷۸۶ ۷۸۷ ۷۸۸ ۷۸۹ ۷۹۰ ۷۹۱ ۷۹۲ ۷۹۳ ۷۹۴ ۷۹۵ ۷۹۶ ۷۹۷ ۷۹۸ ۷۹۹ ۸۰۰ ۸۰۱ ۸۰۲ ۸۰۳ ۸۰۴ ۸۰۵ ۸۰۶ ۸۰۷ ۸۰۸ ۸۰۹ ۸۱۰ ۸۱۱ ۸۱۲ ۸۱۳ ۸۱۴ ۸۱۵ ۸۱۶ ۸۱۷ ۸۱۸ ۸۱۹ ۸۲۰ ۸۲۱ ۸۲۲ ۸۲۳ ۸۲۴ ۸۲۵ ۸۲۶ ۸۲۷ ۸۲۸ ۸۲۹ ۸۳۰ ۸۳۱ ۸۳۲ ۸۳۳ ۸۳۴ ۸۳۵ ۸۳۶ ۸۳۷ ۸۳۸ ۸۳۹ ۸۴۰ ۸۴۱ ۸۴۲ ۸۴۳ ۸۴۴ ۸۴۵ ۸۴۶ ۸۴۷ ۸۴۸ ۸۴۹ ۸۵۰ ۸۵۱ ۸۵۲ ۸۵۳ ۸۵۴ ۸۵۵ ۸۵۶ ۸۵۷ ۸۵۸ ۸۵۹ ۸۶۰ ۸۶۱ ۸۶۲ ۸۶۳ ۸۶۴ ۸۶۵ ۸۶۶ ۸۶۷ ۸۶۸ ۸۶۹ ۸۷۰ ۸۷۱ ۸۷۲ ۸۷۳ ۸۷۴ ۸۷۵ ۸۷۶ ۸۷۷ ۸۷۸ ۸۷۹ ۸۸۰ ۸۸۱ ۸۸۲ ۸۸۳ ۸۸۴ ۸۸۵ ۸۸۶ ۸۸۷ ۸۸۸ ۸۸۹ ۸۹۰ ۸۹۱ ۸۹۲ ۸۹۳ ۸۹۴ ۸۹۵ ۸۹۶ ۸۹۷ ۸۹۸ ۸۹۹ ۹۰۰ ۹۰۱ ۹۰۲ ۹۰۳ ۹۰۴ ۹۰۵ ۹۰۶ ۹۰۷ ۹۰۸ ۹۰۹ ۹۱۰ ۹۱۱ ۹۱۲ ۹۱۳ ۹۱۴ ۹۱۵ ۹۱۶ ۹۱۷ ۹۱۸ ۹۱۹ ۹۲۰ ۹۲۱ ۹۲۲ ۹۲۳ ۹۲۴ ۹۲۵ ۹۲۶ ۹۲۷ ۹۲۸ ۹۲۹ ۹۳۰ ۹۳۱ ۹۳۲ ۹۳۳ ۹۳۴ ۹۳۵ ۹۳۶ ۹۳۷ ۹۳۸ ۹۳۹ ۹۴۰ ۹۴۱ ۹۴۲ ۹۴۳ ۹۴۴ ۹۴۵ ۹۴۶ ۹۴۷ ۹۴۸ ۹۴۹ ۹۵۰ ۹۵۱ ۹۵۲ ۹۵۳ ۹۵۴ ۹۵۵ ۹۵۶ ۹۵۷ ۹۵۸ ۹۵۹ ۹۶۰ ۹۶۱ ۹۶۲ ۹۶۳ ۹۶۴ ۹۶۵ ۹۶۶ ۹۶۷ ۹۶۸ ۹۶۹ ۹۷۰ ۹۷۱ ۹۷۲ ۹۷۳ ۹۷۴ ۹۷۵ ۹۷۶ ۹۷۷ ۹۷۸ ۹۷۹ ۹۸۰ ۹۸۱ ۹۸۲ ۹۸۳ ۹۸۴ ۹۸۵ ۹۸۶ ۹۸۷ ۹۸۸ ۹۸۹ ۹۹۰ ۹۹۱ ۹۹۲ ۹۹۳ ۹۹۴ ۹۹۵ ۹۹۶ ۹۹۷ ۹۹۸ ۹۹۹ ۱۰۰۰ ۱۰۰۱ ۱۰۰۲ ۱۰۰۳ ۱۰۰۴ ۱۰۰۵ ۱۰۰۶ ۱۰۰۷ ۱۰۰۸ ۱۰۰۹ ۱۰۱۰ ۱۰۱۱ ۱۰۱۲ ۱۰۱۳ ۱۰۱۴ ۱۰۱۵ ۱۰۱۶ ۱۰۱۷ ۱۰۱۸ ۱۰۱۹ ۱۰۲۰ ۱۰۲۱ ۱۰۲۲ ۱۰۲۳ ۱۰۲۴ ۱۰۲۵ ۱۰۲۶ ۱۰۲۷ ۱۰۲۸ ۱۰۲۹ ۱۰۳۰ ۱۰۳۱ ۱۰۳۲ ۱۰۳۳ ۱۰۳۴ ۱۰۳۵ ۱۰۳۶ ۱۰۳۷ ۱۰۳۸ ۱۰۳۹ ۱۰۴۰ ۱۰۴۱ ۱۰۴۲ ۱۰۴۳ ۱۰۴۴ ۱۰۴۵ ۱۰۴۶ ۱۰۴۷ ۱۰۴۸ ۱۰۴۹ ۱۰۵۰ ۱۰۵۱ ۱۰۵۲ ۱۰۵۳ ۱۰۵۴ ۱۰۵۵ ۱۰۵۶ ۱۰۵۷ ۱۰۵۸ ۱۰۵۹ ۱۰۶۰ ۱۰۶۱ ۱۰۶۲ ۱۰۶۳ ۱۰۶۴ ۱۰۶۵ ۱۰۶۶ ۱۰۶۷ ۱۰۶۸ ۱۰۶۹ ۱۰۷۰ ۱۰۷۱ ۱۰۷۲ ۱۰۷۳ ۱۰۷۴ ۱۰۷۵ ۱۰۷۶ ۱۰۷۷ ۱۰۷۸ ۱۰۷۹ ۱۰۸۰ ۱۰۸۱ ۱۰۸۲ ۱۰۸۳ ۱۰۸۴ ۱۰۸۵ ۱۰۸۶ ۱۰۸۷ ۱۰۸۸ ۱۰۸۹ ۱۰۹۰ ۱۰۹۱ ۱۰۹۲ ۱۰۹۳ ۱۰۹۴ ۱۰۹۵ ۱۰۹۶ ۱۰۹۷ ۱۰۹۸ ۱۰۹۹ ۱۱۰۰ ۱۱۰۱ ۱۱۰۲ ۱۱۰۳ ۱۱۰۴ ۱۱۰۵ ۱۱۰۶ ۱۱۰۷ ۱۱۰۸ ۱۱۰۹ ۱۱۱۰ ۱۱۱۱ ۱۱۱۲ ۱۱۱۳ ۱۱۱۴ ۱۱۱۵ ۱۱۱۶ ۱۱۱۷ ۱۱۱۸ ۱۱۱۹ ۱۱۲۰ ۱۱۲۱ ۱۱۲۲ ۱۱۲۳ ۱۱۲۴ ۱۱۲۵ ۱۱۲۶ ۱۱۲۷ ۱۱۲۸ ۱۱۲۹ ۱۱۳۰ ۱۱۳۱ ۱۱۳۲ ۱۱۳۳ ۱۱۳۴ ۱۱۳۵ ۱۱۳۶ ۱۱۳۷ ۱۱۳۸ ۱۱۳۹ ۱۱۴۰ ۱۱۴۱ ۱۱۴۲ ۱۱۴۳ ۱۱۴۴ ۱۱۴۵ ۱۱۴۶ ۱۱۴۷ ۱۱۴۸ ۱۱۴۹ ۱۱۵۰ ۱۱۵۱ ۱۱۵۲ ۱۱۵۳ ۱۱۵۴ ۱۱۵۵ ۱۱۵۶ ۱۱۵۷ ۱۱۵۸ ۱۱۵۹ ۱۱۶۰ ۱۱۶۱ ۱۱۶۲ ۱۱۶۳ ۱۱۶۴ ۱۱۶۵ ۱۱۶۶ ۱۱۶۷ ۱۱۶۸ ۱۱۶۹ ۱۱۷۰ ۱۱۷۱ ۱۱۷۲ ۱۱۷۳ ۱۱۷۴ ۱۱۷۵ ۱۱۷۶ ۱۱۷۷ ۱۱۷۸ ۱۱۷۹ ۱۱۸۰ ۱۱۸۱ ۱۱۸۲ ۱۱۸۳ ۱۱۸۴ ۱۱۸۵ ۱۱۸۶ ۱۱۸۷ ۱۱۸۸ ۱۱۸۹ ۱۱۹۰ ۱۱۹۱ ۱۱۹۲ ۱۱۹۳ ۱۱۹۴ ۱۱۹۵ ۱۱۹۶ ۱۱۹۷ ۱۱۹۸ ۱۱۹۹ ۱۲۰۰ ۱۲۰۱ ۱۲۰۲ ۱۲۰۳ ۱۲۰۴ ۱۲۰۵ ۱۲۰۶ ۱۲۰۷ ۱۲۰۸ ۱۲۰۹ ۱۲۱۰ ۱۲۱۱ ۱۲۱۲ ۱۲۱۳ ۱۲۱۴ ۱۲۱۵ ۱۲۱۶ ۱۲۱۷ ۱۲۱۸ ۱۲۱۹ ۱۲۲۰ ۱۲۲۱ ۱۲۲۲ ۱۲۲۳ ۱۲۲۴ ۱۲۲۵ ۱۲۲۶ ۱۲۲۷ ۱۲۲۸ ۱۲۲۹ ۱۲۳۰ ۱۲۳۱ ۱۲۳۲ ۱۲۳۳ ۱۲۳۴ ۱۲۳۵ ۱۲۳۶ ۱۲۳۷ ۱۲۳۸ ۱۲۳۹ ۱۲۴۰ ۱۲۴۱ ۱۲۴۲ ۱۲۴۳ ۱۲۴۴ ۱۲۴۵ ۱۲۴۶ ۱۲۴۷ ۱۲۴۸ ۱۲۴۹ ۱۲۵۰ ۱۲۵۱ ۱۲۵۲ ۱۲۵۳ ۱۲۵۴ ۱۲۵۵ ۱۲۵۶ ۱۲۵۷ ۱۲۵۸ ۱۲۵۹ ۱۲۶۰ ۱۲۶۱ ۱۲۶۲ ۱۲۶۳ ۱۲۶۴ ۱۲۶۵ ۱۲۶۶ ۱۲۶۷ ۱۲۶۸ ۱۲۶۹ ۱۲۷۰ ۱۲۷۱ ۱۲۷۲ ۱۲۷۳ ۱۲۷۴ ۱۲۷۵ ۱۲۷۶ ۱۲۷۷ ۱۲۷۸ ۱۲۷۹ ۱۲۸۰ ۱۲۸۱ ۱۲۸۲ ۱۲۸۳ ۱۲۸۴ ۱۲۸۵ ۱۲۸۶ ۱۲۸۷ ۱۲۸۸ ۱۲۸۹ ۱۲۹۰ ۱۲۹۱ ۱۲۹۲ ۱۲۹۳ ۱۲۹۴ ۱۲۹۵ ۱۲۹۶ ۱۲۹۷ ۱۲۹۸ ۱۲۹۹ ۱۳۰۰ ۱۳۰۱ ۱۳۰۲ ۱۳۰۳ ۱۳۰۴ ۱۳۰۵ ۱۳۰۶ ۱۳۰۷ ۱۳۰۸ ۱۳۰۹ ۱۳۱۰ ۱۳۱۱ ۱۳۱۲ ۱۳۱۳ ۱۳۱۴ ۱۳۱۵ ۱۳۱۶ ۱۳۱۷ ۱۳۱۸ ۱۳۱۹ ۱۳۲۰ ۱۳۲۱ ۱۳۲۲ ۱۳۲۳ ۱۳۲۴ ۱۳۲۵ ۱۳۲۶ ۱۳۲۷ ۱۳۲۸ ۱۳۲۹ ۱۳۳۰ ۱۳۳۱ ۱۳۳۲ ۱۳۳۳ ۱۳۳۴ ۱۳۳۵ ۱۳۳۶ ۱۳۳۷ ۱۳۳۸ ۱۳۳۹ ۱۳۴۰ ۱۳۴۱ ۱۳۴۲ ۱۳۴۳ ۱۳۴۴ ۱۳۴۵ ۱۳۴۶ ۱۳۴۷ ۱۳۴۸ ۱۳۴۹ ۱۳۵۰ ۱۳۵۱ ۱۳۵۲ ۱۳۵۳ ۱۳۵۴ ۱۳۵۵ ۱۳۵۶ ۱۳۵۷ ۱۳۵۸ ۱۳۵۹ ۱۳۶۰ ۱۳۶۱ ۱۳۶۲ ۱۳۶۳ ۱۳۶۴ ۱۳۶۵ ۱۳۶۶ ۱۳۶۷ ۱۳۶۸ ۱۳۶۹ ۱۳۷۰ ۱۳۷۱ ۱۳۷۲ ۱۳۷۳ ۱۳۷۴ ۱۳۷۵ ۱۳۷۶ ۱۳۷۷ ۱۳۷۸ ۱۳۷۹ ۱۳۸۰ ۱۳۸۱ ۱۳۸۲ ۱۳۸۳ ۱۳۸۴ ۱۳۸۵ ۱۳۸۶ ۱۳۸۷ ۱۳۸۸ ۱۳۸۹ ۱۳۹۰ ۱۳۹۱ ۱۳۹۲ ۱۳۹۳ ۱۳۹۴ ۱۳۹۵ ۱۳۹۶ ۱۳۹۷ ۱۳۹۸ ۱۳۹۹ ۱۴۰۰ ۱۴۰۱ ۱۴۰۲ ۱۴۰۳ ۱۴۰۴ ۱۴۰۵ ۱۴۰۶ ۱۴۰۷ ۱۴۰۸ ۱۴۰۹ ۱۴۱۰ ۱۴۱۱ ۱۴۱۲ ۱۴۱۳ ۱۴۱۴ ۱۴۱۵ ۱۴۱۶ ۱۴۱۷ ۱۴۱۸ ۱۴۱۹ ۱۴۲۰ ۱۴۲۱ ۱۴۲۲ ۱۴۲۳ ۱۴۲۴ ۱۴۲۵ ۱۴۲۶ ۱۴۲۷ ۱۴۲۸ ۱۴۲۹ ۱۴۳۰ ۱۴۳۱ ۱۴۳۲ ۱۴۳۳ ۱۴۳۴ ۱۴۳۵ ۱۴۳۶ ۱۴۳۷ ۱۴۳۸ ۱۴۳۹ ۱۴۴۰ ۱۴۴۱ ۱۴۴۲ ۱۴۴۳ ۱۴۴۴ ۱۴۴۵ ۱۴۴۶ ۱۴۴۷ ۱۴۴۸ ۱۴۴۹ ۱۴۵۰ ۱۴۵۱ ۱۴۵۲ ۱۴۵۳ ۱۴۵۴ ۱۴۵۵ ۱۴۵۶ ۱۴۵۷ ۱۴۵۸ ۱۴۵۹ ۱۴۶۰ ۱۴۶۱ ۱۴۶۲ ۱۴۶۳ ۱۴۶۴ ۱۴۶۵ ۱۴۶۶ ۱۴۶۷ ۱۴۶۸ ۱۴۶۹ ۱۴۷۰ ۱۴۷۱ ۱۴۷۲ ۱۴۷۳ ۱۴۷۴ ۱۴۷۵ ۱۴۷۶ ۱۴۷۷ ۱۴۷۸ ۱۴۷۹ ۱۴۸۰ ۱۴۸۱ ۱۴۸۲ ۱۴۸۳ ۱۴۸۴ ۱۴۸۵ ۱۴۸۶ ۱۴۸۷ ۱۴۸۸ ۱۴۸۹ ۱۴۹۰ ۱۴۹۱ ۱۴۹۲ ۱۴۹۳ ۱۴۹۴ ۱۴۹۵ ۱۴۹۶ ۱۴۹۷ ۱۴۹۸ ۱۴۹۹ ۱۵۰۰ ۱۵۰۱ ۱۵۰۲ ۱۵۰۳ ۱۵۰۴ ۱۵۰۵ ۱۵۰۶ ۱۵۰۷ ۱۵۰۸ ۱۵۰۹ ۱۵۱۰ ۱۵۱۱ ۱۵۱۲ ۱۵۱۳ ۱۵۱۴ ۱۵۱۵ ۱۵۱۶ ۱۵۱۷ ۱۵۱۸ ۱۵۱۹ ۱۵۲۰ ۱۵۲۱ ۱۵۲۲ ۱۵۲۳ ۱۵۲۴ ۱۵۲۵ ۱۵۲۶ ۱۵۲۷ ۱۵۲۸ ۱۵۲۹ ۱۵۳۰ ۱۵۳۱ ۱۵۳۲ ۱۵۳۳ ۱۵۳۴ ۱۵۳۵ ۱۵۳۶ ۱۵۳۷ ۱۵۳۸ ۱۵۳۹ ۱۵۴۰ ۱۵۴۱ ۱۵۴۲ ۱۵۴۳ ۱۵۴۴ ۱۵۴۵ ۱۵۴۶ ۱۵۴۷ ۱۵۴۸ ۱۵۴۹ ۱۵۵۰ ۱۵۵۱ ۱۵۵۲ ۱۵۵۳ ۱۵۵۴ ۱۵۵۵ ۱۵۵۶ ۱۵۵۷ ۱۵۵۸ ۱۵۵۹ ۱۵۶۰ ۱۵۶۱ ۱۵۶۲ ۱۵۶۳ ۱۵۶۴ ۱۵۶۵ ۱۵۶۶ ۱۵۶۷ ۱۵۶۸ ۱۵۶۹ ۱۵۷۰ ۱۵۷۱ ۱۵۷۲ ۱۵۷۳ ۱۵۷۴ ۱۵۷۵ ۱۵۷۶ ۱۵۷۷ ۱۵۷۸ ۱۵۷۹ ۱۵۸۰ ۱۵۸۱ ۱۵۸۲ ۱۵۸۳ ۱۵۸۴ ۱۵۸۵ ۱۵۸۶ ۱۵۸۷ ۱۵۸۸ ۱۵۸۹ ۱۵۹۰ ۱۵۹۱ ۱۵۹۲ ۱۵۹۳ ۱۵۹۴ ۱۵۹۵ ۱۵۹۶ ۱۵۹۷ ۱۵۹۸ ۱۵۹۹ ۱۶۰۰ ۱۶۰۱ ۱۶۰۲ ۱۶۰۳ ۱۶۰۴ ۱۶۰۵ ۱۶۰۶ ۱۶۰۷ ۱۶۰۸ ۱۶۰۹ ۱۶۱۰ ۱۶۱۱ ۱۶۱۲ ۱۶۱۳ ۱۶۱۴ ۱۶۱۵ ۱۶۱۶ ۱۶۱۷ ۱۶۱۸ ۱۶۱۹ ۱۶۲۰ ۱۶۲۱ ۱۶۲۲ ۱۶۲۳ ۱۶۲۴ ۱۶۲۵ ۱۶۲۶ ۱۶۲۷ ۱۶۲۸ ۱۶۲۹ ۱۶۳۰ ۱۶۳۱ ۱۶۳۲ ۱۶۳۳ ۱۶۳۴ ۱۶۳۵ ۱۶۳۶ ۱۶۳۷ ۱۶۳۸ ۱۶۳۹ ۱۶۴۰ ۱۶۴۱ ۱۶۴۲ ۱۶۴۳ ۱۶۴۴ ۱۶۴۵ ۱۶۴۶ ۱۶۴۷ ۱۶۴۸ ۱۶۴۹ ۱۶۵۰ ۱۶۵۱ ۱۶۵۲ ۱۶۵۳ ۱۶۵۴ ۱۶۵۵ ۱۶۵۶ ۱۶۵۷ ۱۶۵۸ ۱۶۵۹ ۱۶۶۰ ۱۶۶۱ ۱۶۶۲ ۱۶۶۳ ۱۶۶۴ ۱۶۶۵ ۱۶۶۶ ۱۶۶۷ ۱۶۶۸ ۱۶۶۹ ۱۶۷۰ ۱۶۷۱ ۱۶۷۲ ۱۶۷۳ ۱۶۷۴ ۱۶۷۵ ۱۶۷۶ ۱۶۷۷ ۱۶۷۸ ۱۶۷۹ ۱۶۸۰ ۱۶۸۱ ۱۶۸۲ ۱۶۸۳ ۱۶۸۴ ۱۶۸۵ ۱۶۸۶ ۱۶۸۷ ۱۶۸۸ ۱۶۸۹ ۱۶۹۰ ۱۶۹۱ ۱۶۹۲ ۱۶۹۳ ۱۶۹۴ ۱۶۹۵ ۱۶۹۶ ۱۶۹۷ ۱۶۹۸ ۱۶۹۹ ۱۷۰۰ ۱۷۰۱ ۱۷۰۲ ۱۷۰۳ ۱۷۰۴ ۱۷۰۵ ۱۷۰۶ ۱۷۰۷ ۱۷۰۸ ۱۷۰۹ ۱۷۱۰ ۱۷۱۱ ۱۷۱۲ ۱۷۱۳ ۱۷۱۴ ۱۷۱۵ ۱۷۱۶ ۱۷۱۷ ۱۷۱۸ ۱۷۱۹ ۱۷۲۰ ۱۷۲۱ ۱۷۲۲ ۱۷۲۳ ۱۷۲۴ ۱۷۲۵ ۱۷۲۶ ۱۷۲۷ ۱۷۲۸ ۱۷۲۹ ۱۷۳۰ ۱۷۳۱ ۱۷۳۲ ۱۷۳۳ ۱۷۳۴ ۱۷۳۵ ۱۷۳۶ ۱۷۳۷ ۱۷۳۸ ۱۷۳۹ ۱۷۴۰ ۱۷۴۱ ۱۷۴۲ ۱۷۴۳ ۱۷۴۴ ۱۷۴۵ ۱۷۴۶ ۱۷۴۷ ۱۷۴۸ ۱۷۴۹ ۱۷۵۰ ۱۷۵۱ ۱۷۵۲ ۱۷۵۳ ۱۷۵۴ ۱۷۵۵ ۱۷۵۶ ۱۷۵۷ ۱۷۵۸ ۱۷۵۹ ۱۷۶۰ ۱۷۶۱ ۱۷۶۲ ۱۷۶۳ ۱۷۶۴ ۱۷۶۵ ۱۷۶۶ ۱۷۶۷ ۱۷۶۸ ۱۷۶۹ ۱۷۷۰ ۱۷۷۱ ۱۷۷۲ ۱۷۷۳ ۱۷۷۴ ۱۷۷۵ ۱۷۷۶ ۱۷۷۷ ۱۷۷۸ ۱۷۷۹ ۱۷۸۰ ۱۷۸۱ ۱۷۸۲ ۱۷۸۳ ۱۷۸۴ ۱۷۸۵ ۱۷۸۶ ۱۷۸۷ ۱۷۸۸ ۱۷۸۹ ۱۷۹۰ ۱۷۹۱ ۱۷۹۲ ۱۷۹۳ ۱۷۹۴ ۱۷۹۵ ۱۷۹۶ ۱۷۹۷ ۱۷۹۸ ۱۷۹۹ ۱۸۰۰ ۱۸۰۱ ۱۸۰۲ ۱۸۰۳ ۱۸۰۴ ۱۸۰۵ ۱۸۰۶ ۱۸۰۷ ۱۸۰۸ ۱۸۰۹ ۱۸۱۰ ۱۸۱۱ ۱۸۱۲ ۱۸۱۳ ۱۸۱۴ ۱۸۱۵ ۱۸۱۶ ۱۸۱۷ ۱۸۱۸ ۱۸۱۹ ۱۸۲۰ ۱۸۲۱ ۱۸۲۲ ۱۸۲۳ ۱۸۲۴ ۱۸۲۵ ۱۸۲۶ ۱۸۲۷ ۱۸۲۸ ۱۸۲۹ ۱۸۳۰ ۱۸۳۱ ۱۸۳۲ ۱۸۳۳ ۱۸۳۴ ۱۸۳۵ ۱۸۳۶ ۱۸۳۷ ۱۸۳۸ ۱۸۳۹ ۱۸۴۰ ۱۸۴۱ ۱۸۴۲ ۱۸۴۳ ۱۸۴۴ ۱۸۴۵ ۱۸۴۶ ۱۸۴۷ ۱۸۴۸ ۱۸۴۹ ۱۸۵۰ ۱۸۵۱ ۱۸۵۲ ۱۸۵۳ ۱۸۵۴ ۱۸۵۵ ۱۸۵۶ ۱۸۵۷ ۱۸۵۸ ۱۸۵۹ ۱۸۶۰ ۱۸۶۱ ۱۸۶۲ ۱۸۶۳ ۱۸۶۴ ۱۸۶۵ ۱۸۶۶ ۱۸۶۷ ۱۸۶۸ ۱۸۶۹ ۱۸۷۰ ۱۸۷۱ ۱۸۷۲ ۱۸۷۳ ۱۸۷۴ ۱۸۷۵ ۱۸۷۶ ۱۸۷۷ ۱۸۷۸ ۱۸۷۹ ۱۸۸۰ ۱۸۸۱ ۱۸۸۲ ۱۸۸۳ ۱۸۸۴ ۱۸۸۵ ۱۸۸۶ ۱۸۸۷ ۱۸۸۸ ۱۸۸۹ ۱۸۹۰ ۱۸۹۱ ۱۸۹۲ ۱۸۹۳ ۱۸۹۴ ۱۸۹۵ ۱۸۹۶ ۱۸۹۷ ۱۸۹۸ ۱۸۹۹ ۱۹۰۰ ۱۹۰۱ ۱۹۰۲ ۱۹۰۳ ۱۹۰۴ ۱۹۰۵ ۱۹۰۶ ۱۹۰۷ ۱۹۰۸ ۱۹۰۹ ۱۹۱۰ ۱۹۱۱ ۱۹۱۲ ۱۹۱۳ ۱۹۱۴ ۱۹۱۵ ۱۹۱۶ ۱۹۱۷ ۱۹۱۸ ۱۹۱۹ ۱۹۲۰ ۱۹۲۱ ۱۹۲۲ ۱۹۲۳ ۱۹۲۴ ۱۹۲۵ ۱۹۲۶ ۱۹۲۷ ۱۹۲۸ ۱۹۲۹ ۱۹۳۰ ۱۹۳۱ ۱۹۳۲ ۱۹۳۳ ۱۹۳۴ ۱۹۳۵ ۱۹۳۶ ۱۹۳۷ ۱۹۳۸ ۱۹۳۹ ۱۹۴۰ ۱۹۴۱ ۱۹۴۲ ۱۹۴۳ ۱۹۴۴ ۱۹۴۵ ۱۹۴۶ ۱۹۴۷ ۱۹۴۸ ۱۹۴۹ ۱۹۵۰ ۱۹۵۱ ۱۹۵۲ ۱۹۵۳ ۱۹۵۴ ۱۹۵۵ ۱۹۵۶ ۱۹۵۷ ۱۹۵۸ ۱۹۵۹ ۱۹۶۰ ۱۹۶۱ ۱۹۶۲ ۱۹۶۳ ۱۹۶۴ ۱۹۶۵ ۱۹۶۶ ۱۹۶۷ ۱۹۶۸ ۱۹۶۹ ۱۹۷۰ ۱۹۷۱ ۱۹۷۲ ۱۹۷۳ ۱۹۷۴ ۱۹۷۵ ۱۹۷۶ ۱۹۷۷ ۱۹۷۸ ۱۹۷۹ ۱۹۸۰ ۱۹۸۱ ۱۹۸۲ ۱۹۸۳ ۱۹۸۴ ۱۹۸۵ ۱۹۸۶ ۱۹۸۷ ۱۹۸۸ ۱۹۸۹ ۱۹۹۰ ۱۹۹۱ ۱۹۹۲ ۱۹۹۳ ۱۹۹۴ ۱۹۹۵ ۱۹۹۶ ۱۹۹۷ ۱۹۹۸ ۱۹۹۹ ۲۰۰۰ ۲

(۱۵) عرب کے محاورہ میں اُس شخص کو جو اُستاد و فن یا بُرا کارِ گِرا و تیر و چالاک اور عارف اور حائق ہو جن اور شیطان کہتے ہیں اس محاورہ کی تصدیق شیخ ابو زکریا عیسیٰ بن علی الخطیب البزری کی شرح حاشیہ سے ہوتی ہے جس کے صفحہ ۸۲ مطبوعہ ۱۲۰۵ھ میں لکھا ہے قال ابو العلاء کانت العرب تنذکر الجحش کثیرا و تشبہہ الرجل النافذ بالامور بالجنتی و الشیطان قلذ لث قالوا نفوت جنہ او اضعف وذل الخ پس جس شخص کو یہودی کتب مقدسہ میں برجل حکیم علف الفہم (سفر الایام الثانی ۱۲۰) اور سرجلًا حاذقا الصناغۃ الخاس (لہما حکمہ و عقلا - سفر الملوک الثالث ۱۱) لکھا ہے اسی کو اور ایسول ہی کو قرآن میں عرب کے محاورہ پر جتن اور شیطان کہا ہے +

(۱۶) علاوہ ازیں ملک صوریاشہر صور اور جبل لبنان کے رہنے والے جن اس جہ سے کہلائے ہیں عربی میں جنان پہاڑ کو بھی کہتے ہیں (قاموس) پس جو لوگ لبنان پہاڑ کے رہنے والے عبری میں ܡܢ ܕܢܗܝܝܡ ܕܡܠܟ ܝܫܪܐܝܝܝܠ کہتے ہیں (تورہ کرنا بہت ہی صحیح ہے۔ اس کے علاوہ جو چیز نظر نہ آوے اُس کو بھی جن کہتے ہیں (وکل مستور۔ قاموس) اور چونکہ یہ سب آدمی بنی اسرائیل سے غائب لبنان کے پہاڑ پر لکڑی اور تھڑ کا کام کرتے تھے اور وہاں سے بنے بنائے پتھر اور تراشی ہوئی لکڑیاں بھیجتے تھے اور بیت المقدس کے مقام پر نہ ہتھوڑے کی آواز سنائی گئی اور نہ پہاڑوں کے کی (اسلا ۱) اس لئے بھی اُن کو جن کہنا درست ہوا +

(۱۷) اور اُن کو شیطان کہنا بھی لغت کی راہ سے بہت درست ہے کیونکہ شیطان کے معنی مخالفت اور دشمن کے ہیں خواہ وہ حقیقی وجود ہو جیسے آدمی یا حیوان خواہ کوئی ذہنی بات ہو جیسے مرض یا کوئی روح چنانچہ صراح اور قاموس میں شیطان کے معنی میں لکھا ہے کل عات متد من الجحش والانس والدواب فهو شیطان۔ اور معلوم ہے کہ بنی اسرائیل اپنے ماسوا جملہ اقوام کو اپنا مخالفت اور دشمن جانتے تھے خواہ وہ مخالفت مذہبی ہو یا مدنی و ملکی۔ جو لوگ کہ کنعان کے قدیم بت پرست قوم کے بقیۃ السیف رہ گئے تھے اور جن کو بنی اسرائیل نے ہلاک نہیں کیا تھا وہ یقیناً مذہبی اور ملکی طور سے اُن کے مخالفت تھے اور صوریاجبل لبنان کے رہنے والے بھی مذہبی مخالفت تھے صور کا ملک حضرت داؤد کا فتح کیا ہوا ملک تھا اور گوبادشاہ صور اور سلیمان سے مصالحت تھی مگر قومی اختلاف صرف دو آدمیوں کے اتفاق سے رخص نہیں ہو سکتا ہے +

سلیمان کے زمانہ تک شیطان کی نوعیت اور اس کا کام ایسا نہیں سمجھا جاتا تھا جیسا کہ

۱۸ ابو العلاء احمد بن عبد اللہ بن سلیمان المعزی سراج +

۱۹ ازل سلاطین ۲۰ +



عیسائیوں اور مسلمانوں کے عرف میں ہے اس وقت تک اُس کو اصلی مخالفت کی جگہ بولتے تھے \*  
پس اب کلام الہی کے معنی بہت صاف ہو گئے جس کو ہر ایک عاقل اور حکیم تسلیم کر لیا۔ اور  
کتب سابقہ سے اسکے مضمون کی تصدیق اور تطبیق بھی عمدہ طور سے ہو گئی۔ والحمد للہ علی ذلک \*  
(۱۸) سورہ سبا کی آیت جو اوپر لکھی گئی وہ کسی قدر تفصیل کی محتاج ہے اُسکی تفسیر یہ ہے \*

آیت۔ ومن الجن من یعمل بین یدیه باذن ربہ \*  
ترجمہ۔ اور ان پہاڑیوں میں ایک یا کئی آدمی سلیمان کے پاس کام کرتے اپنے مالک

کی اجازت سے \*

تفسیر۔ اور سب لوگ پہاڑوں پر شہر و دیہات میں لکڑی اور پتھر کا کام کرتے تھے اور غواص  
وہاں سے آئے تھے وہ جہازوں پر سمندریں کام کرتے تھے مگر ایک شخص حرام خاص سلیمان  
علیہ السلام کے پاس کام کرتا اور حرام ثانی بادشاہ صور کی اجازت سے آیا تھا۔ یہ مضمون کتاب  
ملاحیم اور کتاب دبرہیم سے اچھی طرح ثابت ہے اس کے مقامات مناسب کی نقل دوسری صفحہ  
میں گذری ہے شاید اور بھی ایسے ہی صنلح وہاں حاضر ہونگے \*

(۱۹) یہ جرن جہلی یا پہاڑی کاریگر بادشاہ صور کا بھیجا ہوا آیا تھا (اجبار الایام ثانی ص ۲۱)

پس باذن ربہ سے مراد باذن ملک حیویم ہے اور مالک آقا کورب کہنا ایک معروف بات  
ہے۔ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ کے بڑے بھائی کو ان کا رب کہا۔ اذہب انت  
وربک فقاتلانا ھنا قاعدون (مائدا ۲۴) \*

حضرت یوسف نے اپنے آقا کورب کہا۔ ان ربی احسن مثلی (یوسف ۱۳) اور  
فرعون کو اسکے ملازم کا رب کہا اما احدا کیا فیسقی ربہ خیرا (ایضاً ۵۷) اور اذکونی عند ربک  
کا (۷۰) اور یہودی اپنے استاد اور معلم کو ربی کہتے ہیں جیسے ربی نجی اور ربی میمو اور ربی شلومو  
یوحالی۔ اور قرآن مجید میں بھی ان کو ربینون (زال عمران) کہا ہے۔ اور فرعون نے اپنے آپ کو  
انا ربکم الاعلیٰ (نارعات) کہا یعنی راس ورئس اور بڑا سردار \*

(۲۰) آیت۔ ومن ینغ منهم عن امرنا نذ قد من عذاب السعیر \*

ترجمہ۔ اور جو کوئی ان پہاڑیوں میں ہمارے حکم سے پھرتا ہم اُس کی سزا کرتے \*  
تفسیر۔ یہ فقرہ کچھ محتاج تفسیر و تاویل نہیں ہے۔ اتنے بڑے جم غفیر اور جمع کثیر  
کے لئے کہ ہزاروں ہی تھے ضرور کچھ سیاست کے قاعدے مقرر ہوئے ہونگے اور اسی  
طور سے وہ سزا پاتے ہونگے \*

(۲۱) آیت۔ یعملون لہ ما یشاء من محاسیب \*

توجہ دے۔ سلیمان کے لئے جو وہ چاہتا بناتے تھے مثلاً قلعے یا بڑے بڑے مکانات یا شہر بنا دیے۔ \*

تفسیر۔ حضرت سلیمانؑ نے بہت سے شہر آباد کئے تھے مثلاً ملو۔ حاصور۔ مجدو۔ سغز۔ بیت حوران۔ بعلوت۔ تدمور وغیرہ۔ اور شہر اور شہر کی فیصل بنوائی اور ہر ایک شہر میں فیصل نہ تھی اس کی شہر بناہ بنوائی یہی مراد قنعوں سے ہے کتاب اول سلاطین ۱۵ و ۱۶ و ۱۷ و ۱۸ و ۱۹ و ۲۰ و ۲۱ و ۲۲ ایتہ۔ و تماشیل \*

توجہ دے۔ تصویریں \*

تفسیر۔ شیروں اور بیلوں اور کتوں اور کی پوری پوری تمثیلیں بنائی گئی تھیں۔ جن کی خبر کتاب اول سلاطین باب ۷ ورس ۲۵ و ۲۶ و ۲۷ اور دوم اخبار الایام ۳ و ۴ و ۵ و ۶ و ۷ و ۸ و ۹ و ۱۰ و ۱۱ و ۱۲ و ۱۳ و ۱۴ و ۱۵ و ۱۶ و ۱۷ و ۱۸ و ۱۹ و ۲۰ و ۲۱ و ۲۲ و ۲۳ و ۲۴ و ۲۵ و ۲۶ و ۲۷ و ۲۸ و ۲۹ و ۳۰ و ۳۱ و ۳۲ و ۳۳ و ۳۴ و ۳۵ و ۳۶ و ۳۷ و ۳۸ و ۳۹ و ۴۰ و ۴۱ و ۴۲ و ۴۳ و ۴۴ و ۴۵ و ۴۶ و ۴۷ و ۴۸ و ۴۹ و ۵۰ و ۵۱ و ۵۲ و ۵۳ و ۵۴ و ۵۵ و ۵۶ و ۵۷ و ۵۸ و ۵۹ و ۶۰ و ۶۱ و ۶۲ و ۶۳ و ۶۴ و ۶۵ و ۶۶ و ۶۷ و ۶۸ و ۶۹ و ۷۰ و ۷۱ و ۷۲ و ۷۳ و ۷۴ و ۷۵ و ۷۶ و ۷۷ و ۷۸ و ۷۹ و ۸۰ و ۸۱ و ۸۲ و ۸۳ و ۸۴ و ۸۵ و ۸۶ و ۸۷ و ۸۸ و ۸۹ و ۹۰ و ۹۱ و ۹۲ و ۹۳ و ۹۴ و ۹۵ و ۹۶ و ۹۷ و ۹۸ و ۹۹ و ۱۰۰ و ۱۰۱ و ۱۰۲ و ۱۰۳ و ۱۰۴ و ۱۰۵ و ۱۰۶ و ۱۰۷ و ۱۰۸ و ۱۰۹ و ۱۱۰ و ۱۱۱ و ۱۱۲ و ۱۱۳ و ۱۱۴ و ۱۱۵ و ۱۱۶ و ۱۱۷ و ۱۱۸ و ۱۱۹ و ۱۲۰ و ۱۲۱ و ۱۲۲ و ۱۲۳ و ۱۲۴ و ۱۲۵ و ۱۲۶ و ۱۲۷ و ۱۲۸ و ۱۲۹ و ۱۳۰ و ۱۳۱ و ۱۳۲ و ۱۳۳ و ۱۳۴ و ۱۳۵ و ۱۳۶ و ۱۳۷ و ۱۳۸ و ۱۳۹ و ۱۴۰ و ۱۴۱ و ۱۴۲ و ۱۴۳ و ۱۴۴ و ۱۴۵ و ۱۴۶ و ۱۴۷ و ۱۴۸ و ۱۴۹ و ۱۵۰ و ۱۵۱ و ۱۵۲ و ۱۵۳ و ۱۵۴ و ۱۵۵ و ۱۵۶ و ۱۵۷ و ۱۵۸ و ۱۵۹ و ۱۶۰ و ۱۶۱ و ۱۶۲ و ۱۶۳ و ۱۶۴ و ۱۶۵ و ۱۶۶ و ۱۶۷ و ۱۶۸ و ۱۶۹ و ۱۷۰ و ۱۷۱ و ۱۷۲ و ۱۷۳ و ۱۷۴ و ۱۷۵ و ۱۷۶ و ۱۷۷ و ۱۷۸ و ۱۷۹ و ۱۸۰ و ۱۸۱ و ۱۸۲ و ۱۸۳ و ۱۸۴ و ۱۸۵ و ۱۸۶ و ۱۸۷ و ۱۸۸ و ۱۸۹ و ۱۹۰ و ۱۹۱ و ۱۹۲ و ۱۹۳ و ۱۹۴ و ۱۹۵ و ۱۹۶ و ۱۹۷ و ۱۹۸ و ۱۹۹ و ۲۰۰ و ۲۰۱ و ۲۰۲ و ۲۰۳ و ۲۰۴ و ۲۰۵ و ۲۰۶ و ۲۰۷ و ۲۰۸ و ۲۰۹ و ۲۱۰ و ۲۱۱ و ۲۱۲ و ۲۱۳ و ۲۱۴ و ۲۱۵ و ۲۱۶ و ۲۱۷ و ۲۱۸ و ۲۱۹ و ۲۲۰ و ۲۲۱ و ۲۲۲ و ۲۲۳ و ۲۲۴ و ۲۲۵ و ۲۲۶ و ۲۲۷ و ۲۲۸ و ۲۲۹ و ۲۳۰ و ۲۳۱ و ۲۳۲ و ۲۳۳ و ۲۳۴ و ۲۳۵ و ۲۳۶ و ۲۳۷ و ۲۳۸ و ۲۳۹ و ۲۴۰ و ۲۴۱ و ۲۴۲ و ۲۴۳ و ۲۴۴ و ۲۴۵ و ۲۴۶ و ۲۴۷ و ۲۴۸ و ۲۴۹ و ۲۵۰ و ۲۵۱ و ۲۵۲ و ۲۵۳ و ۲۵۴ و ۲۵۵ و ۲۵۶ و ۲۵۷ و ۲۵۸ و ۲۵۹ و ۲۶۰ و ۲۶۱ و ۲۶۲ و ۲۶۳ و ۲۶۴ و ۲۶۵ و ۲۶۶ و ۲۶۷ و ۲۶۸ و ۲۶۹ و ۲۷۰ و ۲۷۱ و ۲۷۲ و ۲۷۳ و ۲۷۴ و ۲۷۵ و ۲۷۶ و ۲۷۷ و ۲۷۸ و ۲۷۹ و ۲۸۰ و ۲۸۱ و ۲۸۲ و ۲۸۳ و ۲۸۴ و ۲۸۵ و ۲۸۶ و ۲۸۷ و ۲۸۸ و ۲۸۹ و ۲۹۰ و ۲۹۱ و ۲۹۲ و ۲۹۳ و ۲۹۴ و ۲۹۵ و ۲۹۶ و ۲۹۷ و ۲۹۸ و ۲۹۹ و ۳۰۰ و ۳۰۱ و ۳۰۲ و ۳۰۳ و ۳۰۴ و ۳۰۵ و ۳۰۶ و ۳۰۷ و ۳۰۸ و ۳۰۹ و ۳۱۰ و ۳۱۱ و ۳۱۲ و ۳۱۳ و ۳۱۴ و ۳۱۵ و ۳۱۶ و ۳۱۷ و ۳۱۸ و ۳۱۹ و ۳۲۰ و ۳۲۱ و ۳۲۲ و ۳۲۳ و ۳۲۴ و ۳۲۵ و ۳۲۶ و ۳۲۷ و ۳۲۸ و ۳۲۹ و ۳۳۰ و ۳۳۱ و ۳۳۲ و ۳۳۳ و ۳۳۴ و ۳۳۵ و ۳۳۶ و ۳۳۷ و ۳۳۸ و ۳۳۹ و ۳۴۰ و ۳۴۱ و ۳۴۲ و ۳۴۳ و ۳۴۴ و ۳۴۵ و ۳۴۶ و ۳۴۷ و ۳۴۸ و ۳۴۹ و ۳۵۰ و ۳۵۱ و ۳۵۲ و ۳۵۳ و ۳۵۴ و ۳۵۵ و ۳۵۶ و ۳۵۷ و ۳۵۸ و ۳۵۹ و ۳۶۰ و ۳۶۱ و ۳۶۲ و ۳۶۳ و ۳۶۴ و ۳۶۵ و ۳۶۶ و ۳۶۷ و ۳۶۸ و ۳۶۹ و ۳۷۰ و ۳۷۱ و ۳۷۲ و ۳۷۳ و ۳۷۴ و ۳۷۵ و ۳۷۶ و ۳۷۷ و ۳۷۸ و ۳۷۹ و ۳۸۰ و ۳۸۱ و ۳۸۲ و ۳۸۳ و ۳۸۴ و ۳۸۵ و ۳۸۶ و ۳۸۷ و ۳۸۸ و ۳۸۹ و ۳۹۰ و ۳۹۱ و ۳۹۲ و ۳۹۳ و ۳۹۴ و ۳۹۵ و ۳۹۶ و ۳۹۷ و ۳۹۸ و ۳۹۹ و ۴۰۰ و ۴۰۱ و ۴۰۲ و ۴۰۳ و ۴۰۴ و ۴۰۵ و ۴۰۶ و ۴۰۷ و ۴۰۸ و ۴۰۹ و ۴۱۰ و ۴۱۱ و ۴۱۲ و ۴۱۳ و ۴۱۴ و ۴۱۵ و ۴۱۶ و ۴۱۷ و ۴۱۸ و ۴۱۹ و ۴۲۰ و ۴۲۱ و ۴۲۲ و ۴۲۳ و ۴۲۴ و ۴۲۵ و ۴۲۶ و ۴۲۷ و ۴۲۸ و ۴۲۹ و ۴۳۰ و ۴۳۱ و ۴۳۲ و ۴۳۳ و ۴۳۴ و ۴۳۵ و ۴۳۶ و ۴۳۷ و ۴۳۸ و ۴۳۹ و ۴۴۰ و ۴۴۱ و ۴۴۲ و ۴۴۳ و ۴۴۴ و ۴۴۵ و ۴۴۶ و ۴۴۷ و ۴۴۸ و ۴۴۹ و ۴۵۰ و ۴۵۱ و ۴۵۲ و ۴۵۳ و ۴۵۴ و ۴۵۵ و ۴۵۶ و ۴۵۷ و ۴۵۸ و ۴۵۹ و ۴۶۰ و ۴۶۱ و ۴۶۲ و ۴۶۳ و ۴۶۴ و ۴۶۵ و ۴۶۶ و ۴۶۷ و ۴۶۸ و ۴۶۹ و ۴۷۰ و ۴۷۱ و ۴۷۲ و ۴۷۳ و ۴۷۴ و ۴۷۵ و ۴۷۶ و ۴۷۷ و ۴۷۸ و ۴۷۹ و ۴۸۰ و ۴۸۱ و ۴۸۲ و ۴۸۳ و ۴۸۴ و ۴۸۵ و ۴۸۶ و ۴۸۷ و ۴۸۸ و ۴۸۹ و ۴۹۰ و ۴۹۱ و ۴۹۲ و ۴۹۳ و ۴۹۴ و ۴۹۵ و ۴۹۶ و ۴۹۷ و ۴۹۸ و ۴۹۹ و ۵۰۰ و ۵۰۱ و ۵۰۲ و ۵۰۳ و ۵۰۴ و ۵۰۵ و ۵۰۶ و ۵۰۷ و ۵۰۸ و ۵۰۹ و ۵۱۰ و ۵۱۱ و ۵۱۲ و ۵۱۳ و ۵۱۴ و ۵۱۵ و ۵۱۶ و ۵۱۷ و ۵۱۸ و ۵۱۹ و ۵۲۰ و ۵۲۱ و ۵۲۲ و ۵۲۳ و ۵۲۴ و ۵۲۵ و ۵۲۶ و ۵۲۷ و ۵۲۸ و ۵۲۹ و ۵۳۰ و ۵۳۱ و ۵۳۲ و ۵۳۳ و ۵۳۴ و ۵۳۵ و ۵۳۶ و ۵۳۷ و ۵۳۸ و ۵۳۹ و ۵۴۰ و ۵۴۱ و ۵۴۲ و ۵۴۳ و ۵۴۴ و ۵۴۵ و ۵۴۶ و ۵۴۷ و ۵۴۸ و ۵۴۹ و ۵۵۰ و ۵۵۱ و ۵۵۲ و ۵۵۳ و ۵۵۴ و ۵۵۵ و ۵۵۶ و ۵۵۷ و ۵۵۸ و ۵۵۹ و ۵۶۰ و ۵۶۱ و ۵۶۲ و ۵۶۳ و ۵۶۴ و ۵۶۵ و ۵۶۶ و ۵۶۷ و ۵۶۸ و ۵۶۹ و ۵۷۰ و ۵۷۱ و ۵۷۲ و ۵۷۳ و ۵۷۴ و ۵۷۵ و ۵۷۶ و ۵۷۷ و ۵۷۸ و ۵۷۹ و ۵۸۰ و ۵۸۱ و ۵۸۲ و ۵۸۳ و ۵۸۴ و ۵۸۵ و ۵۸۶ و ۵۸۷ و ۵۸۸ و ۵۸۹ و ۵۹۰ و ۵۹۱ و ۵۹۲ و ۵۹۳ و ۵۹۴ و ۵۹۵ و ۵۹۶ و ۵۹۷ و ۵۹۸ و ۵۹۹ و ۶۰۰ و ۶۰۱ و ۶۰۲ و ۶۰۳ و ۶۰۴ و ۶۰۵ و ۶۰۶ و ۶۰۷ و ۶۰۸ و ۶۰۹ و ۶۱۰ و ۶۱۱ و ۶۱۲ و ۶۱۳ و ۶۱۴ و ۶۱۵ و ۶۱۶ و ۶۱۷ و ۶۱۸ و ۶۱۹ و ۶۲۰ و ۶۲۱ و ۶۲۲ و ۶۲۳ و ۶۲۴ و ۶۲۵ و ۶۲۶ و ۶۲۷ و ۶۲۸ و ۶۲۹ و ۶۳۰ و ۶۳۱ و ۶۳۲ و ۶۳۳ و ۶۳۴ و ۶۳۵ و ۶۳۶ و ۶۳۷ و ۶۳۸ و ۶۳۹ و ۶۴۰ و ۶۴۱ و ۶۴۲ و ۶۴۳ و ۶۴۴ و ۶۴۵ و ۶۴۶ و ۶۴۷ و ۶۴۸ و ۶۴۹ و ۶۵۰ و ۶۵۱ و ۶۵۲ و ۶۵۳ و ۶۵۴ و ۶۵۵ و ۶۵۶ و ۶۵۷ و ۶۵۸ و ۶۵۹ و ۶۶۰ و ۶۶۱ و ۶۶۲ و ۶۶۳ و ۶۶۴ و ۶۶۵ و ۶۶۶ و ۶۶۷ و ۶۶۸ و ۶۶۹ و ۶۷۰ و ۶۷۱ و ۶۷۲ و ۶۷۳ و ۶۷۴ و ۶۷۵ و ۶۷۶ و ۶۷۷ و ۶۷۸ و ۶۷۹ و ۶۸۰ و ۶۸۱ و ۶۸۲ و ۶۸۳ و ۶۸۴ و ۶۸۵ و ۶۸۶ و ۶۸۷ و ۶۸۸ و ۶۸۹ و ۶۹۰ و ۶۹۱ و ۶۹۲ و ۶۹۳ و ۶۹۴ و ۶۹۵ و ۶۹۶ و ۶۹۷ و ۶۹۸ و ۶۹۹ و ۷۰۰ و ۷۰۱ و ۷۰۲ و ۷۰۳ و ۷۰۴ و ۷۰۵ و ۷۰۶ و ۷۰۷ و ۷۰۸ و ۷۰۹ و ۷۱۰ و ۷۱۱ و ۷۱۲ و ۷۱۳ و ۷۱۴ و ۷۱۵ و ۷۱۶ و ۷۱۷ و ۷۱۸ و ۷۱۹ و ۷۲۰ و ۷۲۱ و ۷۲۲ و ۷۲۳ و ۷۲۴ و ۷۲۵ و ۷۲۶ و ۷۲۷ و ۷۲۸ و ۷۲۹ و ۷۳۰ و ۷۳۱ و ۷۳۲ و ۷۳۳ و ۷۳۴ و ۷۳۵ و ۷۳۶ و ۷۳۷ و ۷۳۸ و ۷۳۹ و ۷۴۰ و ۷۴۱ و ۷۴۲ و ۷۴۳ و ۷۴۴ و ۷۴۵ و ۷۴۶ و ۷۴۷ و ۷۴۸ و ۷۴۹ و ۷۵۰ و ۷۵۱ و ۷۵۲ و ۷۵۳ و ۷۵۴ و ۷۵۵ و ۷۵۶ و ۷۵۷ و ۷۵۸ و ۷۵۹ و ۷۶۰ و ۷۶۱ و ۷۶۲ و ۷۶۳ و ۷۶۴ و ۷۶۵ و ۷۶۶ و ۷۶۷ و ۷۶۸ و ۷۶۹ و ۷۷۰ و ۷۷۱ و ۷۷۲ و ۷۷۳ و ۷۷۴ و ۷۷۵ و ۷۷۶ و ۷۷۷ و ۷۷۸ و ۷۷۹ و ۷۸۰ و ۷۸۱ و ۷۸۲ و ۷۸۳ و ۷۸۴ و ۷۸۵ و ۷۸۶ و ۷۸۷ و ۷۸۸ و ۷۸۹ و ۷۹۰ و ۷۹۱ و ۷۹۲ و ۷۹۳ و ۷۹۴ و ۷۹۵ و ۷۹۶ و ۷۹۷ و ۷۹۸ و ۷۹۹ و ۸۰۰ و ۸۰۱ و ۸۰۲ و ۸۰۳ و ۸۰۴ و ۸۰۵ و ۸۰۶ و ۸۰۷ و ۸۰۸ و ۸۰۹ و ۸۱۰ و ۸۱۱ و ۸۱۲ و ۸۱۳ و ۸۱۴ و ۸۱۵ و ۸۱۶ و ۸۱۷ و ۸۱۸ و ۸۱۹ و ۸۲۰ و ۸۲۱ و ۸۲۲ و ۸۲۳ و ۸۲۴ و ۸۲۵ و ۸۲۶ و ۸۲۷ و ۸۲۸ و ۸۲۹ و ۸۳۰ و ۸۳۱ و ۸۳۲ و ۸۳۳ و ۸۳۴ و ۸۳۵ و ۸۳۶ و ۸۳۷ و ۸۳۸ و ۸۳۹ و ۸۴۰ و ۸۴۱ و ۸۴۲ و ۸۴۳ و ۸۴۴ و ۸۴۵ و ۸۴۶ و ۸۴۷ و ۸۴۸ و ۸۴۹ و ۸۵۰ و ۸۵۱ و ۸۵۲ و ۸۵۳ و ۸۵۴ و ۸۵۵ و ۸۵۶ و ۸۵۷ و ۸۵۸ و ۸۵۹ و ۸۶۰ و ۸۶۱ و ۸۶۲ و ۸۶۳ و ۸۶۴ و ۸۶۵ و ۸۶۶ و ۸۶۷ و ۸۶۸ و ۸۶۹ و ۸۷۰ و ۸۷۱ و ۸۷۲ و ۸۷۳ و ۸۷۴ و ۸۷۵ و ۸۷۶ و ۸۷۷ و ۸۷۸ و ۸۷۹ و ۸۸۰ و ۸۸۱ و ۸۸۲ و ۸۸۳ و ۸۸۴ و ۸۸۵ و ۸۸۶ و ۸۸۷ و ۸۸۸ و ۸۸۹ و ۸۹۰ و ۸۹۱ و ۸۹۲ و ۸۹۳ و ۸۹۴ و ۸۹۵ و ۸۹۶ و ۸۹۷ و ۸۹۸ و ۸۹۹ و ۹۰۰ و ۹۰۱ و ۹۰۲ و ۹۰۳ و ۹۰۴ و ۹۰۵ و ۹۰۶ و ۹۰۷ و ۹۰۸ و ۹۰۹ و ۹۱۰ و ۹۱۱ و ۹۱۲ و ۹۱۳ و ۹۱۴ و ۹۱۵ و ۹۱۶ و ۹۱۷ و ۹۱۸ و ۹۱۹ و ۹۲۰ و ۹۲۱ و ۹۲۲ و ۹۲۳ و ۹۲۴ و ۹۲۵ و ۹۲۶ و ۹۲۷ و ۹۲۸ و ۹۲۹ و ۹۳۰ و ۹۳۱ و ۹۳۲ و ۹۳۳ و ۹۳۴ و ۹۳۵ و ۹۳۶ و ۹۳۷ و ۹۳۸ و ۹۳۹ و ۹۴۰ و ۹۴۱ و ۹۴۲ و ۹۴۳ و ۹۴۴ و ۹۴۵ و ۹۴۶ و ۹۴۷ و ۹۴۸ و ۹۴۹ و ۹۵۰ و ۹۵۱ و ۹۵۲ و ۹۵۳ و ۹۵۴ و ۹۵۵ و ۹۵۶ و ۹۵۷ و ۹۵۸ و ۹۵۹ و ۹۶۰ و ۹۶۱ و ۹۶۲ و ۹۶۳ و ۹۶۴ و ۹۶۵ و ۹۶۶ و ۹۶۷ و ۹۶۸ و ۹۶۹ و ۹۷۰ و ۹۷۱ و ۹۷۲ و ۹۷۳ و ۹۷۴ و ۹۷۵ و ۹۷۶ و ۹۷۷ و ۹۷۸ و ۹۷۹ و ۹۸۰ و ۹۸۱ و ۹۸۲ و ۹۸۳ و ۹۸۴ و ۹۸۵ و ۹۸۶ و ۹۸۷ و ۹۸۸ و ۹۸۹ و ۹۹۰ و ۹۹۱ و ۹۹۲ و ۹۹۳ و ۹۹۴ و ۹۹۵ و ۹۹۶ و ۹۹۷ و ۹۹۸ و ۹۹۹ و ۱۰۰۰

۲۳) ایتہ۔ وجفان کا جواب \*

توجہ دے۔ اور لگن جیسے حوض \*

تفسیر۔ ان بارہ بیلوں کے سر پر ایک بہت بڑا لگن حوض نما بنایا تھا جس کا دور ۳۰ فٹ اور قطر ۱۰ فٹ اور بلندی ۵ فٹ کی تھی (کتاب اول سلاطین ۳۴ و ۳۵ اخبار الایام ۲) اور ایسے ہی ایسے اور بھی بنے ہونگے \*

۲۵) ایتہ۔ وقد ودراسیات \*

توجہ دے۔ اور دیگیں جی ہوئیں \*

تفسیر۔ ان دیگوں کا ذکر کتاب سلاطین اول ۳۶ اور کتاب اخبار الایام ۳۶ و ۳۷ دوم میں اور یہ بھی کہ وہ مردوں پر چڑھی ہوئی تھیں \*

۲۶) عیسائیوں نے ہیشا ان آیتوں کو ٹھٹھے میں اڑایا ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ چونکہ لکھا ہے (کتاب اول سلاطین ۳۷) کہ جب بیت المقدس بننا تھا تو ہتھوڑے یا پھاوڑے یا کسی لوہے کے اوزار کی آواز اور نیس آئی۔ یہاں سے لوگوں نے یہ قصہ بنایا کہ سلیمانؑ نے جنات اور پریوں اور دیوؤں کی مدد سے مسجد اقصیٰ بنوائی تھی اور یہی سے یہ قصہ قرآن میں بھی لیا گیا۔ مگر یہ سب اُن کی بالکل غلط خیالی ہے انہوں نے بھی سلیمان کے جن وشیاطین کو عرفی اور اصطلاحی

معنوں میں لید ہے اور بنار فاسد بر فاسد کے طور پر اعتراض اور تشنیع شروع کی ہے۔ مگر اَلان حصص الحق۔ اب اصلی حقیقت ظاہر اور ثابت ہوئی اور قرآن مجید کے ان حقائق التحقیقات اور سو ادق التصدیقات کی سچی تفسیر اور حقیقی تعبیر قطعی اور یقینی طور سے عیاں ہوئی اور طعن اور سُخریہ کر نیوالوں کی خرافات اور عامہ مفسرین کی لغویات سب باطل اور رد ہو گئیں۔ واللہ یحق الحق بکلماتہ وھو یهدی الی السبیل \*

(۲۷)۔ یہ مضامین قرآن مجید سے دفع اعتراضات اور کتب سابقہ سے تطبیق اور دیگر تاریخی واقعات اور مسائل حکمیہ سے تصدیق کی غرض سے لکھے گئے ہیں اور گو ہم جانتے ہیں کہ بہت سے خفاس نش لوگوں کی آنکھ میں تجلی انوار سے چکا چوند ہو جاوے گی (یکاد البرق یخطف بصلہم) مگر ہم کو اُمید ہے کہ مسلمانوں میں بہت سی بصیرت اور مستعد اہل تحقیق اس طرف توجہ فرماوے گئے کیونکہ ابھی بہت کچھ باقی ہے ہاں ابھی قصہ سلیمان ہی میں کئی ایک مشکلات اور بھی حل کرنی ہیں جس کے حل کرنے کی راہ کو جنات اور شیاطین کی اندھیری بادشاہت اور عوام الناس کے تیرہ و تاریک خیالات کو کلام الہی کی نورانی شعاعوں کی تاثیر سے متور کر دیا گیا ہے۔ لیکن من لم یجعل اللہ نوراً فالہ من نور۔ اب یقین ہے کہ اکثر دھندلی نظروالوں کے دل کی آنکھوں سے توہمات ظلمات کی ٹپ ٹپ کھل جانے اور خیالات سوداویہ کے پڑے اٹھ جانے سے اُن حقیقی آفتاب کی روشنی کا شمس فی کبد السماء ظاہر و مجلی ہو جاوے گی \*

فلکشفنا عنک عطاءک فیصولک الی وہجید \*

اب کھول دی ہم نے تجھ پر سے تیری اندھیری اب تیری نگاہ آج تیرے (ق ۷۷) \*

دریائی گھوڑے نما عصر گھوڑوں کا فوج کرنا۔ آفتاب کا

پلٹ آنا۔ انگشتی سلیمان۔ صخرہ یو۔ بُت پرستی

(۱)۔ (۳۰) اذ عرض علیہ بالعی الصافات الجیاد \*

(۳۱) فقال انی احببت حب الخیر عن ذکرہ لی حق تو امرت بالحجاب \*

(۳۲) سرڈوھا علی فطفق مسجاً بالسوق والا عناق۔ (ص) \*

ترجمہ۔ جب دکھانے کو آئے اُسکے سامنے تیسرے پر کو گھوڑے خاصے بولائیں نے چاہی محبت گھوڑوں کی اپنے خدا کی وجہ سے یہاں تک کہ چھپ گئی اوٹ میں۔ سلیمان نے کہا کہ پھیر لاؤ اُن کو میرے پاس پھر اُن کی پنڈ لیاں اور گردنیں چھوٹی شروع کیں \*

عام قصہ تو یہ ہے کہ حضرت سلیمان کے پاس ہزار دریا کی گھوٹے جنکے پر لگے ہوئے تھے لائے گئے اُن میں سے نو سو گھوڑوں کا جائزہ ہو چکا تھا کہ حضرت سلیمان کو نماز کا خیال آیا اگر آفتاب غروب ہو چکا تھا نماز فوت ہو گئی تو اُنہوں نے افسوس کیا اور اُن گھوڑوں کو واپس مگاکر تلوار سے اُن کی پنڈلیاں اور گردنیں کاٹ ڈالیں اور سو گھوٹے بچ رہے سوا ب جو گھوڑے آدمیوں کے پاس نظر آتے ہیں انہیں بقیۃ السیف کی نسل ہیں !!! اور یہ کہ پھیلنے کا حکم فرشتوں کو دیا تھا وہ آفتاب کو پھیل گئے اور اُنہوں نے نماز پڑھ لی !!!

(۴) یہ قصہ جیسا کہ بیان ہوا بالکل جھوٹ اور قصہ گویوں کی اکاذیب اور مفتیات سے بھرا ہوا ہے اکثر تفسیریں ایسی ہی اکاذیب اور بیہودہ باتوں سے بھری ہوئی ہیں۔ ابن کمال نے خوب کہا ہے۔ کتب التفسیر مشکوٰۃ بالاحادیث الموضوعۃ کہ تفسیر کی کتابیں جھوٹی حدیثوں سے بھری ہوئی ہیں (فیض القدیر شرح جامع الصغیر عبد الروف مناوی)

اور شیخ محطہ ہرثنی نے مجمع بجا رانوار کے خاتمہ میں مقاصد کے حوالہ سے لکھا ہے کہ امام احمد نے لکھا ہے کہ تین علم کی کتابیں بے اصل ہیں اور وہ کتابیں مغازی اور ملاحم اور تفسیر کی ہیں۔ اور خطیب نے لکھا ہے کہ امام احمد نے ان علوم کی وہ خاص کتابیں مراد لی ہیں جو اُن کے بیان کرنیوالوں کے غیر معتبر ہونے کی وجہ سے غیر

فی المقاصد قال احمد ثلث کتب لیس لها اصل المغازی والملاحم والتفسیر الخطیب هو محمول علی کتب مخصوصۃ فی ہذا المعانی الثلثۃ غیر معتمد علیہا لعدم عدالة ناقلیہا ویزادہ القضا صریحاً فاما کتب التفسیر فمن اشہا کتابا للکلی ومقاتل بن سلیمان (ص ۵۰ مطبوعہ ۱۲۸۵ھ)

معتد ہیں اور نیز اس وجہ سے کہ اُن میں قصہ گویوں نے قصہ بڑھا دیئے ہیں اور اس قسم کی کتابیں تفسیروں میں سے بہت مشہور تو کلی اور مقاتل کی تفسیریں ہیں \*

اور پھر لکھا ہے۔ کہ معین بن صفی نے تفسیر جامع البیان میں لکھا ہے کہ امام محی السنۃ

بغوی تو اپنی تفسیر میں ایسی باتیں اور حکایتیں لکھ دیتے ہیں۔ جن کے ضعیف بلکہ وضعی یعنی بنائے ہوئے ہونے پر سب متاخرین نے اتفاق کیا ہے \*

وقی جامع البیان لمعین بن صفی قد تذکر محی السنۃ بغوی فی تفسیرہ من المعانی والحکایات ما انفقت کلمۃ المتاخرین علی ضعیفہ بل علی وضعہ (ص ۵۱۰) \*

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ تفسیر کی کتابوں میں اکثر جھوٹی روایتیں اور بے اصل حکایتیں اور قصہ گویوں کی بناوٹیں پائی جاتی ہیں۔ ہر ایک صاحب حیثیت مسلمان کا یہ کام ہے کہ وہ خدا کے سچے اور مقدس کلام کو اُن لغویات سے پاک کرے اور ان جھوٹی باتوں کے رد کرتا رہے

اور اصلی سچے معنی بیان کرنے میں سعی یبلغ کرے۔ السعی معنی والاقتمام من اللہ +  
 (۳۷) یہ بات واقعی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو گھوڑوں کا بہت شوق تھا اور گھوڑوں  
 کی ایک تعداد کثیران کے ہاں جمع تھی چنانچہ اس کی تصدیق میں کتاب دومین کی فصل زیر آیت ۲۵  
 میں لکھا ہے: "وسلیمان چار ہزار آخریجت اسپ با وعراہ ہا داشت ووزارده نہرا سواران کرایشال را  
 در شہر ہا وعراہ دار واورشلیم نزد ملک گذاشت (آیت ۲۸) واز برائے سلیمان اسپ ہا را از مصر تمامی  
 ولایت ہا آوردند" اور کتاب اوّل ملوک فصل دسویں آیت ۲۸ میں لکھا ہے: "وسلیمان سپاں زرطردہ  
 شدہ را داشت وچھنیں ریسماں کمانی کہ تاجران ملک اس را بقیمت معین گرفتند +

(۳۷) یہ بات کہ ان گھوڑوں کے ملاحظہ کرنے میں اُن کی نماز فوت ہو گئی تھی بالکل بے اصل ہے  
 اتنی اجبیت حب الخیر عن ذکر ربی کے بہت صاف یہ معنی ہیں کہ میں گھوڑوں کو بہت چاہتا ہوں  
 اور یہ چاہنا بوجہ خدا ہے نہ صرف اپنی خواہش سے۔ چنانچہ امام فخر الدین رازی نے کتب کتاب

اربعین فی اصول الدین (مسئلہ ۳۲) میں  
 لکھا ہے کہ جب سلیمان کو گھوڑے دکھائے جاتے  
 تھے تو وہ فرماتے تھے کہ میں نے گھوڑوں کی  
 محبت کی محبت کی اور اس سے مراد یہ ہے کہ  
 انسان ایک چیز کو چاہتا تو ضرور ہے گریہ نہیں کرتا  
 کہ اس کے چاہنے کو بھی چاہے اگر جب اس نے مسکو  
 چاہا اور چاہنے کو بھی چاہا تو اس سے محبت یعنی

از سلیمان کان یقول عند عرض الصافات  
 الجیاد علیہ انی اجبت حب الخیر و مغالاة ان  
 الانسان قد یحب شیئا و لکن لا یحب ان یتحیثہ  
 فاما اذا احبہ و احب ان یحبہ فذلک بدعا لفتۃ  
 فی المحبۃ ثم قال عن ذکر ربی اسی ہذا المحبۃ  
 الشدیدۃ انما حصلت بسبب ذکر ربی وعن  
 امر لا عن المحور و الشهوۃ +

چاہنے میں مبالغہ مراد ہے۔ پھر فرمایا کہ عن ذکر ربی یعنی یہ محبت شدید بوجہ ذکر خدا اور خدا کے  
 حکم سے حاصل ہوئی ہے نہ کہ اپنی ہی آرزو اور خواہش سے +

اور شرح مواقف سیّد شریف جو جانی میں جو علم کلام کی بڑی مستند کتاب ہے اس کے  
 موقف چھ مقصد پانچ ورق ۳۷۲ میں لکھا ہے :-

کہ اجبیت حب الخیر سے محبت میں مبالغہ مراد کیونکہ انسان کسی شے کو چاہتا تو ہے مگر یہ  
 نہیں ہوتا کہ اس کے چاہنے کو بھی چاہے تو جبکہ  
 اس نے اس کو چاہا اور اُس کے چاہنے کو بھی  
 چاہا تو یہ کمال محبت ہے اور یہ جو فرمایا کہ عن ذکر ربی

قوله اجبت حب الخیر مبالغۃ فی الحب فان  
 الانسان قد یحب شیئا و لکن لا یحب ان یتحیثہ  
 فاذا احبہ و احب ان یحبہ فذلک ہوا الکمال

لہ نظر عن تعلیل کے واسطے بھی آتا ہے جس سے سبب کے معنی پیدا ہوتے ہیں۔ چنانچہ ماکان استغفار  
 ابراہیم لابیہ الا عن موعدا اور ما نحن بتارک الہمتنا عن قولک +

یعنی خدا کے ذکر سے تو اس سے مراد ہے کہ خدا کے سبب چنانچہ کہا جاتا ہے سقا عن الغیمۃ جس سے مراد ہوتی ہے کہ اس کی وجہ سے تو معنی یہ ہوئے کہ یہ عجزت شدید بسبب ذکر یعنی حکم الہی ہے کہ اپنی خواہش اور طلب دنیا کی وجہ سے کہ ان کے مذہب میں گھوڑے رکھنا خدا سے حکم سے تھا جیسا کہ ہمارے مذہب میں ہے یا وہ مندوب ہوگا اور طعن مسما کے معنی ہیں کہ سلیمان ان کے سر اور پنڈلیاں چھوتے تھے۔ ان کی تکریم کے لئے اور شفقت کی وجہ سے کیونکہ وہ گھوڑے زمین کے دشمنوں کے دفع کرنے میں بہت مدد دیتے تھے۔ اور جو لوگ اس سے کاٹنا مراد لیتے ہیں اور وہ یہ بیان کرتے ہیں کہ سلیمان توار سے ان کی پنڈلیاں اور گردن کاٹتے تھے یا تو غصہ کی وجہ سے اور یا ان کو قربانی کرتے تھے سو یہ بات بہت ضعیف ہے کیونکہ مسح کے لفظ میں اس پر کچھ دلالت نہیں ہے جیسا کہ وضو کی آیت میں مسح کا ذکر ہے اور کاٹنا مراد نہیں ہے۔

اور حتی تو رات بالحجاب سے یہ معنی لینے کہ سورج ڈوب گیا محض خیالی ہیں۔ اس کا اس میں کچھ ذکر نہیں اور ایسی بات بالکل سیاق کلام اور موضوع اور منشاء مقام سے بعید ہے بلکہ انہیں صاف فئات کا ذکر ہے یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان کا ملاحظہ کیا اور وہ ان کے آگے سے چلے گئے۔

قال مردوہا حضرت سلیمان نے حکم دیا کہ ان کو پھر لے آؤ تو گھوڑے پھر لائے گئے۔ علامہ احمد بن حنبل نے تفسیر کبیر میں حتی تو رات بالحجاب کی تفسیر میں کہی ویلیں اسکے ابطال پر قائم کی ہیں کہ یہاں آفتاب کا غروب ہونا مراد نہیں ہے اور سب کے آخر میں لکھا ہے۔ کہ ہمارے ان ویلیوں سے ثابت ہوا کہ حتی تو رات بالحجاب (یہاں تک کہ اوٹ میں چھپ گئے) کو سورج کے چھپنے پر حمل کرنا اور مردوہا علی (اسے پھیر لاؤ) سے سورج کا پھیر لانا سمجھنا

في الحجة وقوله عن ذكره بل لى بسببه كما يقال سقا عن الغيمۃ اى لاجلها فالمنعوان ذالک الحب الشديد انما يحصل بسبب ذلک اى يامرؤ لا بالهو وطلب الدنيا وذلک لان بها باطن الجبل في دينهم كان يامرؤ كما في ديننا او هو مندوب اليه وقوله طفق مضاي يمسح بها واعناقها اكراما لها واطرها الشدة شفقه عليها لكونها من اعظم الاعوان في دفع اعداء الدين وحماه على القطع كما ذهب اليه طائفة حيث قالوا للمعنى انه عليه السلام جعل يمسح السيوف بسوقها واعناقها اى يقطعها ما عصبها عليها بسبب ما جرى عليه واجلها والصدق بها ضعيف جدا ولا دلالة له للفظ كما في قوله وامسحوا برؤسكم وامرجلکم سے اور یا ان کو قربانی کرتے تھے سو یہ بات بہت ضعیف ہے کیونکہ مسح کے لفظ میں اس پر کچھ دلالت نہیں ہے جیسا کہ وضو کی آیت میں مسح کا ذکر ہے اور کاٹنا مراد نہیں ہے۔ اور حتی تو رات بالحجاب سے یہ معنی لینے کہ سورج ڈوب گیا محض خیالی ہیں۔ اس کا اس میں کچھ ذکر نہیں اور ایسی بات بالکل سیاق کلام اور موضوع اور منشاء مقام سے بعید ہے بلکہ انہیں صاف فئات کا ذکر ہے یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان کا ملاحظہ کیا اور وہ ان کے آگے سے چلے گئے۔

بہت ہی بعید ہے +

”فطفق مسحا بالسوق والاعناق“ اور سلیمان نے ان گھوڑوں کی گردنوں اور پنڈلیوں کو چھوا جیسا کہ دستور ہے کہ ہر ایک فی بصیرت گھوڑوں کا امتحان کرتے وقت اُس کی گردن پر میربانی اور شفقت ہاتھ پھیرتا ہے اور اُن کی پنڈلیوں کی مضبوطی کو ہاتھ لگا کے دیکھتا ہے

انہ کان بسم سوقھا واعناقھا بید لا بکشف  
الغبار منھا جالسا وشفقة علیہا +  
[چنانچہ زہری اور ابن کیسان نے ایسا ہی کہا ہے  
کہ سلیمان علیہ السلام گھوڑوں کی پنڈلیوں اور

گردنوں کو ہاتھ سے چھوتے تھے تاکہ ان سے گرد جھاڑ دیں اور برکت اور شفقت کی وجہ سے تھکا  
اور یہ بیشک مقول اور صاف معنی ہیں مگر ہمارے مفتیین اس پر راضی نہیں ہوتے وہ اس کو  
فرماتے ہیں ہذا قول ضعیف (معالم التنزیل بغوی) اور یہ انہیں کے ضعف عقلی کی دلیل ہے +

(۵) جن لوگوں کو قصہ گوئی اور عجائب پسندی کا زیادہ شوق ہے انہوں نے دُودِ دُعا (پھیرا)  
سے مراد لی ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ سورج جو کہ قاف کی آڑ میں جا چھپا ہے  
اُسے پھیر لاؤ اور اس خلاف حقیقت مضمون کو بعض صحابیوں کی طرف افتراء اور بتان کے طریق پر منسوب کر دیا  
علامہ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری شرح بخاری میں اس رد شمس کی نسبت لکھا ہے۔ کہ

انہ لم یثبت ذلك عن احد والثابت عندنا  
اهل العلم بالتفسیر ان ضیوہ من وھا للخیل  
[تفسیر کمالین ص ۳۸۰] +  
اس مضمون کی روایت کسی سے ثابت نہیں  
ہے اور جمہور کے نزدیک بھی ثابت ہے کہ پھیر لانے  
سے گھوڑوں کا پھیرا نامراد ہے +

(۶) ”ولقد فتنا سلیمان والقینا علی کرسیہ جسدًا ثمنا“ (ص ۹۱۷) +

اور ہم نے سلیمانؑ کو آزمایا اور اُسی کے تخت پر ایک جسم ڈال دیا۔ پھر اُس نے  
اپنے حکم سے رجوع کیا +

اس آیت کی تفسیر میں مفتیین کے اکاذیب اور قصاص کے خرافات بیش از بیش ہیں  
جن کا یہاں نقل کرنا بھی تضعیقات ہے جس کو شوق ہو وہ تفسیر معالم التنزیل بغوی میں بہ  
ابن منبہ اور سید بن سب کی روایتیں دیکھ لے اس کا خلاصہ شاہ عبد القادر صاحب نے بھی ترجمہ  
قرآن کے حاشیہ پر افادہ فرمایا ہے وہ یہ ہے ”حضرت سلیمانؑ استنجے کو جاتے تھے تو انگشتی ایک  
خادم کو سپرد کر جاتے تھے اس میں لکھا تھا اسمِ عظیم ایک جن تھا صخر نام اُس خادم کو ہسکا کہ  
انگشتی لے گیا اپنی صورت بنائی سلیمانؑ کی سی تخت پر بیٹھ لگا حکمرانی کرنے حضرت یہ معلوم کہ  
نکل گئے کہ مجھ کو مردانہ ڈالے ایک گانوں میں چھپ کر ہے چھ مہینے بعد صخر تھا شراب کے نشہ میں انگشتی  
دریا میں گر پڑی ایک مچھلی نکل گئی وہ شکار ہوئی حضرت سلیمانؑ کے ہاتھ پر میٹھی انگشتی لیکر پھر

آئے اپنے تخت سلطنت پر یہ جانچ ہوئی اس پر کہ اُن کے گھر میں ایک عورت تھی اپنے باپ  
مرے کو یاد کر کے رویا کرتی تھی اُس کو بنا دی جنہوں تصویر اُس کے باپ کی کہ چہن پوشی وہ  
لگی پوجے انہوں نے خبر نہ لی یا خبر پا کر تغافل کیا +

(۷) یہ قصہ بالکل موضوع اور مقرر ہے مگر مسلمانوں کا بنایا ہوا نہیں ہے اصل میں  
اُس کو یہود کے قصاص اور شیاطین نے بنایا ہے الا مسلمانوں نے اُس کو امتا اور صدقنا  
لکھ کر قبول کیا ہے۔ یہ قصہ یہود کی کتاب تالمود میں مذکور ہے۔ اور علامہ جارا شذر مخشتری نے

لکھا ہے کہ وہ روایت حضرت سلیمان کی انگوٹھی  
اور دیو اور اُن کے گھر میں بُت پرستی ہونے کی ہے  
وہ یہود کی جھوٹی باتیں ہیں +

ماہی عن حدیث الخاتمہ والشیطان و  
عبادۃ الوثن فی بیت سلیمان فن اباطیل  
اليہود (تفسیر کمالین ص ۳۸۰) +

اور تفسیر اراک التنزیل نسفی میں بھی ہے لکھا  
ہے کہ انگشتری اور شیطان اور سلیمان کے یہاں

ماہی عن حدیث الخاتمہ والشیطان و  
عبادۃ الوثن فی بیت سلیمان فن اباطیل الیہود +

بُت پوجے جانے کی روایت یہود کے باطل قصوں میں سے ہے +

اور امام فخر الدین رازی نے کتاب اربعین فی اصول الدین کے ۳۲ مسئلہ  
اسی قصہ کی نسبت لکھا ہے :-

کہ جن کی حکایت جو عامہ ناس نے روایت  
کی ہے سو کتاب اللہ اس سے بری ہے +

فاما الحکایۃ الجذیۃ التی یروھا للمخشریۃ  
فلکتاب اللہ میدراعہا +

اور ایسا ہی ششیرین جرجانی نے شرح موافقت (موقف ۶ مقصدہ ورق ۴۷ ۳۷)  
میں بھی لکھا ہے۔ پس یہ ثابت ہوا کہ محقق مسلمانوں نے اس قصہ کو بالکل جھوٹ اور افترا  
سمجھا ہے +

(۸) معقول پسند مفتدوں نے ایسا لکھا ہے کہ حضرت سلیمان کبھی بیمار پڑے ہونگے  
اور چونکہ بیماریوں کو انبیاء کے کلام میں خدا کی جانب سے آزمائش کہا جاتا ہے سو اسی میں اس کا  
ذکر ہے یعنی حضرت سلیمان اپنے تخت پر بیماری کی شدت میں مثل جسم بیجان پڑے تھے اور  
تقدیر کلام اس طرح پر ہوگی۔ والقینا علے کو سیہ جسد یعنی اُن کے تخت پر اُن کا جسم  
ڈال دیا مگر بالغہ کی جھٹکے (لا) حذف ہو گئی پھر بیماری سے اچھے ہوئے۔ اس کی خبر  
ثمداناب (پھر اُس نے رجوع کیا) میں ہے +

چنانچہ امام فخر الدین رازی نے کتاب اربعین فی اصول الدین (مسئلہ ۳۲) میں  
ثانیان اللہ تعالیٰ امتحنہ بمحن شدیدہ یہ معنی بھی لکھے ہیں کہ خدا نے سلیمان کی



ایک بڑی مرض شدید سے آزمائش کی تو ایک جسم بے حرکت قریب مرگ ہو گئے جیسے بیمار کی نسبت کہتے ہیں کہ کلڑی پر گوشت پڑا ہے اور جسم بیجان یعنی شدت سے ضعیف ہے اور تقدیر کلام یہ

فصل جسد الاحوال بہ مشرفا علی الموت  
کما یقال لحمد علی یونم وجسد بلا ہر وح  
علی معنی شدۃ الضعف والتقدیر القینا  
جسدہ علی کرسیہ فخذت الہاء للہ بالقدیر

ہوگی کہ اُن کے دھڑکوان کے تخت پر ڈالا اور حرف (ہ) ببالغہ کی وجہ سے حذف ہو گیا  
اور علامہ شمس الدین ابی العباس احمد ابن خلیل نے تفسیر کبیر میں اُسی کے قریب لکھا ہے کہ

یہ کہنا کچھ بعید نہیں ہے کہ خدا نے سلیمانؑ کو کسی خوف یا بلا کے مسلط ہونے سے نایا اور سلیمانؑ اس کی وجہ سے ایسے ہو گئے تھے جیسے کوئی جسم ضعیف اک تخت پر پڑا ہو۔ پھر خدا نے اُن پر سے خوف زایل کر دیا اور جوتوت اور صحت ان میں تھی وہ پھر آگئی

اقول لا یبعد ان یقال انہ ابتلاہ اللہ تعالیٰ بتسلیط خوف او توقع بلا من بعض الجانب علیہ وصل بسبب قوۃ ذالک الخوف  
کالجسد الضعیف الملقى علی ذالک الكرسي  
ثم ذال الله عنه ذالک الخوف واعادہ ذالک ما کان علیہ من القوۃ ولطیب القلب

(۹) مگر دراصل جس قصہ پر اس آیت میں اشارہ ہے وہ کتاب ملاخیم میں مفصل لکھا ہوا ہے۔ چنانچہ کتاب اول ملک کی فصل سوم میں حضرت سلیمانؑ کے ذکر میں لکھا ہے

(۱۶) آنگاہ دوزن زانیہ نزد ملک آمد و حضورش ایستادند

(۱۷) ویک نے گفت کہ اے خداوند من وایں زن در یک خانہ ساکنیم و در اں خانہ نزد او وضع حمل نمودم

(۱۸) وواقع شد کہ بعد از وضع حمل من روز سوم ایں زن نیز زائید و یا ہم دیگر بودہ دیگرے با او رخا نہ بودہ بلکہ سوائے ما و او نفر احدے وراں خانہ نبود

(۱۹) وپس ایں زن وقت شب مُرُوزیرا کہ او بر ویش خوابیدہ بود

(۲۰) ووقت نیم شب برخاستہ وپس مرا از پہلوے من و قینکہ کینزکت خوابیدہ بود از من گرفت و در بغل خود خوابانید

(۲۱) وصبح دم و قتی کہ برائے شیر وادلن پسرم برخاستم اینک مردہ است و صبحدم ورا تشخیص نمودہ اینک پسر کے کہ زائیدہ بودم نبودہ است

(۲۲) و زن دیگر عرض کر دکہ نے بلکہ پسر زندہ از من است و پسر مردہ از تست و آں دیگرے گفت نے بلکہ پسر مردہ از تست و پسر زندہ از من است و چنیں و در حضور ملک نے گفتند

(۲۱۳) پس ملک گفت کہ ایں کیے میگوید کہ پسر زندہ از من است و آن پسر مردہ از تست و آن دیگرے میگوید کہ نے بلکہ پسر مردہ از تست و پسر زندہ از من است +  
 (۲۱۴) و ملک گفت کہ شمشیرے را بمن آورید و شمشیر را بنزد ملک آور دند +  
 (۲۱۵) و ملک فرمود کہ پسر زندہ را بدو حصہ تقسیم نماید و یک نیمہ بایں بدہید و نیمہ دیگر بدگیرے +

(۲۱۶) و زن نے کہ پسر زندہ از آن او بودہ در حالتے کہ رحمش بر پسر او اضطراب میکرد بملک تکلم شدہ گفت کہ اے خداوند پسر زندہ را با بدہید و البتہ اورا بکشتید اما آن دیگے گفت کہ نہ از آن من و نہ از آن تو بیا شد اورا تقسیم نمایند +  
 (۲۱۷) پس ملک جواب داد فرمود کہ پسر زندہ را با بدہید و اورا بہت بکشتید کہ مادرش اوست +

(۲۱۸) و تمامی اسرائیل حکمے کہ ملک اجراء داشتہ بود شنیدہ و از ملک ترسیدند زیرا کہ دیدند کہ در قلبش حکمت خدائیست تا آنکہ حکم را جاری سازد +

پس اب قرآن کی آیت کو دیکھئے کہ اس میں صاف اسی قصہ پر اشارہ ہے کہ القینا علیٰ کوسبیہ جسدًا ثم انا اب ہم نے سلیمان کے تحت (عدالت) پر ایک لاش یا جسم (اسی زندہ یا مردہ لٹکے کا) ڈالا (سلیمان کا حکم محذوف ہے) پھر اُس نے (اس حکم اول سے) رجوع کیا۔ یعنی پہلے اُس لٹکے کے چیرنے کا حکم دیا تھا پھر اس حکم سے پھر کر اُس لٹکے کو زندہ اُس کی ماں کے حوالہ کر دینے کا حکم دیا +

پس یہ ہے سچی تفسیر کلام الہی کی نہ کہ وہ جن اور مجنوت کے قصے نہ وہ یہود کے اکاذیب و مفتریات اور مفتترین کے باطلیل و لغویات۔ امام محی الدین بغوی نے تفسیر معالم التنزیل و اشہر الاقوال ان الجسد الذی الہی - میں لکھا ہے (جلد ۴ صفحہ ۱۰) کہ سب سے زیادہ مشہور قول یہی ہے کہ جو حیم سلیمان

کی کرسی پر ڈالا گیا تھا وہ صخرہ دیو تھا +

تین کتابوں کہ سب سے زیادہ مشہور یہ بات ہے مگر سب سے زیادہ مجھوٹ بھی یہی ہے اور سب سے زیادہ سچ اور صاف اور صحیح اور معتول وہی معنی ہیں جو ابھی ہم نے بیان کئے اس میں حضرت سلیمان کی حکمت اور عدالت کی عظمت بھی ظاہر ہوتی ہے نہ کہ وہ قانع و مقول قصہ کہ سلطنت سلب ہو گئی اور ایک ناپاک دیوان کے تحت بادشاہت پر مستط ہو گیا۔ -  
 اور سلیمان معزول اور مغرور رہے و غلبہ لا ذالک من الخرافات جس سے سلیمان علیہ السلام کی تلمیذی

اور حقارت اور ذلت ظاہر ہوتی ہے حالانکہ یہ قصہ قرآن مجید میں حضرت سلیمانؑ کے عہد اور فضائل کے ذکر میں ہے۔

(۱۰)۔ اسی قصہ باطلہ یعنی حضرت سلیمانؑ کے گھر میں بُت پرستی کے متعلق روایت بھی ہے جو ملاخیم اول کے گیا رضویں باب میں لکھی ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے خلاف حکم خدا کے سات سو بیگیں اور تین سو حرمیں اپنے لیے جمع کیں اور اُن کے باعث سے حضرت سلیمانؑ کا دل خلسے پھریا اور اُنہوں نے اپنی اخیر عمر میں بُت پرستی اختیار کی۔

قرآن مجید میں اسی نالائق اتہام اور جھوٹے بیان کے رد میں فرمایا ہے۔ مَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلَكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا۔ (بقرہ) +

یہ مضمون اگرچہ یہود کے اربع عشریم کی کتابوں میں سے ایک کتاب ملاخیم اول میں ہے مگر وہ مضمون یقیناً جھوٹ اور شدت کے مرتبہ کا کفر ہے جس کو انشراریہود نے افتر کر کے اس کتاب میں داخل کر دیا ہے +

واضح ہو کہ حضرت سلیمانؑ کے حالات کے بیان میں فی الحال دو کتابیں موجود ہیں۔ ایک تو ملاخیم کہلاتی ہے اور دوسری دبر ہی ایم۔ اب یہودیوں نے آسانی کے لئے اُن کے دودو حصے کر دیئے ہیں اور اس لئے اُر دو غیر ترجموں میں کتاب سلاطین اول دوم اور کتاب اخبار الانام اول دوم کے نام سے معروف ہیں یہ بات یقیناً انہیں معلوم ہے کہ کتاب سلاطین ملاخیم کس کی تصنیف سے ہے یا کب تصنیف ہوئی +

یہ کتاب بعد زمانہ قید بابل عہد بخت نصر میں لکھی گئی۔ یعنی تخمیناً پانسو برس بعد حضرت سلیمانؑ کے تو یقیناً اور اس کے بعد اور جس قدر عرصہ ہو اہم لکھی گئی ہے۔ یہ بات کہ اس کا مصنف بعد زمانہ قید بابل زندہ رہا اس سے ثابت ہے کہ وہ قید بابل سے یہود کے واپس آنے کا بھی ذکر کرتا ہے (دوم سلاطین باب ۷۵۔ آیت ۲۱) اس کا مصنف یہ بھی کہتا ہے کہ اس کے زمانہ میں اسرائیل کے دس قبیلے ہنوز جلا وطنی میں تھے (دوم سلاطین باب ۱۷۔ آیت ۲۳) اور نیز باب ۱۷ میں اُس نے یہود اور اسرائیل کی مصیبتوں پر کچھ تقریر کی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ شخص ان مصائب کے بعد ہوا ہے (دوم سلاطین باب ۱۷۔ آیت ۶۔ ۷) اور برخلاف اس کے

۱۱۔ یہ تعداد یقیناً غلط ہے۔ کتاب غزل الغزلات میں حضرت سلیمانؑ نے اُن کی تعداد ساٹھ بیگیں اور ۸۰ خواص لکھی ہے۔ سو یہ بھی قطعی نہیں ہے۔ عبرانی کتابوں کے عددوں کا کبھی اعتبار نہیں ہو سکتا کیونکہ اُنکے عدد ہمیشہ حروف کی صورت میں لکھے جاتے تھے یعنی ابجد کے حساب میں اور چونکہ عبرانی حروف اکثر باہم مشابہ ہیں تو اس سے جڑی غلطی ہو جا سکتی ہے کتاب سلاطین اور کتاب تاریخ کے باہم مقابلہ کرنے سے بڑا فرق پایا جاتا ہے +

بعضے نشان اس میں ایسے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ قبل زمانہ قید بابل یعنی عہد نخت نصر ہے۔ مثلاً اول سلاطین باب ۸۔ آیت ۸ سے ظاہر ہوتا ہے کہ عہد نامہ کا صندوق ہنوز مکمل میں موجود تھا اور پھر باب ۱۲۔ آیت ۱۹ سے ظاہر ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل کی بادشاہت ہنوز قائم ہے۔ پھر کسی جگہ باب ۶۔ آیت ۳ و ۴ میں زری ۶ اور بول ۶۱ یعنی زری اور نشتین کے مہینوں کا نام ہے حالانکہ قید بابل کے زمانہ سے ان کا یہ نام متروک ہو گیا تھا اور کبھی کبھی اس کا مصنف ایسا لکھتا ہے جیسا کوئی واقعات ہمصر کو لکھے اور عاصرا جہاں وہاں وجہوں پر نظر کرنے سے یہود کا وہ دعویٰ کہ یہ کتاب عزرا بنی کی لکھی ہوئی ہے باطل ہوتا ہے اور ایسا پایا جاتا ہے کہ اصل میں مختلف قسم کی تحریروں یا دواشتوں اور شاہی روزناموں سے اور زبانی روایتوں اور بعضی مشہور اور متواتر خبروں سے یہ کتاب تالیف ہوئی تھی +

اسی کتاب کے ہم مضمون ایک دوسری کتاب وبری ہمیم ہے وہ بھی ایسی ہے کہ اس میں مختلف تحریروں سے اخذ کر کے لکھا گیا ہے اور کچھ تو قبل زمانہ نخت نصر کی ہے۔ اور کچھ بعد کی ہے +

بعضوں نے قیاس کیا ہے کہ اسی شخص کی تصنیف یا تالیف ہے جس کی کتاب ملاخیم ہے مگر واقعات کی تاریخوں میں اور ان کے بیان میں اور نسب ناموں میں اختلاف کثیر کی وجہ سے یہ خیال بالکل غلط نکلتا ہے۔ یہود کی رائے میں یہ کتاب حضرت عزرا بنی کی ہے جنہوں نے بعد قید بابل زکریا اور جرجی نبیوں کی مدد سے اس کو تالیف کیا یعنی اپنے زمانہ کی اور اگلی کتابوں سے اخذ کر کے اسے مرتب کیا اور اس لئے کی تائید میں یہ کہتے ہیں کہ اس کتاب کی طرز تحریر اور سیاق کلام عزرا بنی کی عبارت سے بہت مشابہ ہے اور اس کتاب کی اخیر تین کہتیں عزرا بنی کے صحیفے کی پہلی تین آیتوں سے بہت قریب قریب ملتی ہیں۔ اور دوسرے یہ کہ اس کا مصنف قید بابل کے بعد بھی زندہ تھا کیونکہ اس نے قورش بادشاہ کے حکم کا ذکر کیا ہے اور اس نے دافو کا نسب نامہ زور و بابل تک لکھا ہے مگر اس کے خلاف یہ امر ہے کہ اس کے مصنف نے زور و بابل کا نسب نامہ بارہ پشت تک لکھا ہے۔ اس وقت تک حضرت عزرا زندہ نہ تھے۔ مگر ممکن ہے کہ یہ نسب نامہ الحاقی ہو اور ایسا اکثر ہوتا ہے پس یقین تو نہیں ہو سکتا مگر گمان غالب ہے کہ یہ کتاب حضرت عزرا کی تالیف اور مرتب کی ہوئی ہو +

اب دیکھئے کہ باوجودیکہ یہ دونوں کتابیں باہم شفیق ہیں اور جو تاریخی واقعات ایک میں ہیں دوسری میں بھی ہیں مگر یہ قصہ موضوع و مضمون ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے سات سو جوڑیں اور تین سو صوڑیں کیں اور ان کی وجہ سے بت پرستی اختیار کی کہ کتاب اول سلاطین باب ۱۱

آیت ۱۵۱) اس کتاب دہریہ میں نہیں ہے اور چونکہ یہ کتاب غالباً حضرت عزرائیلی کی تالیف کی ہوئی ہے پس بظن غالب ایسا ہوا ہے۔ کہ انہوں نے اس قصہ کو باطل اور ٹھٹھ سمجھ کر چھوڑ دیا ہے +

اگر یہ بات نہ بھی ہوتا ہم اس مضمون کا ایک دوسری کتاب میں جس کا موضوع اور نشا وہی ہے جو اس کتاب کا ہے نہ پایا جانا اور ظاہر نظر میں اس مضمون کا بالکل خلاف حکمت سلیمان اور منافی منصب ثبوت ہونا کبھی صرف ایک غیر مستند روایت کے اعتبار پر لائق قبول نہ ہوگا +

فلما قضینا علیہ الموت ما دلہم علی موتہ الا دابة الارض  
تا کل منساۃ فلما خرت بیت النجین ان لوکانوا یعلمون  
الغیب ما لبثوا فی العذاب المہین + (سبا ۶۷)

جب حضرت سلیمان مر گئے تو ان کا مرنا جنوں کو نہ بتایا اور گھن کے کپڑے نے جو ان کا عصا کھا آ رہا پھر جب وہ گرے تو معلوم ہوا کہ اگر جن غیب کی خبر رکھتے ہوتے تو ذلت کی تکلیف میں نہ رہتے + (سبا)

(۱) تفسیر میں تو اس سچے واقع کو بھی افسانہ و داستان کے ڈھنگ پر لکھی ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان کے آگے روز ایک بوٹی حاضر ہو کر باتیں کرتی تھی ایک روز خروب نامی ایک بوٹی آئی۔ حضرت سلیمان نے اس کا مصروف پوچھا۔ اُس نے کہا کہ میں اس بیت المقدس کے خراب کرنے کو آئی ہوں۔ حضرت سلیمان سمجھ گئے کہ اب میری موت آگئی تو جنوں کو عمارت کا نقشہ بنا کر آپ شیشہ کے مکان میں در بند کر بندگی میں مشغول ہوئے بعد وفات کے برسوں تک جن بناتے رہے اور سلیمان اسی عصا پر مردہ کھڑے رہے اور دستور تھا کہ اگر ہیکل یا عبادت خانہ میں کوئی جتنی آکر حضرت سلیمان کے آگے کو گذر جاتا تھا تو وہ جل جاتا تھا۔ ایک روز جو آپ کے آگے کو جتن گئے تو وہ نہ جلے اور گھن کے کپڑے سے عصا گرا اور سلیمان کے گرنے سے ان کی موت معلوم ہو گئی۔ جنات نے دیکھ کا بڑا شکر یہ ادا کیا اور اسی کی احسانندی میں اُس کو اب تک گیلی مٹی پہنچاتے ہیں +

اصل بات اتنی ہے کہ حضرت سلیمان کی لاش دستور کے موافق مومیائی بنائی گئی تھی ان کنعانیوں وغیرہ گنواروں کو ان کی موت جب معلوم ہوئی جبکہ عصا میں دیکھ لگ جانے سے لاش گر پڑی۔ اس کی تفصیل یہ ہے +

(۲) مصر میں مردوں کو حنوط کر نیکا ذکر۔ اہل مصر میں بہت قدیم الایام سے یہ دستور تھا۔ کہ

مردے کی لاش میں خوشبوئیاں بھر کے اس کو بجنہ قائم رکھتے تھے اور مردے کے چہرے اور بشرے میں سر مو فرق نہیں آتا تھا۔ قدیم تو رخن میں سے ہروڈولش رمقالہ ۲ باب ۸۶-۸۸ اور ڈایوڈورس (مقالہ ۱- باب ۹۱-۹۲) نے مصریوں کی اس رسم کا مفصل بیان کیا ہے۔ تین طرح پر جنوٹ کرنے کا دستور تھا۔ اور اس کام کے کاریگروں کی ایک جماعت اور کارخانہ ہی جدا تھا۔ ایسی لاشوں کو رمی-موبیا اور رمی کتے ہیں اور مصری زبان میں اس کا نام سوکا ہے +

(۳) بنی اسرائیل میں جنوٹ کرنے کی رسم۔ مصریوں میں پہنے پہنے کی وجہ سے یہی رسم بنی اسرائیل نے بھی اختیار کی تھی کہ بزرگ اور امیر آدمیوں کی لاش کو جنوٹ کرتے تھے۔ سب سے پہلے خود حضرت اسرائیل ہی کی لاش کی جنوٹ کی گئی۔ کتاب پیدائش کے پچاسویں باب میں ہے (۲) اور یوسف نے اپنے طبیب چاکروں کو حکم کیا کہ اس کے باپ میں خوشبوئی بھریں۔ (۳) طبیبوں نے اسرائیل میں خوشبوئی بھری اور اس پر چالیس دن گزرے کیونکہ جن پر خوشبو ملی جاتی ہے اتنے دن گذرتے ہیں اور مصری اس کے لئے ستر دن تک روپا کئے۔ پھر حضرت یوسف بھی جنوٹ کئے گئے چنانچہ اسی باب میں لکھا ہے۔ (۲۴) یوسف ایک سو دس برس کا بوڑھا ہو کر مر گیا اور انہوں نے اسے خوشبو بھری اور اسے مصر میں صندوق میں رکھا۔ اصل عبرانی میں خوشبو بھرنے کے لئے لفظ ٢٥٦ (حظا) ہے۔ یہی لفظ عربی میں بھی ہے۔ جمال قرشی نے صراح من الصالح میں لکھا ہے۔ ”جنوٹ پر آنگدگی از بوے خوش۔ تخنیط پر آنگدن جنوٹ مردہ را۔ تخط خوشبوے شدن بجنوٹ الخ“ مردے کے ساتھ خوشبویوں کا ذکر اور بھی کئی جگہ ہے مثلاً ۲۔ اخبار الايام ۱۶ ۱۱۶ ۱۱۷ ۱۱۸ ۱۱۹ ۱۲۰ یوحنا ۱۹ +

(۴) لاش کو منظر عام میں رکھنے کا دستور۔ مصریوں میں تو یہ عام دستور تھا کہ مومیا کی ہوئی لاشوں کو ٹھیک زندہ آدمی کی طرح کھڑے رکھتے تھے اور اس مردہ کے عزیز و اقربا معین اوقات پر اس کے دیکھنے کو بھی جاتے تھے۔ ایسے مہرن کی تصویریں رالنسن کے حاشیہ تاریخ ہروڈولش میں نقل ہوئی ہیں۔ کتاب اعمال ۹ سے مردے کی لاش کو بالاخانہ پر کھدینے کی رسم معلوم ہوتی ہے اس کے علاوہ اسرائیلی مقبرے بھی ایسے ہوتے تھے جیسے جیلیاں اور مکانات جن میں کوٹھڑیاں اور دالاں ہوتے تھے حتیٰ کہ ان میں مسافر راہ گئے بھی تھک کر بیٹھ جاتے تھے اور چور بھی وہاں رہا کرتے تھے دیکھو کتاب تاریخ یہود صفحہ ۱۴۷ +

(۵) سلیمان کے آخر زمانہ کی بغاوتیں۔ یہ بات معلوم ہے کہ حضرت سلیمان کے آخر زمانہ سلطنت میں کئی ایک بغاوتیں ہو چلی تھیں چنانچہ ہدہ اور ریزن اور پروبام کے مفسدے

اور بغاوتیں کتب تاریخ میں لکھی ہوئی ہیں اور نیز رعایا سے بھی کسی قدر ناخوش ہو چلی تھی کیونکہ ان بغاوتوں کی وجہ سے تجارت بند ہو چلی تھی اور نیز رعایا پر خراج بھی زیادہ تھا اور خصوصاً قوم اجنتہ کے آدمیوں پر کسی قدر سختی اور ذلت کی تکلیف تھی دیکھو کتاب سلاطین اول گالیبا  
باب درس ۱۲۲ و ۲۳ و ۲۶ - اور پارصواں باب درس ۴ و ۵ و ۱۱ و ۱۳ - اور نواں باب درس ۲۱ و ۲۲ - اور سورہ سبار علی اب مھین) +

(۷) اکثر ارکان سلطنت کو یہ منظور ہوگا کہ اُن کی موت کا عام شہرہ نہ ہو دے تاکہ بغاوتوں کی وجہ اور رعایا کی فی الجملہ ناراضی اور بعض رجال جن کی سخت تکلیف سے ملک میں اور زیادہ سرکشی نہ ہو جاوے اور اسی لئے حضرت سلیمان کی وفات پر کسی قسم کی نوحوہ وزاری و ماتم و سوغداری کا کچھ مذکور نہیں ہے اور نہ اُن کے دفن کے جلوس اور سامان وغیرہ کا کچھ ذکر ہے حالانکہ بنی اسرائیل میں بادشاہوں کی وفات پر بہت کچھ جرع و فزع و ساز و سامان ہوا کرتا تھا اور اجرت پر رونے والے بھی مقرر ہوا کرتے تھے اور کبھی کبھی لاش کے ساتھ باجا ہوا کرتا تھا اور عطیات کی مقدار کثیر صرف ہوتی تھی (یرمیا ۹/۱۸ و ۲ - اخبار الایام ۳۵/۲ - یوب ۳۰/۲ و اعط ۳/۲ و عاموس ۵/۱۴ متی ۹/۲۳ اور اعمال ۹/۹) - اس امر پر بعض ارباب تاریخ بھی متنبہ ہوئے ہیں اور لکھا ہے کہ حضرت سلیمان پر نوحوہ وزاری کم ہوئی چنانچہ جاناں نے عبرانیوں کی سلطنت کی تاریخ میں (مقالہ ۴ فصل ۳۳ میں) لکھا ہے کہ سلیمان ۹۵ قبل عیسوی مر گئے اور باوجود اُن کی عظمت و شان کے اُن کا ماتم محفوظ رہی سا ہوا ص ۹۰ +

(۸) ان سب قرائن حالات کو پیش نظر رکھ کے اس آیت کا مضمون یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سلیمان کی وفات کے بعد اُن کی لاش مومیا کی گئی کیونکہ خود بنی اسرائیل میں بھی ایسا ہوتا تھا اور خصوصاً اس وجہ سے بھی کہ حضرت سلیمان کے ایک بیوی زعنون مصر کی بیٹی تھی اُس نے ضرور اس معاملہ میں سخی بیغ کی ہوگی اور نیز ملک میں سرکشی اور بغاوت پھیل جانے سے ارکان سلطنت بھی اُن کی موت کو چھپانا مصلحت اور مناسب سمجھا ہوگا اور اس نظر سے یہی ترکیب بہت ہی خوب تھی کہ امراء و سلاطین و نیز حکماء و انبیا کے دستور پر اُن کی لاش کو حنوط کر کے ایک جلوۃ کے مکان میں جہاں اکثر لوگ دیکھ سکیں رکھ دیا جاوے اور عصا کے سہارے اُسے کھڑا کر دیا ہوگا۔ اتفاقاً دیکھ یا گھن کے کیڑے نے اس کو کھانا شہرہ و عصارہ کیا اور جب وہ عصارہ بھی پیچھے سے خالی ہوا اُن کی لاش دھڑے سے گر پڑی +

لے زمانہ حال میں سید احمد صاحب کی موت چھپانے کے لئے اُن کے مریدوں نے اسی طرح ان کا چھانچہ بنا کر پہاڑ کی کھد میں بٹھا دیا تھا +

اور جو لوگ اُن کی موت سے واقف نہ تھے اُن کو اس دیک کی وجہ بھی معلوم ہوگی۔  
اور قوم حق کے آدمیوں کو معلوم ہوا اور افسوس ہوا۔ کہ اگر ہم علم غیب جانتے ہوتے تو اس تکلیف میں نہ رہتے +

(۸)۔ بعضی روایتوں سے بھی اس مضمون کی جوہم نے حضرت سلیمان کی لاش کے حنوط یا مومیا کئے جانے کی نسبت لکھا ہے تاہم یہ ثابت ہوتی ہے۔ شیخ الاسلام امین الدین طبری نے تفسیر مجمع البیان میں اسی آیت کے ذیل میں لکھا ہے۔ (روی انہ اطلعه اللہ سبحانہ علی حضور و فاتہ فاغتسل و تحنط و تکفن و اجن فی علمہم)۔ کہ روایت ہے کہ جب سلیمان کی موت آئی تو خدا نے اُن کو خبر کر دی تو وہ نہائے اور حنوط کیا اور کفن پنا اور جن اپنے کام میں تھے +

اور تفسیر مواہب علیہ معروف بہ تفسیر حسینی میں ہے کہ متفق علی اہل سلیمان علیہ السلام در آمد و طلب و دیعت روح کرو۔ سلیمان علیہ السلام کسان خود را وصیت کرد کہ مرگ مرا خاش کنند و مرا بعد از مرگ بر عصائی من کبیر و ہیبت تاجن از کار خود باز نمانند و ہم مسجد با تمام رسد پر حجل سلیمان ہم در گذشت اور اب شستند و بر او نماز گزارند و اورا بر عصائی کبیر دادند دیوان از دور اور از نہ بجے پنداشتند و بہاں کار کر نام نہ و ایشان بود قیام مے نمودند +

(۹) تفسیروں میں یہی قصہ اسی طرز پر ہے مگر اُن کی روایتوں میں افسانہ آمیز تقریر کارنگ ہے اور سچا واقعہ اور جھوٹی کہانی کی باتیں ملی ہوئی ہیں۔ ان کے نفس واقعہ صحیحہ مندرجہ قرآن کا طرزیان بھی قصہ گوئی کی طرف منجربے مگر اس پر جو آؤر حاشے لگائے گئے ہیں وہ خلاف حقیقت ہیں۔ مثلاً:-

اس قصہ کے متعلق ایک غلط بات یہ ہے کہ بیت المقدس بننے سے ایک سال پیشتر حضرت سلیمان نے وفات پائی۔ چنانچہ اکثر تفسیروں میں ایسا ہی لکھا ہے مگر یہ بات تاریخی واقعات کے خلاف ہے کیونکہ بیت المقدس خیمہ بیت سلیمان کی زندگی میں تمام بن چکا تھا۔ اور قرآن مجید میں اس مقام پر نہ بیت المقدس کی تعمیر کا ذکر ہے اور نہ ایک سال کا ذکر ہے +

ہمیشہ مخالفوں نے قرآن پر اس وجہ سے اعتراض کیا ہے۔ اس میں خلاف واقعہ سلیمان کی موت کو طیارسی بیت المقدس سے ایک پیشتر سال بتلایا ہے۔ حالانکہ یہ بالکل جھوٹ ہے اور یہ سب کچھ اعتراضات مفسرین کی لغو روایت کی بدولت ہوئے ہیں +

(۱۰) اب یہ بات کہ وہ جن کو نہ تھے اور اُن کو تکلیف کیا تھی اس کا بیان یہ ہے کہ وہی غیر مجرم جو عدم موانعت کی وجہ سے نبی اسرائیل کے محاورہ میں غیر اور اجنبی کہلائے۔ اور اُن کا



مناسب ترجمہ عربی میں یا اُس کے لائق مراد لفظ قرآن میں جن آیا ہے جو ملک کنعان کے اصلی باشندے تھے اور عبری کتب مقدسہ میں اُن کے مختلف قبیلے فلسطین اور عقیقہ اور یسہ اور زمزم مذکور ہیں اور اُن کے عذاب تہیث کا ذکر صحت سلیمان میں اور اس طرح پر مضمون قرآن کی پوری تصدیق ہوتی ہے +

پہلے سلاطین کے نویں باب میں ہے (۲۰) لیکن وہ سارے گروہ جمہوری اور حتی اور فریزی اور حوی اور یسوسی سے باقی رہے اور اسرائیل نہ تھے (۲۱) ہاں اُن کی اولاد جو بعد میں باقی رہی جنہیں بنی اسرائیل نابود نہ کر سکے سو سلیمان نے اُن پر خدمت کی کرنگائی جو اُن کے دل تک ہے۔ اور کتاب دوم اخبار الایام کے نویں باب (۸۵) میں بھی یہی مضمون ہے اور اصل کتاب عبرانی میں لفظ صحت ہے جس کا ترجمہ کسی قدر غلط ”خرج“ ہوا ہے۔ مگر اس کا صحیح ترجمہ بنی خدمت ہے خواہ وہ بیگار کے طور پر ہو یا ہجرت اور نوکری کے طور پر مگر بیشتر خدمتی کام کے لئے آتا ہے +

اور کتاب ۲۔ اخبار الایام یا تواریخ کے دوسرے باب میں ہے (۱۷) اور اپنے باب داؤد کے کہنے کے موافق سلیمان نے اسرائیل کے دیس میں سارے پردیسیوں کو گنا اور دسے ایک لاکھ تیرہ ہزار چھ سو پچھترے (۱۸) اور اُس نے ان میں ستر ہزار باربر دار اور ستر ہزار پتھر توڑنے والے پہاڑ میں ٹھہرائے اور اُن پر تین ہزار کروائی مقرر کئے۔ کہ لوگوں سے کام لیوں +

پس یہی غیریم اور نیزہ کار و دیگر لوگ جن تھے +

(۱۱) صور اور صیدا کے کاریگر جو لکڑی کے کام میں استاد کار تھے (اسلا ۱) اور پتھر تراشنے والے ماہران فن (اسلا ۲) اور جہازی کام دینے والے ملاحان پر فن (اسلا ۳) حقیقہ (۱) اور غواصان ناو روزگار اور نیزہ پردیسی اور اجنبی یعنی غیر قوم کے آدمی جو بوجہ اٹھانے اور پہاڑ کاٹنے کے کام میں لگائے تھے (۲) تواریخ ۱۱ و ۱۲ (۳) جن کو قرآن میں جن و غیبطان کہا ہے یہ سب لوگ اصل غنئی۔ سخی اور کنعانی تھے۔ اور جو معنی فلسطین کے ہیں وہی معنی غیریم کے ہیں ملک فلسطین کے اصلی باشندے کنعانی تھے۔ انہیں کنعانیوں کے کنعانیوں کو یونانی زبان میں فوی فی کیس کہتے ہیں (دوسری جگہ صاف لکھا ہے۔ کنعان ارض فلسطین) (اصفیاء) یہ قومیں جبکہ بنی اسرائیل اُن پر مسلط ہوئے غیریم یعنی پردیسی اور اجنبی کہلائے اور داؤد اور سلیمان کے زمانہ میں یہ بالکل مطیع اور منقاد ہو گئی تھیں اور اُن سے خدمتی کام لیا جاتا تھا (۲) صموئیل ۱۱۔ ۱۔ تواریخ ۱۱۔ ۱۱۔ اسلا ۱۱۔

۷۔ تواریخ ۱۷ و ۱۸ و ۱۹

(۱۲) سپٹواجنٹ میں جو کہ یونانی زبانی کا ترجمہ توریت ہے و صحف انبیاء میں ملک کنعان کو جن کا ہے یوشع  $\frac{1}{2}$  اور انجیل میں بھی جن آیا ہے (متی  $\frac{1}{2}$  لوق  $\frac{1}{2}$  پ) اس کی وجہ یہ ہے کہ یونانی زبان میں زمین اور ملک کو جی کہتے ہیں یہیں سے فارسی میں گیو گیتی اور گہا جہان بنا ہے اور جی کا مجرور مونث واحد جن ہے پس اس اعتبار سے یہ کنعانی لوگ بھی حق کہلاتے ہونگے زمانہ نزول قرآن میں یہودیوں میں سے اصل تورات کا علم یا عبرانی زبان کم رائج تھی سب یہود ترجمہ سپٹواجنٹ پڑھتے تھے۔ اس وجہ سے ان کنعانیوں کا نام عربی میں جتی آتا ہوگا جس کی جمع جن ہے اور قرآن مجید میں وہی لفظ آیا جو ان کے محاورہ میں تھا۔ یعنی جن اور صور و صیدا ونی بھی کنعانی تھے کیونکہ کنعان کے بڑے بیٹے کا نام صدون تھا۔ اور صور و صیدا دونوں شہر سمندر کے کنارے پر تھے۔ ابوالفدا نے صیدون کو دمشق سے بہل کے فاصلہ پر بتلایا ہے۔ اگلے زمانہ میں یہ دونوں شہر آبادی کی کثرت سے ملے ہوئے تھے اس کے آثار اب تک نمودار ہیں +

(۱۳) لفظ جن قرآن مجید میں متعدد جگہ آیا ہے اور ایسے ہی اس لفظ کے ماصدق علیہ میں بھی تعدد ہے یعنی کئی طور پر مختلف حیثیتوں سے (بالجائے نشی) بنی آدم زندہ اور مردہ پر اسکا اطلاق ہوا ہے جس کی تفصیل اک جدا گانہ آرٹیکل یا رسالہ کے مناسب ہے جو عنقریب شائع ہوگا۔ مگر جنات سلیمانی تو بجز ان لوگوں کے جو بنی اسرائیل میں اغیار یعنی کنعان کے اصلی باشندے اور صور و صیدا کے کاریگر پہلوسی وحشی تھے اور کوئی قوم نہیں ہو سکتی۔ اور خصوصاً وہ ہوائی جنات جو عامہ ناس کے خیالات میں ہیں کہ وہ ہوائی، جاندار ہیں کہ بصری خوب بدلتے ہیں (الجن حیوان ہوائی یتشکل اشکالا کثیفة) وہ تو کسی طرح سلیمانی جن کی مصداق ہو ہی نہیں سکتے اور ہم آگے چلکے مفسرین ہی کے اقرار سے انہیں مفسرین کے اقرار سے جو جنات کے بڑے ہوا خواہ ہیں ثابت کر دیں گے کہ حضرت سلیمان کے جنات وہ عام جنات نہیں تھے بلکہ وہ ایک خاص مخلوق تھے فانتظرو +

(۱۴) سلیمانی جنات کو علم غیب کا دعویٰ ہونا قرآن کے ان الفاظ سے تو نہیں نکلتا اس لئے اس کی تفسیر میں مفسروں نے اختلاف کیا ہے۔ تہیمنت الجن کے یہ معنی قرین قیاس ہیں کہ اوروں کو معلوم ہو گیا کہ اگر جن علم غیب جانتے ہوتے انہیں ایسا ہوگا۔ بنی اسرائیل کو ایسا خیال ہوگا کہ یہ لوگ جو کاریگر اور استاد کار اور صنائع ہیں ان سے حضرت سلیمان کی لاش کے خطوط کئے جانے کی حکمت چھپی رہی اگر یہ علم غیب جانتے ہوتے تو ان کے مرنے

پر سرکش ہو جاتے اور یہ بھی کچھ بعید نہیں کہ صورت و صید کے آدمیوں یا بعضے کنعانی قبیلوں نے (جن کو جن کہا ہے) فن تجسیم یعنی اختر شناسی کا اظہار کیا ہو کیونکہ یہ علم نجوم کلدانیوں کی قوم کا نکالا ہوا ہے اور اسی خالدیہ یعنی ملک شام میں ملک صورت و صید اور فلسطین داخل ہے۔ اور صورت و صید کے آدمیوں کو جازرانی کے لئے بھی اختر شناسی کی بڑی ضرورت تھی اور اُس زمانہ میں کمپاس اور قطب نما کی ایجاد نہیں ہوئی تھی۔ اس لئے ستاروں کی شناخت بہت ضروری تھی۔ اور قوم فونیقیہ بھی نجوم میں ماہر تھی اور صورتی و صید و فی سب فونیقی تھے +

”وحشر لسلیمان جنودہ من الجن والانس والطیر فصد

یونس عون“ (نمل ۱۷۰) +

اس مضمون کے ابتداء میں اس آیت کی تفسیر میں صرف اسی قدر بحث کی گئی تھی کہ حضرت سلیمان کے پاس جن تھے چنانچہ اس کی تصدیق انہیں کی کتاب واعظ کے باب ۸ لیسوق سے جس میں لفظ ۶۶۶۷ (شذہ) اور ۶۶۶۷۲ (شدوت) ہے کی گئی تھی اور اک عام طور سے بیان کیا گیا کہ یہ شذ یا جن کون لوگ تھے۔ مگر اب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت سلیمان کی فوج کی تقسیم ٹھیک ٹھیک ایسی ہی تھی جیسے کہ قرآن مجید میں مذکور ہے۔ ہر اک فوج سلیمانی اک جہاگاہ نام اور خصوصیت سے موسوم تھی +

حضرت داؤد نے جو کہ حضرت سلیمان کے باپ تھے اپنی فوج تین قسم پر تقسیم کی تھی۔ ایک لشکر میں تو فلسطینی قوم کے آدمی تھے اُن میں کوئی شخص بنی اسرائیل میں سے نہ تھا۔ اور چونکہ بنی اسرائیل کا محاورہ تھا کہ اپنی قوم کے آدمیوں میں اور غیر قوم کے آدمیوں میں نہیں و تفریق کرتے تھے اور غیر قوم کے آدمیوں کو اک خلاص نام جس سے نفرت اور حقارت یا اُن کے کفر کا اشعار ہوتا ہو موسوم کرتے تھے جیسے ۶۶۷ (غیر لید) یا ۶۶۷ (رگوئہ) اور برابر اور اُمیئیں وغیرہ۔ یہی قسم فوج کی قرآن مجید میں ”جن“ کے نام سے آئی ہے۔ دوسری قسم خاص بنی اسرائیل کی قوم تھی جو قرآن میں ”انس“ کے نام سے اس مقام میں آئی ہے۔ اور تیسری قسم کی فوج ایک خاص طور کی جماعت تھی جیسی باڈی گارڈ وہ ہمیشہ طیارہ رہتی تھی اور چھوٹی جماعت صرف ۶۰۰ بہادروں کی تھی اور وہ اس کام کے لئے مخصوص تھی جیسی عربی فوجوں کی قسم میں ”طیر“ ہوتی ہے۔ اُن کی تفصیل یہ ہے۔ (۱) فوج جن۔ کریشی اور فلیشی قوم کے آدمی جو اجنبی قوم کے تھے۔ ان کا ذکر کتاب دوم صومیل باب ۱۵ کی ۱۸-۱۹ آیتوں میں ہے اور اسی کتاب کے آٹھویں باب کی

۱۸۔ آیت اور بیسویں باب کی ۷۔ اور ۲۳۔ آیت میں بھی ان کا نام ہے۔ یہ دونوں قبیلے فلسطانیوں کی نسل سے تھے دو چھوٹے بی بیوس کا عبرانی لغت جو کہ ابوالولید بن جنح القرطبی کی کتاب الاصول سے ماخوذ ہے ص ۴۱۷ و ۶۷۷۔ اور ای والد کی عبرانی گرامر۔ ص ۲۹۷۔ اور مارن کی ۳ ج ص ۲۰۲) \*

دوسری قسم فوج اسرائیل کے نام سے تھی اس میں سب بنی اسرائیل اور اہل کتاب تھے اُن کو لفظ انس سے تعبیر کیا ہے۔ ان کی تفصیل کتاب اخبار الایام باب ۲۷ میں (۱-۱۵) اور ۲ صموئیل باب ۸ کی ۱۶۔ اور باب ۲۰ کی ۴۳۔ آیت میں مذکور ہے \*

بنی اسرائیل ہمیشہ اپنی قوم اسرائیل کو غیر قوم کے آدمیوں سے اپنے محاورات میں ممتاز کرتے تھے وہ ہمیشہ اپنے آپ کو ۵ (دجصل میں) ۵۷۶۶۶۶ (خدا کی قوم) اور ۵۷۶۶۶۶ (مقدس قوم) اور ۵۷۶۶۶۶ (قوم محفوظ) ہے (خروج ۱۵ باب ۳ استثنایا باب ۳۲ و ۳۶ و باب ۷ و باب ۴-۲ وغیرہ) کہتے تھے۔ اور اپنے ماسوا کو ۵۷۶۶۶۶ جس سے مراد عام لوگ اور مخالف تھے (زبور دوسرا باب ۸۰ نواں باب ۶ و ۷ و ۲۰ و ۲۱ و سوال باب ۱۶۔ اٹھواں باب ۶ و ۹۔ اناسی باب ۶ و ۱۰۔ ایک سو چھٹا باب ۴۷) کہا کرتے تھے۔ انہیں محاوروں کی رعایت اور مناسبت سے فوج اسرائیل اور فوج اقوام فلسطینی کو انس اور جن کی فوج سے اس آیت میں بیان کیا ہے \*

بنی آدم کی ایسی تقسیم ہر ایک قوم اور اُمہ میں کسی کی رعایت اور لحاظ سے شلاندہی تفریق سے یا زبان کی تمیز سے یا رنگ کی تفریق سے یا ملک اور ولایت کی مہانت سے یا ایل جول اور وحشت اور مخالفت کی نظر سے یا دوستی اور دشمنی کی راہ سے کر لیتے تھے۔ یونانی اور رومی اپنے ماسوا اور سب قوموں کو بربری یعنی جنگلی کہتے تھے اور عرب اپنے ماسوا سب کو عجم کہتے تھے۔ پھر خاص عرب میں دو تفریقیں تھیں۔ اہل الحضرا اور اہل البدو بنی آدم کی دو تفریقیں کر رکھی تھیں۔ احمر اور اسود ہند میں قدیم آریا لوگ اپنے ماسوا آدمیوں کو دسو کہتے تھے \*

تیسری قسم فوج کی طبعی جو داؤد کے بہادروں کے نام سے موسوم تھی ۵۷۶۶ ۵۷۶۶ (کتاب اول سلاطین باب اول پسوق ۸) اُن کی تفصیل کتاب دوم صموئیل کے باب میں (۸-۱۳۹) اور کتاب اول اخبار الایام کے گیا رصویں باب میں (۱۱-۴۷) \*

یہ لوگ تعداد میں ۶۰۰ تھے اور پھر اُن میں دو دوسو کی ٹکڑیاں تھیں اور پھر اُن میں بیس بیس کی تفریقیں اور تقسیمیں \*

فوج کی یہی تقسیمیں جو حضرت داؤد کے وقت میں تھیں حضرت سلیمان کے وقت میں بھی قائم اور موجود ہیں اور اس آیت میں بھی یہی مراد ہیں \*

## حضرت عیسیٰ مسیح ابن مریم رسول اللہ

اور

### صلیب

وقولہم انا قلنا للمسیح عیسیٰ بن مریم رسول اللہ وما  
قتلوا وما صلیبوا ولكن شبهہ لهم واول الذین اختلفوا  
فیہ لفی شکی منه فالہم بہ من علم الا اتباع الظن وما  
قتلوا لا یقیناً۔ بل سرفعه اللہ الیہ۔ (نساء ۶۴ آیت ۱۵۶) \*

ترجمہ - اور یہود کے اس کہنے پر کہ ہم نے مسیح عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ کو قتل کیا حالانکہ  
انہ اس کو قتل کیا ہے اور نہ صلیب دیکھا رہا ہے لیکن ان کے آگے صورت بن گئی اور جو لوگ اس  
میں کئی باتیں نکالتے ہیں وہ اس جگہ شک میں پڑتے ہیں اُن کو اس پر یقین نہیں مگر اُنکل پر  
چلتے ہیں اور اُس کو مارا نہیں یقیناً بلکہ اس کو خدا نے اپنی طرف اٹھالیا \*

(۲) حضرت عیسیٰ نہ تو تلوار سے یا پتھروں سے مار ڈالے گئے اور نہ صلیب پر مارے  
گئے لیکن اُن کے قتل کرنے والوں کو دھوکا ہو گیا یا اُن سے اصل بات پوشیدہ ہو گئی یا اُن کو  
حضرت عیسیٰ کی موت کا تشابہ ہو گیا حالانکہ وہ یقیناً نہیں مرے تھے البتہ وہ تین گھنٹہ تک صلیب پر  
اذیت سے لٹکتے رہے اور پھر اُتار لئے گئے۔ صلیب پر مصلوب ہونے سے جلد کئی شخصیں نہیں  
مر جاتا۔ بلکہ کئی روز تک لٹکنے سے دھوپ کی پیش اور بھوک کی شدت اور زخموں کی تکلیف  
سے البتہ مر جاتا ہے یہ معاملہ حضرت عیسیٰ کے ساتھ نہیں ہوا۔ اور جب وہ اُتار کے ایک قبر  
میں رکھے گئے تو اُن کو کہ وہ ابھی زندہ گرغشی میں تھے بعض مخلص مومنین شب کو مقبرہ سے  
نکال کے گھر میں کہیں پوشیدہ لے گئے اور پھر حضرت عیسیٰ بعضے حواریوں کو زندہ نظر آئے  
مگر بیڑی عداوت اور رویہ مسلک اندیشہ سے کہیں فریات میں اپنے قزاقوں کے ساتھ رہتے تھے پھر  
خدا نے اُن کو اٹھالیا یعنی اپنی موت طبعی سے اُٹھے اور خدا کے پاس چلے گئے اور اُسکے واسطے ہاتھ جگر پائی  
یہ دونوں باتیں مجازاً اور فضیلتاً کہی جاتی ہیں۔ جو لوگ سمجھتے تھے۔ کہ ہم نے اُن کو مار ڈالا مگر اُن جمید اُن کو  
جھٹلاتا ہے اور جو لوگ سمجھتے تھے کہ اُنکی صوت کا ایک سر آدمی پونگیا اُن کو بھی قرآن مجید جھٹلاتا ہے اور

کہتا ہے کہ اُن کو علم قطعی نہیں ہے۔ انکل پر چلتے ہیں اور پھر اصلی حقیقت بتلاتا ہے۔ کہ اصل بات ایسی چھپ گئی یا پوشیدہ کی گئی \*

(۳) اب ہم انہیں مقدمات کو مفصل اور مدلل بیان کرتے ہیں \*

یہودیوں کی بے ایمانی اور سخت منکاری اور شدید ریاکاری سے حضرت عیسیٰ ابن مریمؑ پر اضلال کا اہتمام لگایا گیا۔ اور کفر کا فتویٰ دیا گیا ٹھیک ٹھیک جیسا کہ اس زمانہ میں یہود کا لامتناہی کر رہے ہیں۔ وہ حضرت عیسیٰؑ کو مصل کتے تھے (متی ۲۷/۱۰ یوحنا ۸/۹) \*

(د) ایسے شخص کی سزا یہود کی شریعت میں سنگساری سے قتل کرنے کی تھی لکن کتاب

انبار ۲۷/۱۰ و بعد کتاب استثنائاً ۱۳/۱ و بعد \*

(۴) مگر حضرت عیسیٰؑ پر کچھ صرف مذہبی جرم ہی قائم نہیں ہوا تھا بلکہ بے ایمان یہودیوں نے اُن پر بغاوت کا جرم بھی ضمیمہ کر دیا تھا تاکہ حکام وقت کو اُن کی سزا پر توجہ ہو۔ یہی وجہ تھی کہ پلاطون نے حکم دیا ورنہ وہ یہود کے مذہبی الزامات کی کچھ پرواہ نہ کرتا اور اسی لئے وہ سنگسار نہیں کئے گئے جو کہ یہود کی شرعی سزا تھی بلکہ صلیب پر چڑھا کے مار ڈالنے کی تجویز ہوئی کیونکہ یہ رومیوں کی سزا تھی \*

(۵) یہود کے کاہنوں نے جو موت کا فتویٰ دیا تھا وہ بغیر رومی گورنر کی منظوری کے

ناقد نہیں ہو سکتا تھا اس لئے ضرور ہوا کہ پلاطس کے دربار میں حضرت عیسیٰؑ کو لیجاویں۔ اس حاکم نے تحقیقات کے بعد حکم دیا۔ لکن میں اس شخص پر کوئی جرم نہیں پاتا مگر یہود نے پھر غل چھوایا یہود وہاں حاضر نہ تھے یوحنا ۱۸/۱۶) اور اخیر کو اس حاکم کے دل میں یہ بات آئی کہ حضرت عیسیٰؑ مجرم سہی مگر عید فصیح کے روز ایک مجرم چھوڑ دیا جاتا ہے اس لئے اس نے یہود سے کہا کہ تمہاری عادت کے موافق میں اُن کو چھوڑ دیتا ہوں۔ تب پھر یہودی چلائے اور سب حاضرین سے کہلوایا کہ یسوع باربان چھوڑ دیا جاوے اتفاق سے اس مجرم کا بھی نام یسوع تھا اور باربان لقب تھا اور بچھورینان کی تاریخ مسیح باب ۲۴ ص ۲۷-۲۸ (۶) \*

(۷) بالآخر حضرت عیسیٰؑ کو مقام جلجہ میں لاکر صلیب سے باندھا۔ صلیب دو لکڑیوں سے جو باہم منقطع ہوں بنی ہوتی ہے۔ اور مصلوب کے دونوں ہاتھوں میں نیچیں ٹھوک دیتے

۱۔ حضرت عیسیٰؑ کو صلیب پر پاس کی شدت میں سرکہ ایک سفنج کے ذریعہ پلایا گیا تھا رومی ۱۵/۲۷ مرق ۱۵/۲۷  
۲۔ یوحنا ۱۹/۱۰ رومی سپاہیوں کے پاس ہر موقع میں یہ شربت سرکہ کا گلاسافہ رہتا تھا دیکھو تصنیفات اسپارٹیانوس اور دو لکاطرس غلبکانوس اور یہ رومی سپکانہایت صحت بخش اور مفید ہوتا تھا چنانچہ ڈاکٹر گزہام نے رسالہ حیات کے بیان میں اسکی تصدیق کی ہے۔ اس شربت حضرت عیسیٰؑ کو بہت کچھ ٹھیک ہی ہو گئی ہوگی۔ واللہ اعلم الخاف خفیہ \*

تھے اور پیروں میں بھی میخیں ٹھوکتے تھے یا کبھی کبھی ماتھ اور پیرستی سے باز نہ دیتے تھے  
 مارن کی کتاب جلد ۳ ص ۱۵۷ اور جو لکڑی عمودی شکل کی ہوتی تھی اس کے بیچ میں ایک  
 لکڑی لگی رہتی تھی جو مصلوب کے بیٹھنے کی جگہ بن جاتی تھی ورنہ بغیر اس کے مصلوب کا دھڑنچے  
 کو لٹک آتا اور میخوں سے ماتھ نکل جاتے یہ بات شیخ آرمینوس جو پہلی صدی میں تھا اور  
 جسٹن جو دوسری صدی میں تھا ان کے کلام سے معلوم ہوتی ہے ارنسطرینان باب ۲۵  
 ص ۱۸۷ حضرت عیسیٰ کو بھی یہ سب اذیتیں اٹھانی پڑیں مگر یہ بات صاف معلوم نہیں ہوتی  
 کہ ان کے پرچھیدے گئے تھے یا باز نہ گئے تھے کیونکہ بعد واقعہ صلیب جب حضرت عیسیٰ  
 بعض عیسائیوں سے ملے تو لوک کی روایت میں ہے کہ انہوں نے اپنے ماتھ اور پاؤں نشان  
 کے لئے دکھلائے (لوک ۲۰/۲۱) مگر یوحنا کی روایت میں ہے کہ اپنے ماتھ دکھلائے۔ لکھنے  
 بچشم خود نہ دیکھا ہوگا اور یوحنا نے شاید دیکھا ہو +

(۷) مصلوب کے لئے جہاں اور تختیاں تھیں ہاں ایک بڑی مصیبت یہ بھی تھی کہ وہ ہمارے  
 زمانہ کی پچھانسی کی طرح فوراً یا جلد نہیں مرجاتا تھا بلکہ تین چار دن تک اس پر لٹکنے یا بندھے رہنے  
 میں بھوک کی شدت پیاس کی سختی زخموں کی تکلیف اور دھوپ کی تپش سے مڑتا تھا اور جو کوئی  
 قوی مزاج کا آدمی ہوتا تھا وہ صرف ناقوں کا مارا مڑتا تھا۔ یہ بات کہ صلیب پر تین یا چار دن  
 تک موت نہیں آتی تھی بطور وینوس طیطوس کی شہادت کے کتاب سطیری کان ۱۱۱ وغیرہ جو  
 پہلی صدی عیسوی میں نفیر دمشہنشاہ روم کا دوست تھا اور شیخ ازیجوس کی شہادت سے  
 (تفسیر انجیل متی مطبوعہ کوسیکا رطن ص ۶۳ وغیرہ) جو تیسری صدی عیسوی میں شہید عیسوی کا مستند  
 اور معتمد بزرگ گذرا ہے ثابت ہے (دیکھو ارنسطرینان کا تذکرہ مسیح ص ۲۹۰) اور قوی مزاج آدمی کا  
 صرف بھوک کے صدموں سے مرنا یوسی میں بمفلی (جو قیصر یہ میں اسقف اور تیسری اور چوتھی صدی  
 میں تھا) کی تاریخ کلیسا سے ثابت ہے (ایضاً ص ۲۹۱) +

اس لئے جب پلاطس سے یوسف نے حضرت عیسیٰ کے دفن کی اجازت مانگی تو وہ بہت  
 متعجب ہوا کہ ایسی جلدی مر گئے (مرقس ۱۵/۴۲) ڈاکڑ ای کلارک نے تفسیر انجیل متی ۲۷/۴۲ میں لکھا ہے کہ  
 ایسی کئی ایکشائیں ہیں کہ شخص مصلوب ایسی شدت کے عذاب میں کئی دن تک زندہ رہا ہے (دیکھو  
 مارن کی تفسیر جلد ۳ صفحہ ۱۵۷ ص ۱۵۸) +

(۸) حضرت عیسیٰ کے شاگرد تو سب بھاگ گئے تھے اور صلیب کے وقت کوئی حاضر  
 ماجرا نہ تھا ہاں دور کھڑی ہوئی کچھ عورتیں اور جو لوگ حضرت عیسیٰ کو جانتے تھے دیکھ رہے تھے۔  
 (متی ۲۷/۴۲) مرقس ۱۵/۴۲ و ۱۶/۱۴ لوق ۲۳/۴۲) مگر یوحنا کی انجیل میں ہے کہ وہ صلیب





جاری ہوا یہ بات صرف یوحنا کی انجیل میں ہے جو حضرت عیسیٰ کے بعید ہوں یا قریب ہونگے مگر خون کا نکلنا بے شک اُن کی زندگی کی دلیل ہے کیونکہ مردے کے جسم سے زخم یا شتر فیہ پر نہ خون نکلتا ہے نہ پانی۔ پس اس وقت حضرت عیسیٰ زندہ تھے اور اسی وقت اُتار لئے گئے سب کام نہایت عجلت میں ہوا۔ یوسف جو ایک ذی عزت مالدار اور کونسل مستدریم کا میر تھا اُس نے لاش مانگ لی جو اُس کے حوالہ کر دی گئی۔ اس نے اور ایک اور مرد مومن نے دفن کا سامان کیا اور سب لوگ چلے گئے۔

برچھی سے چھیدنے کا مضمون (یوحنا ۱۹: ۳۷) گو ہمارے خلاف نہیں مگر ہم کو اس پر بہت شبہ اور انجیل نویس متی مرق لوق اس بات کا بیان نہیں کرتے حالانکہ ایک عظیم اور ضروری تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بعد میں عیسائیوں نے صرف بعض پیشگوئیوں کو (زبور ۳۳: ۱۲) جانے کے لئے یہ بات اپنی طرف سے بنا کر روایت میں شامل کر دی ہے۔

جبکہ باوجود اجازت اور حکم کے بھی اُن کی ٹانگیں نہیں توڑی گئیں تو یہ خلاف قیاس ہے کہ کسی ایک سپاہی نے ایسی جرات کی ہو کہ برچھی سے اُن کو چھید دیا ہو۔ عیسائیوں نے یہ بات کہی ہے کہ وہ برچھی حوالی قلب میں جا لگی اور وہاں سے تیتق سفید رنگ کا مادہ نکلا مگر حوالی قلب کے زخمی ہونے پر اس کا مادہ اندر ہی کی طرف کو نکلتا اور سفلی کی جانب بہ جاتا کہ فوارہ کی طرح باہر کو سیدھے سامنے کو پھپکاری کی مانند جوش مانتا نکلتا اور تعجب کہ بننے میں پانی اور خون الگ الگ رہے۔

(۱۱) رومیوں کے دستور کے موافق ضرورتاً کہ مصلوب کی لاش پر صلیب نکلتی رہے اور چڑیوں کا شکار ہو جائے۔ یہی دستور اہل مصر کا بھی تھا دیکھو قرآن سورہ یوسف واما الاخر فی صلب فتاکل الطیر من سلسلہ (۱۳ ج ۵) رومیوں کے اس دستور کی سند پتولس لاطینی شاعر کے خطوط (جو حضرت عیسیٰ سے قبل پہلی صدی میں تھا) جو دینیل (پہلی صدی ع) کو کن رومی شاعر پہلی صدی (۶) پلاطوس شاعر (دو صدی قبل ع) پلینی (پہلی صدی) پلو طارس فیلوف (پہلی اور دوسری صدی) پطرونیس (پہلی صدی) کے کلام سے ثابت ہے برخلاف اسکے حضرت عیسیٰ اسی روز صلیب پر صرف دھائی تین گھنٹے رہنے پر یوسف کے حوالہ کر دیئے گئے۔

(۱۲) دفن کرنے والوں نے بھی بڑی عجلت کی اور کمال طور سے اُنہیں دفن نہیں کیا انہوں نے ایک محل میں حضرت عیسیٰ کو رکھکے دروازوں پر ایک چٹان یا پتھر کی سل کھدی تھی تاکہ پر سول کو عطیات لاکر قبریں کھینکے اور کل سبت کو تو کچھ ہو نہیں سکیگا۔ اور وہ عورتیں بھی جو صلیب کے وقت در کھڑی دیکھتی تھیں اُس وقت پاس سے حضرت عیسیٰ کی

لاش کا موقع خوب دیکھ گئیں (لوقا ۳: ۵) اور اب سب لوگ چلے گئے نہ وہ دشمن خونخوار یہودی ہے اور نہ وہ رومیوں کا گاردر یا کیونکہ یہ تو ہفتہ کے دن یہود کو سوچھی کہ مبادا اُن کی لاش کو اُن کے شاگرد چپا لیا دیں تب اُنہوں نے پلاطس سے ایک گارو مانگا کہ وہ پردہ بٹھا دے اُس نے کہا کہ تمہارے پاس سپاہی ہیں اُن کو بھیج دو۔ اب دوسرے روز وہ احمق پردہ بٹھانے گئے (متی ۲۷: ۲۶) +  
 (۱۳) اتوار کو صبح کے وقت یہی عورتیں قبر پر آئیں اور پتھر کو ہٹا ہوا دیکھا اور حضرت عیسیٰ کو وہاں نہ پایا اور اُس وقت ایک یا دو شخص جو حاکم کے فرستائے یعنی فوج کے پیادے تھے رانجیل کے ترجموں میں اُن کو فرشتہ بنادیا ہے) اُنہوں نے کہا کہ تم زن سے کو مردوں میں ڈھونڈتے ہو اب یہاں پر بہت سی مختلف روایتیں ہیں جو متی باب ۲۸ مرکس باب ۱۶ لوقا باب ۲۴ یوحنا باب ۲۰ میں لکھی ہوئی ہیں۔ ان عورتوں نے پطرس اور یوحنا اور حواریوں کو خبر کی اور مشہور ہو گیا کہ وہ جی اُٹھے +

(۱۴) واقعہ صلیب کے بعد تین دفعہ حضرت عیسیٰ زندہ مگر مروج اپنے حواریوں کو نظر آئے جن کی تفصیل یوحنا کی انجیل کے عیسویں اور اکیسویں باب میں ہے مگر مجسینی کو حضرت عیسیٰ کا نظر آنا غلط ہے اس عورت کے قول کا کچھ اعتبار نہیں وہ شدت سے ضعیف العقل تھی اس کو سات جن لپٹے ہوئے تھے (لوقا ۲۴: ۱) یونانی زبان میں اس محاورہ سے مراد یہ ہے کہ مجنون تھی اور خود اُس کو شبہ تھا بلکہ اُس نے اس شخص کو باغ کا چوکیدار سمجھا اور درحقیقت ایسا ہی تھا مگر اس کے ذہن میں اور خیال میں حضرت عیسیٰ بے ہوش تھے اُس نے بعد میں یقین کر لیا کہ وہ حضرت عیسیٰ ہی تھے +  
 (۱۵) اسی زمانہ میں حضرت عیسیٰ کی موت کی نسبت بہت سے شبہ پیدا ہو گئے تھے۔ پلاطس نے جب اس سے دفن کی اجازت لی گئی تو تعجب کیا اور اپنے صوبہ دار سے جو صلیب کے

اہتمام میں تھا پوچھا کہ کیا وہ مر گئے (مرق ۱۶: ۶) +  
 اور بعد میں عیسائیوں کو خود یہ بات کھٹکتی تھی کہ ایسی جلدی مرجانا بالکل خلاف عادت تھا صلیب پر آدمی چار چار روز تک نہیں مرتے اس لئے اُنہوں نے حضرت عیسیٰ کے جلدی مرجانے کو بھی ایک معجزہ قرار دیا اور جی اُٹھنے کو بھی ایک معجزہ قرار دیا !!!۔ اُوریمبوس نے (جو تیسری صدی عیسوی کے مشائخ میں تھے) تفسیر انجیل متی میں ایسی دفعی موت کو ایک معجزہ قرار دیا ہے۔ کئی شائس اس قسم کی معلوم ہوئی ہیں کہ اشخاص مصلوب کو موقع سے اُتار کے مجرب دواؤں سے معالچہ کیا اور وہ زندہ رہے +

چنانچہ ہیرودیس رومی اپنی تاریخ کی کتاب، باب ۱۹ میں لکھتا ہے کہ سندوکسین ج کہ صوبہ ایولیس کے شہر سمیری میں حاکم تھا جبکہ وہ بادشاہی قاضیوں میں سے ایک قاضی تھا تو اُس کو

دارا بادشاہ نے رشوت ستانی کے جرم میں مصلوب کر دیا تھا مگر درانچا لیکہ وہ صلیب پر لٹکا ہوا تھا دارا کو خیال آیا سند و کیس کی عمدہ خدمتیں بر نسبت اس امر کے جرم کے زیادہ ہیں اور کہا کہ بیٹے جلدی میں حکم دیدیا اور اسی وقت حکم دیا کہ اس کو صلیب پر سے اتار کے رٹا کہ دو پس منڈکیں اس طرح دارا کے ہاتھ سے موت سے بچ رہا۔ اور یوسف بن یہودی موثر نے جو پہلی صدی عری میں تھا اپنی سوانح عمری کی دفعہ ۷ میں لکھا ہے کہ مجھے بادشاہ طیطوس قیصر نے ہزار سوار لے کر قریالیوس کے ساتھ موضع ثقوا کے دیکھنے کو بھیجا کہ وہ جگہ فوج کے قیام کے لئے مناسب یا نہیں جب میں وہاں سے پلٹ کے آیا تو دیکھا کہ بہت سے قیدی مصلوب ہو گئے ہیں ان میں سے تین آدمی میرے پہلے ملاقاتی نکلے اس بات سے میں بہت رنجیدہ ہوا اور ابدیدہ ہو کر بادشاہ کے پاس جا کے عرض معروض کی بادشاہ نے فوراً حکم دیا کہ وہ مصلوب اتار لئے جاویں اور ان کا معالجہ کیا جاوے تاکہ وہ جی بچیں۔ ان میں سے دو آدمی طیبوں کے زیر معالجہ مر گئے مگر تیسرا شخص بچ رہا۔

بٹے سے بڑا قرینہ ان کی یقینی موت کا یہی ہو سکتا ہے کہ یہ جو شدت دشمن تھے اور یہ سب کچھ انہوں نے کیا وہ کیونکر بغیر قطعی اور یقینی قتل کئے باز آئے ہونگے یا انہوں نے کوئی دقیقہ اٹھا رکھا ہو گا مگر معلوم ہے کہ یہود کو اُس دن بہت تردد و ہتھکڑا وہ دن اُنکے یہاں روز عید فصیح تھا اور اُس کے تھوڑی دیر بعد بہت شرمع ہونے کو تھا اور ان کو خود اُس دن کسی فعل کے بہاثر ہونے کی مانعت تھی وہ تو شاید صلیب گاہ پر بھی حاضر تھے کیونکہ وہ اس ہی مانعت کے عید فصیح کے دن کوئی کام نہ کرنا چاہئے کتاب خروج ۱۲ لیویان ۲ و ۲) وہ لوگ پاپس کے ایوان عدالت میں بھی داخل نہیں ہوئے تھے اور عید کے باعث سے قربانیوں اور فطیری روٹیوں کی فکر میں تھے۔

پس وہ تو ان شغلوں اور مذہبی اندیشوں اور شرعیاتوں کی وجہ سے کچھ اہتمام کر سکے۔  
(۱۶) کئی ایک قدیم فرقے عیسائی مذہب کے اس بات کے معتقد تھے کہ حضرت عیسیٰ قتل نہیں ہوئے باسالیڈیان اور سران تھیان اور کورپو کری تیان وغیرہ عیسائی قدیم فرقے کہتے تھے کہ حضرت عیسیٰ کی جگہ شمعون قرنی صلیب یا گیا اور فطیس نے (بطریق قسطنطنیہ نویں صدی) لکھا ہے کہ کتاب سیاہ الحواس یابین جس میں بطرس یوحنا انڈریو طامس اور پولوس کے حالات لکھے ہیں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ مصلوب نہیں ہوئے بلکہ ان کی جگہ کوئی اور مصلوب ہوا۔ اور برنباس کی انجیل میں لکھا ہے کہ یہود آخر روٹی ان کی جگہ مصلوب ہوا اور یہود کو یہ دعویٰ تھا کہ ہم نے یقیناً سنگسار کر کے مصلوب کر دیا۔ مگر ان سب کے خیالات درست نہیں تھے اور قرآن نے ان کی تکذیب کی ہر چنانچہ فرمایا ہے ان الذین اختلفوا فیہ لفسدت منہم مالک بد من علی لا اتباع الظن۔

(۱۷) پس جبکہ ایک طرف حضرت عیسیٰ کی موت ثابت نہیں ہوئی اور دوسری طرف اُن کی لاش کا قبر سے بہت جلد غائب ہونا ثابت ہے، تو اسے کوئی اور احتمال نہیں ہو سکتا گریہی کہ وہ قبر میں نہ دیکھے گئے اور زندہ چلے گئے۔ ظن غالب ہے کہ اسی یوسف اور نقید موس نے اسباب میں کوشش کی ہوگی۔ کیونکہ ان لوگوں کو یہ بات خوب ظاہر تھی کہ حضرت عیسیٰ پر موت طاری نہیں ہوئی کیونکہ ایسی موت بالکل خلاف عادت تھی انہوں نے اپنی رسم کے موافق حضرت عیسیٰ کو نہلا یا بھیڑ تھا حالانکہ رومیوں یہودیوں اور مصریوں میں مرے کو نہلانے کی عام رسم تھی اور وہ جانتے تھے کہ وہ فوت نہیں ہوئے اور یہ کہ اُن کو نکال لانے میں ایک معصوم نبی اور اولوالعزم رسول کی جان بچانی ہے اور وہ دونوں اس میں کامیاب ہوئے۔ وَعَلَى اللَّهِ أَجْرُهُمْ \*

(۱۸) قرآن میں حضرت عیسیٰ کے مصلوب ہونیکے باب میں جو مضمون ہیں اس کو ہمیشہ عیسائیوں نے سمجھا کہ وہ انہیں فرقوں سے لیا گیا ہے جو کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کی جگہ کوئی دوسرا آدمی مصلوب ہوا اور وہ الزام لگاتے ہیں کہ قرآن حقائق واقعی یعنی تاریخی واقعات کے خلاف ہے مگر یہ اعتراض بیجا ہے۔ قرآن خود بتاتا ہے کہ لوگ اس باب میں مختلف ہیں بخوبی کتنا ہے کہ حضرت عیسیٰ یقیناً صلیب پر مرے اور کوئی کتنا ہے کہ اُن کی جگہ دوسرا آدمی مارا گیا کچھ کوئی کتنا ہے کہ وہ شخص یوسف تھا اور کوئی کتنا ہے کہ یہود اٹھا ان سب کی نسبت قرآن کتنا ہے۔ ان الذین اختلفوا فیہ بالہم بہ من علما لا اتباع الظن \*

پس قرآن نے تاریخی واقعات کو بھی ثابت رکھا اور سچی حقیقت بھی بیان کر دی \*

(۱۹) اب ہم ان مقدمات کے بعد قرآن کی اس آیت کی تفسیر لکھتے ہیں :-

وَقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَىٰ بْنِ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ وَمَا صَلَبُوْهُ \*

وہ طرح سے آدمیوں کو مار ڈالنے کا دستور تھا ایک صلیب پر لٹکا ہونے دینے سے یہ سزا سنگین جرائم کے قریبوں اور غلاموں کو دی جاتی تھی جو تین چار روز صلیب پر لٹکے ہوئے بھوک پیاس کی شدت اور زخموں کے درد اور دھوپ کی تابش اور دوران خون کی سوز فراہمی سے مرتے تھے اور دوسری قسم قتل جان سے مار ڈالنے کی تھی اور وہ وہ طرح سے تھی (۱) سنگسار کرنا اور (۲) تلوار سے قتل کرنا۔ اسے قرآن مجید میں دونوں قسموں کی موتیں انکار ہوئے ہیں کہ نہ تو حضرت عیسیٰ کو پتھر مار کر کے یا تلوار سے مارا اور نہ صلیب پر چڑھا کے مارا۔ یہ بات یاد رہنی چاہیے کہ یہود کا ایسا بیان ہے کہ پہلے حضرت عیسیٰ سنگسار کئے گئے چنانچہ یہود کی کتاب مشنا اور تلمود پر مشتمل اور تلمود بابل متہدیم کے بیان میں ایسا ہی لکھا ہے (دیکھو انبساط رنیاں کا تذکرہ صبح باب ۲۵ ص ۲۸۴) اور عیسائیوں کا بیان ہے کہ وہ صلیب پر مارے گئے اس لئے قرآن میں ان دونوں باتوں پر اشارہ ہے۔ مَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ یعنی نہ قتل نہ پتھر سنگساری ہوئی اور نہ

قتل بذریعہ صلیب ہوا نہ یہ کہ وہ مطلق صلیب پر چڑھائے ہی نہیں گئے۔ کیونکہ مطلق صلیب کی نفی کچھ مفید نہیں ہے کیونکہ صلیب پر ہاتھوں میں میخ ٹھوکے اور پیر باندھ دینا اور پھر تین گھنٹے بعد اُتار لینا مار ڈالنے کو کافی نہیں ہے بلکہ تصلیب کی نفی سے صلیبی موت کی نفی مراد ہے \*

(۲۰) ولکن شبہ لہم۔ مگر صورت بنادی گئی اُن کے لئے یعنی موت کی صورت بنا دی گئی اس طور کہ حضرت عیسیٰ اُن لوگوں کو جو صلیب کا اہتمام کر رہے تھے مردہ نظر آئے کیونکہ وہ تمام شب کے جاگنے اور خدمات کی برداشت اور میخوں کی ادیت سے غشی یا بیہوشی میں آگئے تھے اس سے اُنہوں نے سمجھا کہ یہ مر گئے مگر چونکہ اس وقت موسم اچھا تھا یعنی ابر چھا رہا تھا۔ (متی ۲۶/۲ مرق ۱۶/۱ لوق ۲۳/۴) دھوپ کی تکلیف نہ تھی اور پھر وہ جلد ہی اُتار لئے گئے تھے اس وجہ سے زیادہ صدمہ نہیں پہنچا \*

(۲۱) خشوید اور عام مفسرین نے اس جملہ کی تفسیر میں یہ معنی لگائے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کی صورت ایک اور شخص پر القا کی گئی یہ محض ایک سفسطہ ہے ورنہ ہم اپنے فحاشیوں یا خرافوں کو ایسا ہی سمجھ سکتے ہیں کہ جب ہم اُن میں ایک شخص مخصوص کو دیکھیں اور وہ دراصل وہ نہ ہو بلکہ کسی اور کی صورت اُس پر القا ہوئی ہو۔ اور اس سے تو معاملات پر سے اعتبار جاتا رہتا ہے اور نکاح و طلاق و ملک پر وثوق نہیں رہتا۔ اگر ہم شبہ کو مسیح کی طرف مندر کرتے ہیں جیسا کہ عام مفسرین کرتے ہیں تو یہ غلط ہے کیونکہ وہ مشبہ یہ ہیں نہ کہ مشبہ اور اگر اس خیالی اور غیر واقعی شخص کی طرف جو مقتول ہوا بتلاتے ہیں مندر کرتے ہیں تو اس کا کچھ ذکر قرآن میں نہیں ہے \*

(۲۲) وان الذین اختلفوا فیہ لفی شقاق منہم کالم بد من علما الا اتباع الظن \*

اور جو لوگ اس میں یعنی اُن کی صلیبی موت کی نسبت کئی باتیں نکالتے ہیں وہ اس جگہ شبہ میں پڑتے ہیں اور کچھ نہیں اُن کو اُس کی خبر مگر اُنکل پر چلنا \*

ہم نے صفحہ ۱۴ میں بیان کیا ہے کہ یہ اختلاف کیا تھا۔ یعنی ایک تو یہود کا قول کہ ہم نے قتل کیا دوسرے عام عیسائیوں کا عقیدہ کہ وہ قتل ہوئے تیسرے فرقہ باسالیہ یان اور سرن تہیان کا قول کہ اُن کی جگہ یوسف شمعون قتل ہوئے چوتھے فرقہ کا قول کہ اُن کی جگہ یہود اسخریوطی قتل ہوا ان سب کو قرآن نے فرمایا ہے کہ اُنکل پر چلتے ہیں اس میں سے کسی بات کا اُن کو قطعی علم نہیں ہے چنانچہ حضرت مسیح کا صلیب پر نہ مرنے تو ہم نے مقدمات ۷، ۸، ۹ میں ثابت کیا ہے اور کسی اور کا اُن کی جگہ مصلوب ہو جانا ایک بے ثبوت بات ہے اور قرآن اسکے خلاف ہیں۔ کیونکہ شمعون قرین بنی بعد میں عرصہ تک زندہ رہا اور عیسائیوں کی جماعت میں شامل اور شریک رہا۔ اور یہود اسخریوطی کا حال بھی معلوم ہے کہ وہ بعد میں مر گیا \*

(۲۳) وما قتلوا لا یقیناً۔ اور اس کو اچھی طرح سے قتل نہیں کیا یعنی جیسا قتل کرنے کا حق تھا ویسا قتل نہیں کیا یا یقیناً قتل نہیں کیا اور کیونکہ وہ یقیناً قتل ہو سکتے تھے حالانکہ وہ صرف تخمیناً تین گھنٹے صلیب پر رہے اور وہ موت کے لئے کافی نہیں ہے +

(۲۴) بل رافعه الله الیہ۔ بلکہ خدا نے اُن کو اپنی طرف اُٹھالیا۔ خدا کی طرف جانا یا اُٹھالیا جانا ایسا ہی ہے جیسے حضرت ابراہیم نے فرمایا اخی ذاہب الی ہابی (صافات، ۹) اور مہاجروں کی نسبت کہا ومن یخرج من یتیمہ محاجراً الی اللہ (نساء، ۱۰۱) +

یہ بات تعظیم و تشریف و تفخیم کے طور پر کہی جاتی ہے نہ یہ کہ وہ درحقیقت آسمان کی طرف کو بادلوں میں اُڑتے ہوئے نظر آئے اور کسی آسمان پر جا بیٹھے ان باتوں کی ہمارے ہاں کچھ اصل نہیں ہے بعد میں حضرت عیسیٰ یقیناً مر گئے جس کی خبر قرآن مجید میں دوسری جگہ دی گئی ہے اذ قال اللہ یا عیسیٰ انی متوفیک و مرا فاعل الی (زال عمران ۴۸) جس کی تفسیر میں مفسرین نے بہت کچھ پس و پیش کیا ہے بلکہ اُس کو بالکل الٹ دیا ہے وہ یوں ٹپھتے ہیں۔ رافعه الی و متوفیک۔ مگر اصلی قرآن کی تو یہ عبارت نہیں ہے اگر مفسرین نے کوئی قرآن بنایا ہو تو اُس میں ہوگی۔ پھر دوسری جگہ اور بھی صاف ہے۔ فلما توفینہ کنت انت الرقیب علیہم (مائدہ ۱۱۷) کہ حضرت عیسیٰ جناب باری سے عرض کرینگے کہ جب تو نے مجھے وفات دی تب تو ان پر نگہبان رہا ان دونوں آیتوں میں وفات کا ذکر ہے اور یہ موت کی دلیل ہے اللہ یقینی الا نفس حین موتہا (مائدہ ۴۲) پس اُن کی وفات کی خبر بہت صاف ہے مگر یہ بات کہ وہ کب مرے اور کہاں مرے معلوم نہیں جیسے کہ حضرت مریم کا حال پھر کچھ نہ معلوم ہوا حالانکہ حضرت عیسیٰ نے اُن کو یوحنا حواری کے سپرد کیا تھا اور یوحنا حواری صاحب تصنیفات بھی تھے پھر بھی کچھ حال اُن کا نہیں لکھا اور حضرت مسیح تو دشمنوں سے پوشیدہ دور کے دیہات میں چلے گئے تھے +

واقفہ صلیب کے متعلق عام عیسائیوں کی اور جو کچھ دلیلیں ہیں وہ پھر کبھی بحث میں آویں گی +

۱۵ صحیح بخاری کی ایک روایت جو کتاب بدالخلق باب ذکر الملائکین ہے اس میں انہیں قصہ علاج یہ مضمون ہے کہ حضرت عیسیٰ و یحییٰ دوسرا آسمان پر ملے۔ مگر یہ روایت تو بہت ہی مشتبہ ہے۔ ہر بار وہی کی سنائی صاحب تصنیف کے ہے ورجاء وہی کو کبھی کبھی حدیث بیان کرنے میں ہم ہو جاتا تھا اور ضیق راوی کبھی کبھی رعایت حدیث میں خطا کرتا تھا اور سید راوی شدت سے تلبیس کیا کرتا تھا اس کی عقل فہم نہ ہو گئی تھی اور ہر شام راوی بھی کبھی کبھی تلبیس کرتا تھا اور اس نے مالک بن حصصہ سے جو قصہ مزاج رعایت کیا ہے اس میں غصہ ہے اور مالک قدیم زمانہ میں مر گئے (شاید اس سے ملاقات ہونے سے پہلے) اور نیز مالک نے ارسال کے طور پر وہ روایت بیان کی ہے +

ان روایوں کا حال کتب حال میں ملے گا خصوصاً علامہ ابن حجر عسقلانی کی کتاب تہذیب التہذیب علی بن ابی شیبہ میں یہ باتیں ملے گی +